گناہان کبیرہ



گناہانِ کبیرہ

جلد سوئم

تالیف

شہید محراب آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبد الحسین دستغیبؒ

مترجم

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

مدیر جامعۃ الزہراء

سی ۳۴ رضویہ سوسائٹی ۔ کراچی ۔ پاکستان ۔

ناشر

حسن علی بک ڈپو

کھارادر ۔ کراچی

فون : ۲۲۳۰۵۵

بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب ——— گناہانِ کبیرہ جلد سوئم

مولف ——— آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب

مترجم ——— سید محمد علی الحسینی بلتستانی

خوشنویس ——— سید رفیع الحسن نقوی امروہوی

تصحیح ——— سید محمد علی الحسینی بلتستانی

طبع اول ——— یکم جولائی سنہ ۱۹۹۰ء

طبع دوم ——— یکم جون سنہ ۱۹۹۱ء

طبع سوم ——— یکم جولائی سنہ ۱۹۹۲ء
زکی سنز پرنٹرز کراچی

ہدیہ ——— ۵۵ روپے

علمی آثار چھوڑے ہیں جن میں شرحِ حاشیۂ کفایہ، رسائل، مکاسب، گناہانِ کبیرہ، قلبِ سلیم، صلوٰۃ الخاشعین، معاد، توبہ، زندگانی حضرت زہراؑ و زینب کبریٰ، استعاذہ اور ہزار سوال کے علاوہ درجنوں اخلاقی فقہی اور تفسیری کتب شامل ہیں۔ الغرض آپ اخلاق و محبت، خلوص و مروت اور زہد و تقویٰ کے مکمل علمی نمونہ تھے ۲۰ آذر ماہ سن ۱۳۶۰ ہجری شمسی کو عین اس وقت جب کہ آپ جمعہ کے طاغوت شکن اجتماع میں نماز کی اقتدا کرنے کی غرض سے اللہ کے گھر کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ عالمی استکبار کے ایجنٹوں (منافقین) کے ہاتھوں بم کے دھماکے میں شہید ہو گئے۔

لَقَدْ عَاشَ سَعِيْدًا وَمَاتَ شَهِيْدًا

حقیر

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

بسمہ تعالیٰ

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ

اور جو نیک عمل اپنی ذات کے لئے (اپنی زندگی میں) آگے بھیجو گے اس کو (قیامت کے دن) خدا کے ہاں بہتر اور صلہ میں بزرگ تر پاؤ گے۔

اس وعدۂ الٰہی کی روشنی میں زیرِ نظر کتاب (گناہانِ کبیرہ) نہایت اخلاص اور عقیدت کے ساتھ منجی عالم بشریت یادگار نبوت و امامت ہادی برحق حضرت حجتہ بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کے وسیلۂ شفاعت سے میری یہ ناچیز سعی قبولِ بارگاہِ الٰہی ہو، نیز منتظرینِ امام زمانہ کے لئے ذریعۂ ہدایت اور اس حقیر سراپا تقصیر اور والدین کے واسطے اور تمام افرادِ خاندان کے لئے موجبِ باقیات الصالحات خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عَمَلًا کا مصداق قرار پائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ

صلوٰت اللہ علیہم اجمعین

العبد الاحقر

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

آیت اللہ دستغیب کی مختصر سوانح عمری

شہید آیت اللہ دستغیب ایک پاکیزہ گھرانے کے پاکیزہ قلب انسان تھے۔
آپ نے آٹھ سو سالہ قدیم بزرگ علمی گھرانے دستغیب میں سنہ شمسی میں آنکھ کھولی۔
گھر کے مذہبی ماحول اور اسلام و روحانیت سے قدرتی لگاؤ کی بناء پر ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لئے نجفِ اشرف کا رُخ کیا۔
وہاں آپ نے جوارِ حضرت مولیٰ الموحدین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام (عراق) میں بزرگ اساتذۂ کرام اور آیات عظام کے حضور زانوئے ادب تہہ کیا اس کے بعد اس وقت کے بزرگ مراجع کرام سے اجازۂ اجتہاد حاصل کر کے شیراز واپس لوٹ آئے۔

شیراز میں آپ نے جامع مسجد عتیق کی جو کہ نہایت بوسیدہ حالت میں تھی لاکھوں تومان خرچ کر کے تعمیرِ نو کرائی اور پھر وہاں درسِ تفسیر و اخلاق کا سلسلہ شروع کیا۔ لہٰذا آپ کی متواتر کوششوں کے سبب شیراز کے حوزہ علمیہ نے درسِ فقہ و اصول اور اخلاقیات میں ممتاز حیثیت اختیار کرلی۔ ظالم شاہ کی بے دین حکومت سے مسلسل مبارزہ کی بناء پر آپ متعدد بار گرفتار ہوئے اور آپ کو گھر میں بھی نظر بند رکھا گیا۔ انقلابِ اسلامی کی کامیابی کے بعد آپ مجلسِ خبرگان کے رکن منتخب ہوئے اور اہلِ شیراز کی درخواست پر آپ کو امام خمینی کے نمائندہ اور امامِ جمعہ شیراز کے منصب پر فائز کیا گیا۔ شہید دستغیبؒ نے متعدد

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
سولھواں گناہ : گانا	۱۷
گانا کیا ہے؟	۱۷
کچھ گانے کے بارے میں	
۱: گانا، گناہِ کبیرہ	۱۹
۲: آیت میں لَہْوَالْحَدِیْث سے مُراد گانا	۱۹
۳: "قَوْلَ الزُّوْرِ" کی تفسیر	۲۱
۴: گانا "لغو" ہے	۲۲

صفحہ نمبر	عنوانات
۲۲	۵: آپس میں نفاق اور گانا
۲۳	۶: گانے کے پروگرام
۲۴	۷: گانا اور فقر و فاقہ
۲۴	۸: گانے کا عذاب
۲۵	رحمتِ خدا سے محرومی
۲۵	گلوکار سے محبت
۲۶	بہشت میں سُریلی آوازیں
۲۶	جنت میں خوبصورت نغمے
۲۷	سخت تنبیہ
۲۸	۹: گانا اور زنا
۲۹	۱۰: گانے کی حرمت
۳۰	قرآنِ مجید، گانے کے انداز میں!
۳۰	اچھی آواز میں قرآن پڑھنا
۳۱	خوبصورت آواز اور گانا
۳۱	لڑکی کی شادی میں گانا بجانا

صفحہ نمبر	عنوانات
۳۵	**سترہواں گناہ : جھوٹ**
۳۶	جھوٹ بڑے گناہوں میں سے ایک
۳۶	فرشتے لعنت بھیجتے ہیں
۳۷	جھوٹ کی مذمت میں آیات
۳۸	۱: جھوٹ، فسق ہے
۳۹	۲: "قَوْلُ الزُّوْر" سے مُراد
۳۹	۳: جھوٹ بولنے والا، مومن نہیں
۴۰	۴: جھوٹ "اِثْم" اور گناہ ہے
۴۰	۵: جھوٹا شخص ملعون ہے
۴۰	۶: جھوٹے کا سیاہ چہرہ
۴۱	۷: جھوٹ کا گناہ شراب سے بڑھ کر ہے
۴۲	۸: جھوٹے کا بدبودار مُنہ
۴۲	۹: ملائکہ کا اظہار بیزاری
۴۳	جھوٹ کفر کا سبب
۴۷	جھوٹ، نسیان اور بھول ہے
۴۷	جھوٹ بولنے والوں پر سخت عذاب

صفحہ نمبر	عنوانات
۵۱	جھوٹ کے مختلف درجات
۵۲	۱: اللہ، رسولؐ اور امامؑ کے خلاف جھوٹ
۵۲	جھوٹ خواہ کیسا بھی ہو
۵۳	آیات و احادیث کو اپنے مطلب میں ڈھال لینا
۵۴	ہر کسی کے بس کی بات نہیں
۵۵	خدا کے خلاف جھوٹ کا ایک مقام
۵۶	پیغمبرؐ و امامؑ کے خلاف جھوٹ
۵۶	روایات کو سند کے ساتھ نقل کریں
۵۸	روایت کے مضمون کو بیان کرنا
۵۹	۲: جھوٹی قسم اور گواہی سے اجتناب
۵۹	۳: جھوٹ کے مُضر اثرات
۶۰	۴: ہنسی مذاق میں جھوٹ
۶۰	جھوٹ سے مکمل اجتناب
۶۳	مبالغہ، جھوٹ نہیں
۶۴	کسی بھی جھوٹ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے
۶۶	جھوٹا خواب
۶۷	مثال میں جھوٹ

صفحہ نمبر	عنوانات
۶۸	امام حسنؓ نے مثال بیان فرمائی
۶۸	جھوٹ سننا بھی حرام ہے
۷۰	"توریہ" کیا ہے؟
۷۱	"توریہ" کا حکم
۷۲	وہ مقامات، جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے
۷۳	مسلمان کی نجات کے لیے جھوٹی قسم
۷۵	مالی نقصان اور جھوٹ
۷۵	جہاں تک ہو سکے توریہ کریں
۷۶	دو مومنوں میں جھوٹ کے ذریعے صلح صفائی
۷۶	دوسروں کا سخت پیغام
۷۷	لوگوں کے درمیان مصالحت
۷۹	آب ِگُر اور اتحادِ قلبی
۸۰	جنگ میں جھوٹ
۸۰	اہلیہ سے وعدہ
۸۱	خوفِ عذاب اور اعمالِ صالحہ
۸۲	جو زبان پر، وہی دل
۸۳	اظہارِ بندگی اور جھوٹ

صفحہ نمبر	عنوانات
۸۵	دعاؤں میں جھوٹ
۸۵	اقرارِ ائمہؑ اور جھوٹ
۸۶	کیا سچ کہتا ہے؟
۸۷	امامؑ سے جھوٹ!
۸۸	پھر ہم دُعا کیسے کریں؟
۸۹	ہر شخص کے مختلف مراتب
۹۱	پختہ یقین اور انحراف
۹۵	**اٹھارہواں گناہ : جھوٹی قسم**
۹۶	جھوٹی قسم کا عذاب
۹۶	رسولؐ نے قسم کھانے کا حکم دیا
۹۸	جھوٹی قسم کے بُرے اثرات
۹۸	قسم کی اقسام
۹۹	قسم کے ذریعے کوئی چیز ثابت کی جاتی ہے یا کوئی کام لازم ہو جاتا ہے
۱۰۰	قسم کھانا کب واجب ہے؟
۱۰۰	قسم نہ کھانا مستحب ہے

عنوانات	صفحہ نمبر
سیدِ سجادؑ قسم نہیں کھاتے	۱۰۲
حق بات پر زور دینے کے لئے قسم	۱۰۳
قسم کھانا مکروہ ہے	۱۰۵
حضرت عیسیٰؑ کی ہدایت	۱۰۶
قابلِ احترام چیزوں کی قسم	۱۰۷
وہ قسم کہ جس کا کھانا ہمیشہ حرام ہے	۱۰۸
حرمت والی قسم کا کفّارہ	۱۰۹
امام جعفر صادقؑ اور منصور دوانیقی	۱۱۰
کیا یہ بات حرمت والی قسم کے خلاف ہے؟	۱۱۲
جھوٹی قسم سے توبہ	۱۱۳
قسم کب صحیح ہوگی؟	۱۱۳
بیکار کام کی قسم	۱۱۵
قسم کی قسمیں	۱۱۷
انیسواں گناہ : جھوٹی گواہی	۱۲۱
"قولِ زُور" سے مُراد، غنا اور جھوٹ	۱۲۲
جھوٹی گواہی دینے والے پر عذابِ جہنّم	۱۲۳

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۲۶	کسی چیز کا علم ہونے کے بعد گواہی دی جائے
۱۲۸	جھوٹی گواہی دینے والے کی رسوائی
۱۲۹	ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کیا جائے
۱۳۰	خسارے کو پورا کرے
۱۳۱	اس گناہ سے توبہ
۱۳۵	**بیسواں گناہ: سچی گواہی سے اجتناب**
۱۳۷	سچی گواہی دیجئے خواہ آپ کو نقصان ہو
۱۳۸	دشمن کے حق میں بھی انصاف
۱۳۹	سچی گواہی چھپانے والے
۱۴۰	کیا گواہ بننا واجب ہے؟
۱۴۲	وہ لوگ جن کی دعا قبول نہیں ہوتی
۱۴۳	گواہی دینا واجب اور اس کا چھپانا حرام
۱۴۵	جس بات پر یقین ہے اس کی گواہی دو
۱۴۶	جب سچی گواہی سے کسی پر ظلم ہو
۱۴۸	امام موسیٰ کاظم ؑ سے ایک روایت
۱۴۹	جب گواہی دینے سے ضرر پہنچے

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۰	نقصان اور فائدہ نہ ہونا
۱۵۵	**اکیسواں گناہ : وعدہ خلافی**
۱۶۰	وعدہ خلافی کی قسمیں
۱۶۲	خداوندِ عالم نے دُعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے
۱۶۳	نذر اور عہد میں زبان سے کہنا
۱۶۴	بیکار کام کی نذر یا عہد
۱۶۵	نذر مفید کام کی ہونا چاہیئے
۱۶۵	عہدِ مطلق اور عہدِ مشروط
۱۶۶	نذر و عہد کا کفارہ
۱۶۷	خدا سے عہد کی تین قسمیں
۱۶۷	وعدہ خلافی اور نفاق
۱۷۳	آپس میں عہد و پیمان
۱۷۳	منافق، وعدہ خلافی کرتے ہیں
۱۷۴	کوئی چھوٹ نہیں
۱۷۵	مشرکوں سے معاہدہ
۱۷۶	حضورؐ کا مشرکوں سے ایفاءِ عہد

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر
قریش سے کیے گئے عہد کا احترام	۱۷۷
کافر باپ اپنے مسلمان بیٹے کو لے گیا	۱۷۸
اپنی موت تک یہیں رہوں گا!	۱۷۹
جنابِ اسماعیلؑ اور ایفاءِ عہد	۱۸۰
وعدہ خلافی، کفر کا نتیجہ ہے	۱۸۱
مسلمان دھوکہ باز نہیں	۱۸۲
وعدہ خلافی اور جھوٹ	۱۸۳
اگر کسی معاملے میں شرط ہو	۱۸۳
ہر حال میں وعدہ وفا کرنا چاہیے	۱۸۴
انشاء اللہ کہہ کر نذر و عہد کرنا	۱۸۵
گناہ انجام دینے کا وعدہ	۱۸۶
جنابِ ایوبؑ نے اپنی زوجہ کو سو تازیانے مارنے کی قسم کھائی	۱۸۶

بائیسواں گناہ : امانت میں خیانت

عنوانات	صفحہ نمبر
بائیسواں گناہ : امانت میں خیانت	۱۹۱
قرآن مجید میں خیانت کار کا عذاب	۱۹۲
روایات میں خیانت کی مذمت	۱۹۳
خیانت باعثِ فقر و فاقہ	۱۹۶

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۹۷	امانت خواہ کسی کی بھی ہو
۲۰۰	شیطان بہکاتا ہے
۲۰۱	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب امین
۲۰۲	خیانت کی قسمیں
۲۰۲	۱: امانتِ خدا
۲۰۳	دولتِ عقل اور امانت داری
۲۰۵	احکامِ دین دوسروں تک پہنچائیں
۲۰۵	۲: امانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۰۶	اہلِ بیتِ رسولؐ امانت دار ہیں
۲۰۷	۳: لوگوں کی امانت
۲۰۸	شرعی امانتیں
۲۰۹	لوگوں کے مال میں خیانت
۲۰۹	۱: دوسروں کے مال میں بغیر اجازت تصرف
۲۱۰	۲: امانت کی حفاظت میں لاپرواہی
۲۱۳	۳: امانت لوٹانے میں سستی
۲۱۴	کرائے پر دینا، عاریتاً دینا، رہن پر دینا اور مضاربہ
۲۱۵	مالک کی تلاش اور اُس کی طرف سے صدقہ

صفحہ نمبر	عنوانات

امانت دینے والا اور لینے والا بالغ وعاقل ہو	۲۱۵
قرآن میں امانتداروں مدح	۲۱۶
امانت رکھے ہوئے مال سے اپنا نقصان پورا کر لینا	۲۱۸
خیانت کا بوجھ اور روزِ قیامت	۲۲۰
یَعْرِفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ سے مُراد	۲۲۲
رسولِ اکرمؐ اور امانت	۲۲۳
راز کی باتیں بھی امانت ہیں	۲۲۴
آپس کی باتیں بھی امانت ہیں	۲۲۵
راز کی باتیں بتا دینا امانت میں خیانت ہے	۲۲۷
مسلمانوں کے جنگی راز کفار تک پہنچانا	۲۲۸
امانتدار پر اللہ کی رحمت کا سایہ	۲۲۹
اپنی راز کی باتیں مت بیان کرو	۲۳۰
ایک مثالی رازدار	۲۳۳

تیئسواں گناہ : چوری

	۲۳۱
چوری کی سزا	۲۳۲
چوری کی حد جاری کرنے کی شرطیں	۲۳۸

عنوانات	صفحہ نمبر
مال اور آبرو کی حفاظت	۲۵۷
کس طرح حد جاری کی جائے؟	۲۵۸
چوبیسواں گناہ : ناپ تول میں کمی کرنا	۲۶۳
اعمال "سجّین" میں ہوں گے	۲۶۴
ناپ تول میں کمی کرنے والا مؤمن نہیں	۲۶۶
پانچ گناہ اور پانچ مصیبتیں	۲۶۷
کاروبار کرنے والوں کو امیر المومنینؑ کی نصیحت	۲۶۸
آگ کے پہاڑوں کے درمیان	۲۶۹
کم گن کر دینا بھی حرام ہے	۲۷۰
کم بیچنے والا، خریدار کا مقروض ہے	۲۷۰
دھوکہ بازی بھی کم فروشی ہے	۲۷۱
ملاوٹ حرام ہے	۲۷۲
خدا اور رسولؐ کے حق میں کمی	۲۷۶
جو اپنے لئے چاہتے ہو	۲۷۸
عدل و انصاف سب سے بہتر ہے	۲۷۸
انصاف کا ترازو	۲۷۹

صفحہ نمبر	عنوانات
۲۸۱	ہر چیز کا پیمانہ ہوا کرتا ہے
۲۸۱	حضرت امیر المومنینؑ میزانِ اعمال ہیں
۲۸۷	**پچیسواں گناہ : حرام خوری**
۲۹۲	رشوت کی قسمیں
۲۹۳	خمس اور ہدیہ کے نام پر رشوت
۲۹۵	اپنا حق حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا
۲۹۷	جائز کام کے لئے رشوت لینا
۲۹۸	حرام خور کی پہچان
۳۰۰	حرام خور کی دُعا قبول نہیں ہوتی
۳۰۱	حرام خور سنگدل ہو جاتا ہے
۳۰۳	لقمۂ حلال
۳۰۶	خدا حرام روزی نہیں دیتا
۳۰۷	انسان اپنا رزق مکمل طور پر حاصل کئے بغیر نہیں مرتا
۳۰۸	جو رزقِ حلال سے محروم ہو گیا

سولھواں گناہ

گانا

سولہواں گناہ : گانا

سولہواں ایسا گناہ جسے صاف الفاظ میں کبیرہ بتایا گیا ہے گانا گانا ہے۔ اعمش نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: (قَالَ) اَلْغِنَاءُ مِمَّا اَوْعَدَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (فروعِ کافی، باب غنا) "گانا ایک ایسا گناہ ہے جس پر خدا نے جہنم کا عذاب رکھا ہے۔" اور دیگر بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر وہ گناہ، گناہِ کبیرہ ہے جس پر عذاب کی بات خداوند تعالےٰ نے کی ہو۔

گانا کیا ہے؟

سیّد مرتضیٰ اپنی کتاب "وسیلہ" میں فرماتے ہیں: الغنآء حرام فعله وسماعُهُ والتكسّبُ به وليس هُوَ مجرّدُ تحسينِ الصّوتِ، بَلْ هُوَ مَدُّ الصّوتِ وترجيعه

بکیفیۃ خاصۃ مُطربۃ تناسِبُ مجلس اللّھو والطرب " گانا حرام ہے۔ گانا سننا بھی حرام ہے اور اس کے ذریعے مال کمانا بھی حرام ہے۔ البتہ ہر اچھی آواز گانا نہیں ہے بلکہ گانا ایک خاص انداز میں آواز کو کھینچے اور حلق میں مخصوص انداز سے گھمانے کو کہتے ہیں' جو کہ لہو و لعب اور عیش و طرب کی محفلوں میں رائج ہے۔ ایسا گانا موسیقی کے آلات سے عام طور پر ہم آہنگ ہوتا ہے "۔

اکثر شیعہ مجتہدین لغت کے ماہرین کی طرح کہتے ہیں کہ گانا آواز کو حلق میں گھمانے کو کہتے ہیں۔ (کلاسیکل موسیقی اور بعض قوالیوں میں ایسا ہی ہوتا ہے اور آ آ آ جیسی آواز پیدا ہوتی ہے۔ لغت "صحاح" میں لکھا ہے کہ گانا ایک ایسے انداز کی آواز کو کہتے ہیں جو انسان کو غیر معمولی حد تک غمگین یا خوش کر دیتی ہو۔ تقریباً ایسے ہی معنی دیگر لغتوں میں درج ہیں۔ بس گانا ایک ایسی آواز ہے جو آدمی کو ایک کیف و سرور یا غم کی حالت میں ڈال دیتی ہو۔

کتاب ذخیرۃ العباد میں لکھا ہے کہ:

گانا لہو و لعب کی خاطر نکالی گئی ہر ایسی آواز کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے شہوت ابھرے، خواہ وہ کلاسیکل موسیقی کی طرح حلق میں آواز گھمانے سے پیدا ہوتی ہو یا کسی اور طریقے سے الغرض عرف عام میں جسے گانا کہا جاتا ہو وہ حرام ہے۔ پس اگر اشعار' قرآن یا نوحے مرثیے بھی گانے کی طرز پر پڑھے جائیں تو یہ بھی گناہ ہے' بلکہ عام گانے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اس لئے کہ اس

میں اس طرح قرآن مجید اور نوحے مرثیے کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا گناہ اور عذاب دگنا ہے۔"

گانے کے بارے میں

۱: گانا، گناہِ کبیرہ۔

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ "گانا ایسی چیزوں میں سے ہے جس پر خداوند تعالٰے نے عذاب کا قول دیا ہے" تو یہ آیت شریفہ بھی تلاوت فرمائی تھی: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (سورۂ لقمان ۳۱: آیت نمبر ۶) "اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو بیہودہ چیزیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سوچے سمجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بھٹکا دیں اور خدا کی نشانیوں کا مذاق اڑائیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے بڑا رسوا کر دینے والا عذاب ہے!"

۲: آیت میں "لَهْوَ الْحَدِيثِ" سے مراد گانا

اس آیۂ شریفہ اور امام محمد باقر علیہ السّلام کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گانا بھی لَهْوَ الْحَدِيثِ یعنی بیہودہ چیزوں میں سے ایک ہے۔ بیہودہ چیز کوئی نامناسب بات، حرکت یا شاعری وغیرہ ہو سکتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور جو انسان کو فائدے سے محروم کر دے۔

دوسرے الفاظ میں کلامِ حق اور قرآنِ مجید کی بات ماننے سے روک دینے والی ہر چیز لَهْوَ الْحَدِيثِ ہے۔ گمراہ کر دینے والی ہر چیز لَهْوَ الْحَدِيثِ ہے فسق و فجور، عیاشی اور فحاشی کی طرف مائل کرنے والی ہر چیز لَهْوَ الْحَدِيثِ ہے۔ خواہ وہ گانا سُننا ہو یا خود گانا ہو، یہ ایسی ہی بیہودہ چیزیں ہیں۔ اوپر جو آیت پیش کی گئی اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہے: وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (سورۃ لقمان ۳۱-آیت ۷)

۳ ۔ قولَ الزُّورِ" کی تفسیر

گانے باجے کے لئے قرآنِ مجید میں لَہْوَ الْحَدِیْث کے علاوہ لفظ قَوْلَ الزُّور بھی استعمال ہوا ہے۔ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے ابوبصیر نے اس آیۂ شریفہ کی تفسیر پوچھی تھی: وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (سورۂ حج ۲۲: آیت نمبر ۳۰) "اور لغو باتوں سے بچے رہو" امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا تھا۔ (قَالَ) اَلْغِنَاءُ" یعنی "گانا لغو بات ہے" اور امام محمد تقی علیہ السّلام کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی: وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (سورۂ فرقان ۲۵: آیت نمبر ۷۲) "اور وہ لوگ فریب کے پاس دیکھنے کے لئے کھڑے ہی نہیں ہوتے" پھر اس آیۂ شریفہ کی تفسیر پوچھی گئی تو امام محمد تقی علیہ السّلام نے جواب دیا (قَالَ) اَلْغِنَاءُ یعنی "یہاں زُور یا فریب سے مراد گانا ہے" (شیخ طوسی کی کتاب امالی، اور کتاب کافی)

... اور حدیث میں ہے کہ حماد ابن عثمان نے اس آیۂ شریفہ کے بارے میں پوچھا تو امام محمد تقی علیہ السّلام نے فرمایا: (قَالَ) مِنْهُ قَوْلُ الرَّجُلِ الَّذِیْ یُغَنِّیْ یعنی "اس میں ایسے شخص کی بے ہودہ باتیں بھی شامل ہیں جو گا رہا ہو"

۴۔ گانا "لغو" ہے

اسی آیۂ شریفہ کے بعد والا ٹکڑا ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (سورۂ فرقان ۲۵: آیت نمبر ۷۲) "اور جب وہ کسی چیز کے پاس سے گذرتے تو خدا کو آلودہ کئے بغیر پہلو بچا لیتے ہیں اور اپنی شرافت محفوظ رکھتے ہیں"۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورۂ مومنون ۲۳: آیت نمبر ۳) "اور جب لوگ لغو باتوں سے منہ پھیرے رہتے ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ان دونوں آیتوں میں مومنین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں یہاں "لغو" سے مراد کیا ہے؟ تو ان دونوں معصوموں نے اپنے اپنے زمانے میں یہی فرمایا تھا کہ: "لغو دراصل گانا باجا ہے اور خدا کے بندے اس میں آلودہ ہونے سے بچے رہتے ہیں"۔ (کتاب "کافی" اور کتاب "عیون اخبار رضا")

۵۔ آپس میں نفاق اور گانا

عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِسْتِمَاعُ الْغِنَاءِ وَاللَّهْوِ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (کتاب "کافی") گانے باجے کو اور بے ہودہ باتوں کو غور سے سننا دل میں نفاق کو اسی طرح پیدا کر دیتا ہے جس طرح پانی سبزے کی نشوونما

کا باعث بنتا ہے۔"

کافی ہی میں چھٹے امام علیہ السلام کی یہ روایت بھی موجود ہے کہ

ھَلْ غِنَاءٌ عُشُّ النِّفَاقِ "گانا باجا نفاق جیسے پرندے کا گھونسلا

ہے۔"

گانے کا پروگرام

جس جگہ گانا باجا ہوتا ہے وہاں خدا کا غضب نازل ہوتا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا اَللّٰهُ مُعْرِضٌ عَنْ اَهْلِهَا (کتاب کافی) ایسے گھروں میں داخل بھی مت ہو جس کے رہنے والوں پر سے خدا نے اپنی نظرِ رحمت ہٹالی ہو!" یہی امام علیہ السلام فرماتے ہیں بَيْتُ الْغِنَاءِ لَا يُؤْمَنُ فِيْهِ الْفَجِيْعَةُ "جس گھر میں گانا باجا ہوتا ہے وہ ناگہانی مصیبتوں سے محفوظ نہیں رہتا!" وَلَا يُجَابُ فِيْهِ الدَّعْوَةُ "ایسے مقام پر دعا مستجاب نہیں ہوتی" وَلَا يَدْخُلُهُ الْمَلَكُ (کتاب "کافی" اور مستدرک الوسائل، باب ۸۷) "اور ایسی جگہ فرشتے نہیں آتے!" اور گزری ہوئی حدیثوں سے اسی کتاب میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ پس یہ عذر کافی نہیں ہے کہ ہم تو ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں گانے کا پروگرام ہوتا ہے لیکن دل سے بیزار ہیں۔ بیزاری عملی طور پر ہونی چاہیئے اور گانے باجے کو روکنا چاہیئے۔

۷- گانا اور فقر و فاقہ

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ "وَالْغِنَاءُ يُوْرِثُ النِّفَاقَ وَيُعَقِّبُ الْفَقْرَ" (مستدرک الوسائل، باب ۷۸) "اور گانا باجا نفاق پیدا کرتا ہے اور فقر و فاقہ کا باعث بنتا ہے!"

۸- گانے کا عذاب

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ "يُحْشَرُ صَاحِبُ الْغِنَاءِ مِنْ قَبْرِهٖ اَعْمٰى وَاَخْرَسَ وَاَبْكَمَ" (جامع الاخبار) "گانا گانے والا شخص اپنی قبر سے جب میدانِ حشر میں نکلے گا تو اندھا بھی ہوگا، بہرا بھی ہوگا اور گونگا بھی ہوگا!" روایت میں یہ بھی ہے کہ گانے گانے والوں کو اسی علامت سے پہچانا جائے گا!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ (قَالَ) "مَنِ اسْتَمَعَ اِلَى اللَّهْوِ يُذَابُ فِيْ اُذُنِهِ الْاٰنُكُ" (تجارت مستدرک الوسائل، باب ۸۰) "جو شخص گانا باجا غور سے سنے گا اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا!"

رحمتِ خدا سے محرومی

قطب راوندی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ، گانا گانے والا شخص ایسے لوگوں میں شامل ہے جن پر قیامت کے دن خدا نظرِ رحمت نہیں ڈالے گا!"

گلوکار سے محبت

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ اَصْغٰی اِلٰی نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهٗ "جو شخص کسی بولنے والے کا احترام کرے گا وہ گویا اس کا بندہ ہو جائے گا!" فَاِنْ کَانَ النَّاطِقُ یُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ عَبَدَ اللّٰهَ وَاِنْ کَانَ النَّاطِقُ یُؤَدِّیْ عَنِ الشَّیْطَانِ فَقَدْ عَبَدَ الشَّیْطَانَ (فروعِ کافی گانے کا باب) "اگر بولنے والا شخص خدا کی طرف لے جاتا ہو تو احترام کرنے والا شخص خدا کی عبادت کرتا ہے اور اگر وہ شیطان کی طرف لے جاتا ہو تو وہ شیطان کی عبادت کر بیٹھتا ہے!"

چھٹے امامؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: جو شخص بھی گانا گانے کی آواز بلند کرتا ہے تو اس پر دو شیطان دونوں کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں اور اس وقت اپنے پیر کی ایڑی اس کے سینے پر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ اس کا گانا ختم نہیں ہو جاتا!" پس جب شیطان گلوکار کو لات مارتے ہوں تو ایسا

شخص جنت کے جانے کے کہاں لائق ہے!

بہشت میں سُریلی آوازیں

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کا ارشاد ہے (عَنْ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ) مَنْ نَزَّهَ نَفْسَهُ عَنِ الْغِنَاءِ فَاِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَاْمُرُ اللهُ الرِّیَاحَ اَنْ تُحَرِّکَهَا فَیَسْمَعُ لَهَا صَوْتًا لَمْ یَسْمَعْ بِمِثْلِهِ وَمَنْ لَمْ یَتَنَزَّهْ عَنْهُ لَمْ یَسْمَعْهُ (کتاب "کافی") یعنی "جو شخص خود کو گانے سے بچائے رکھے گا تو خدا اسے جنت میں ایک درخت میں سے آواز سنوائے گا کہ ایسی اچھی آواز کسی نے نہیں سنی ہو گی! اور جو شخص اپنے آپ کو گانے سے نہیں بچائے گا وہ ایسی آواز نہیں سن سکے گا۔"

جنّت میں خوبصورت نغمے

حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث تفسیر مجمع البیان میں موجود ہے کہ: "جو شخص بہت گانے سنتا رہا ہے وہ روحانیوں کی آواز قیامت میں نہیں سنے گا۔" پوچھا گیا "یا رسول اللہ! یہ روحانی کون لوگ ہیں؟" فرمایا: "جنت میں خوش الحانی سے گانے والے۔"

اور حضرت علی علیہ السّلام کا یہ قول نہج البلاغہ میں موجود ہے دَاوُدُ سَیِّدُ قُرَّاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یعنی "حضرت داؤد علیہ السّلام جنت کے خوش

الحان لوگوں کے سردار ہوں گے۔"

جنت میں لوگ حضرت داؤد علیہ السّلام سے ایسے عمدہ نغمے سنیں گے کہ دنیا میں ان کی مثال نہیں ملتی ہوگی" البتہ ایسے ہی لوگ سن سکیں گے جو دنیا میں گانا سننے سے پرہیز کرتے ہوں۔

سخت تنبیہ

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: "یَظْھَرُ فِی اُمَّتِی الْخَسْفُ وَالْقَذْفُ" میری اُمّت میں ایسے واقعات ظاہر ہوں گے کہ زمین دھنس جایا کرے گی اور آسمان سے پتھر برسا کریں گے!" قَالُوا مَتٰی ذٰلِکَ؟ "لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کب ہوگا؟" قَالَ اِذَا ظَھَرَتِ الْمَعَازِفُ وَالْقَیْنَاتُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "جب گانے باجے کے آلات عام ہوں گے، گانا گانے والی لڑکیاں کثرت سے ہوں گی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال پھیل جائے گا!" وَاللّٰہِ لَیَبِیْتَنَّ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِی عَلٰی اَشَرٍ وَبَطَرٍ وَلَعِبٍ فَیُصْبِحُوْنَ قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ لِاسْتِحْلَالِھِمُ الْحَرَامَ وَاتِّخَاذِھِمُ الْقَیْنَاتِ وَشُرْبِھِمُ الْخُمُوْرَ وَاَکْلِھِمُ الرِّبَا وَلُبْسِھِمُ الْحَرِیْرَ (وسائل الشیعہ کتاب التجارہ، گانے کا باب)

یعنی، "خدا کی قسم میری اُمّت کے بہت سے لوگ ایسے ہونگے جو رات کو مستی اور عیاشی کے عالم میں گذاریں گے اور صبح درحقیقت بندروں اور سوروں کی

مانند ہو جائینگے یہ اس سبب سے ہوگا کہ وہ حرام کو حلال سمجھتے ہونگے۔ گانا گانے والی لڑکیوں میں مگن ہونگے نشہ آور چیزیں استعمال کریں گے، سود کا مال کھائینگے اور ریشمی کپڑے پہنتے ہوں گے!"

گانا اور زنا

گانا زنا کا سبب بن جاتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے (عَنِ النَّبِيِّ) اَلْغِنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَا (مستدرک الوسائل کتاب تجارت) "گانا، زنا کی سیڑھی ہے!"

گانے سے آدمی کی شہوت ابھرتی ہے اور اس کے برے نتائج سامنے آجاتے ہیں۔ نہ صرف گانے سے شہوت ابھرتی ہے بلکہ گانا سننے سے بھی یہی حال ہوتا ہے۔ آدمی خدا سے غافل ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی بدکاری کے لئے آمادہ نظر آتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے وَالْمَلَاهِي الَّتِي تَصُدُّ عَنْ ذِكْرِ اللهِ كَالْغِنَاءِ وَضَرْبِ الْاَوْتَارِ یعنی "اور لہو و لعب کے وہ تمام کام گناہِ کبیرہ ہیں جو خداوند تعالٰی کی یاد سے غافل کر دیتے ہوں، مثلاً گانا باجا اور موسیقی کے آلات کا استعمال!"

جی ہاں، موسیقی نہ صرف شرم و حیا اور غیرت کو ختم کر دیتی ہے، بلکہ محبت، انسانیت اور رحم جیسے جذبات کو بھی فنا کر دیتی ہے۔ الغرض معاشرے کو جہنم کا نمونہ بنا دیتی ہے!

گانے کی حرمت

شیعہ مجتہدین کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گانا حرام ہے بلکہ کہا جاتا سکتا ہے کہ گانے کی حرمت پر اجماع موجود ہے۔ کتاب "مستند" کے مؤلف فرماتے ہیں کہ گانا باجا کو حرام ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ گانا باجا حرام نہیں ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا! کتاب "ایضاح" کے مؤلف فرماتے ہیں کہ گانے باجے کو حرام قرار دینے کے سلسلے میں جو روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ متواتر ہیں۔

البتہ گانے کے معنیٰ میں اور اس کی تعریف تھوڑا بہت اختلاف موجود ہے۔ اکثر مجتہدین یہی کہتے ہیں کہ ہر وہ آواز جو عیش و طرب کی خواہش اور جنسی قوت کو ابھار سکتی ہو وہ گانا باجا ہے اور حرام ہے۔

قرآنِ مجید گانے کے انداز میں

جس طرح کہ پہلے بیان ہوا، گانے کے طرز پر قرآنِ مجید پڑھنا یا نوحہ مرثیہ پڑھنا یا اذان دینا بھی حرام ہے۔ اس سلسلے میں نظم اور نثر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ مقدس چیزوں کو گانے کے طرز پر پڑھنے کا گناہ دگنا ہے۔ ایک تو گانے کی آواز نکالنے کا گناہ، اور دوسرے قابلِ احترام چیزوں کی بے حرمتی کا گناہ۔

اچھی آواز میں قرآن پڑھنا

البتہ ہر اچھی آواز گانا نہیں ہے۔ خوش الحانی سے، گلے میں آواز گھمائے بغیر اگر تلاوتِ قرآن کی جاتے یا نوحہ مرثیہ پڑھا جائے تو نہ صرف یہ کہ کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ اچھی بات ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے (قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ بِأَلْحَانِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا "قرآن عرب لوگوں کے لہجے میں خوش الحانی سے پڑھا کرو۔" وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْفِسْقِ وَاَهْلِ الْكَبَائِرِ فَاِنَّهُ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُرَجِّعُوْنَ الْقُرْآنَ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ لَا يَجُوْزُ تَرَاقِيَهُمْ قُلُوْبُهُمْ مَقْلُوْبَةٌ وَقُلُوْبُ مَنْ يُعْجِبُهُ شَاْنُهُمْ (وسائل الشیعہ، کتاب صلوٰۃ) "تم کو فاسقوں اور گناہِ کبیرہ کرنے والوں کے سے انداز سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یقیناً ایسے لوگ دنیا میں آئیں گے جو قرآن کو گانے کے، گا کر رلانے والوں کے اور راہبوں کے طرز پر پڑھا کریں گے۔ ایسے لوگوں کے پاس جانا یا ان کو اپنے پاس بلانا جائز نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے دل الٹے ہوئے ہوں گے، اور جو لوگ ایسوں سے متاثر ہوں گے ان کے دل بھی ایسے ہی الٹے اور کج ہوں گے!"

خوبصورت آواز اور گانا

قیامت قریب ہونے کی علامتیں ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ایسے لوگ بھی دنیا میں آئیں گے جو قرآن کو دنیاوی مقاصد کے لئے حفظ کریں گے اور گانے کے طرز پر تلاوت کریں گے۔"

البتہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں، جیسا کہ ذکر ہوا، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھی آواز میں قرآن کی تلاوت مستحب ہے۔ بس اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ گانے کے طرز پر نہ ہو۔

لڑکی کی شادی میں گانا بجانا

بعض مجتہدین نے تین شرطوں کے ساتھ شادی کے موقع پر عورتوں کو گانے کی اجازت دی ہے:

۱ــــــ پہلی شرط یہ ہے کہ گانا سننے والوں میں کوئی مرد موجود نہ ہو، یہاں تک کہ محرم مرد بھی موجود نہ ہوں۔

۲ــــــ دوسری شرط یہ ہے کہ گانے فحش نہ ہوں اور جھوٹی باتوں پر مشتمل نہ ہوں۔

۳ــــــ تیسری شرط یہ ہے کہ گانے کے ساتھ ڈھول تاشہ اور دیگر بجانے کے آلات استعمال نہ ہوں۔

بعض علماء نے دف (یعنی ایسا ڈھول جس کے ایک ہی طرف کھال ہو) شادی میں بجانے کی اجازت دی ہے۔ شہید ثانی اور محقق ثانی فرماتے ہیں کہ دف شادی میں اس صورت میں بجانا جائز ہے جب کہ اس کے اطراف میں جھنجھنے نہ لگے ہوں۔

لیکن احتیاط یہی ہے کہ شادی کے موقع پر نہ تو عورتیں گانا گائیں اور نہ ہی کوئی چیز بجائیں۔ شیخ انصاری علیہ الرحمہ "مکاسب" میں شہید ثانی کتاب "دروس" میں اور سید مرتضیٰ کتاب "وسیلہ" میں اس موضوع پر یہی فرماتے ہیں: اَلْاِحْتِیَاطُ طَرِیْقُ النَّجَاةِ یعنی احتیاط ہی نجات کا راستہ ہے۔

سترھواں گناہ

جھوٹ

۱۷
سترہواں گناہ: جھوٹ

سترہواں ایسا گناہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے۔ جھوٹ بولنا ہے۔ شیخ انصاری علیہ الرحمہ کتاب "مکاسب محرّمہ" میں فرماتے ہیں: "جھوٹ بولنا نہ صرف یہ کہ عقلی اعتبار سے یقیناً حرام ہے، بلکہ تمام آسمانی ادیان، خصوصاً اسلام کے لحاظ سے یہ حرام ہے نہ صرف قرآنِ مجید بلکہ احادیث اجماع اور عقل، ادلّہ اربعہ سے جھوٹ کا حرام ہونا ثابت ہے۔
فضل ابن شاذان نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے جو گناہانِ کبیرہ کی فہرست نقل کی ہے اور اسی طرح کی روایت اعمش نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے جو نقل کی ہے، ان دونوں میں جھوٹ کو صاف الفاظ میں گناہِ کبیرہ بتایا گیا ہے۔

جھوٹ بڑے گناہوں میں سے ایک

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ (وسائل الشیعہ) "آگاہ ہو جاؤ، میں تمھیں گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑے گناہوں کو بتاتا ہوں: کسی کو خدا کا شریک قرار دینا، والدین کے ذریعے عاق ہو جانا، اور جھوٹ بولنا!"

اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے کہ جُعِلَتِ الْخَبَائِثُ كُلُّهَا فِيْ بَيْتٍ وَّاحِدٍ وَجُعِلَ مِفْتَاحُهَا الْكِذْبُ (مستدرک الوسائل کتاب حج، باب ۱۲۰) "تمام برائیاں ایک کمرے میں مقفل ہیں اور اس کی چابی جھوٹ ہے!"

فرشتے لعنت بھیجتے ہیں

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَذَبَ بِغَيْرِ عُذْرٍ لَعَنَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ "مومن جب بغیر کسی عذر کے جھوٹ بولتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت بھیجتے ہیں!" وَخَرَجَ مِنْ قَلْبِهٖ نَتْنٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرْشَ "اور اس کے دل سے ایسی سخت بدبو اٹھتی ہے جو عرش تک پہنچتی ہے" وَكَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِتِلْكَ الْكِذْبَةِ سَبْعِيْنَ

زَنْيَةً اَهْوَنُهَا كَمَنْ زَنٰى بِاُمِّهٖ (کتاب مستدرک الوسائل) " اور اس ایک جھوٹ کے سبب سے خدا اس کے لئے ستر مرتبہ زنا کرنے کے برابر کا گناہ لکھ دیتا ہے۔ اور وہ بھی ایسے زنا جن میں سے معمولی ترین زنا، ماں کے ساتھ (العوذ باللہ) ہو"

بے شک کوئی گناہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنا کہ جھوٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ جھوٹ کے نقصانات زنا کے نقصانات سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ بعض جھوٹ ایسے ہوتے ہیں جو دو قبیلوں اور دو قوموں کو آپس میں لڑوا دیتے ہیں۔ بعض جھوٹ ایسے ہوتے ہیں جو بے شمار جانوں اور ان گنت عصمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں یا کم از کم مالی نقصان کا اور انسانی اصولوں کی پامالی کا سبب بنتے ہیں۔ بعض جھوٹ ایسے ہوتے ہیں جو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہ السّلام پر باندھے جاتے ہیں۔ ظاہر ایسے جھوٹ بدترین گناہ ہیں۔ بعض جھوٹی گواہیاں بے گناہ آدمیوں کو سولی پر چڑھا دیتی ہیں اور کئی گھرانے تباہ کر دیتی ہیں اسی لئے ایک روایت میں ہے اَلْکِذْبُ شَرٌّ مِّنَ الشَّرَابِ " جھوٹ شراب سے زیادہ بڑی برُی ہے!"

جھوٹ کی مذمت میں آیات

سورۂ نحل میں ارشاد ہے اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (سورۂ نحل ۱۶: آیت نمبر ۱۰۵) " جھوٹ بہتان تو بس وہی لوگ باندھا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے!"

اور سورۂ زُمر میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ (سورۂ زمر ۳۹: آیت نمبر ۳) "بے شک خدا جھوٹ اور بہت ناشکرے آدمی کو ہدایت نہیں دیتا!"

اسی طرح چند دیگر آیتوں سے استفادہ ہوتا کہ جھوٹا شخص خدا کی لعنت کا مستحق ہے اور خدا اس سے غضب ناک رہتا ہے۔ مثلاً فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰہِ عَلَى الْکَاذِبِیْنَ (سورۂ آل عمران ۳: آیت نمبر ۶۱) "پھر ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت کے لئے بددُعا کریں گے!" اور مثلاً اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۷) اور اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے!"

گناہ کی مذمت اور اس کے نقصانات سے متعلق کئی آیات و روایات موجود ہیں مرحوم حاجی نوری علیہ الرحمہ نے اختصار کے طور پر اور آسانی سے یاد ہو جانے کے لئے چالیس موضوعات میں ان آیات و روایات کو تقسیم کر دیا ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں:۔

۱: جھوٹ، فسق ہے

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۱۹۷) "پس حج میں نہ تو جماع کی اجازت ہے نہ فسق و فجور کی اجازت ہے۔ اور نہ ہی کسی جھگڑے کی اجازت ہے" اس آیۂ

شریفہ میں فسق سے مراد جھوٹ ہے اور مثلاً سورۂ حجرات میں جھوٹے کو فاسق کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (سورۂ حجرات ۴۹: آیت نمبر ۶) "اگر تمہارے پاس کوئی جھوٹا آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔" اس آیت میں ولید کو فاسق یعنی جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ "قَوْلَ الزُّوْرِ" سے مراد

بُت پرستی کے ساتھ جھوٹ سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے اور ارشاد ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (سورۂ حج ۲۲: آیت نمبر ۳۰) "پس تم ناپاک چیزوں مثلاً بتوں سے بچو اور لغو باتوں سے بھی بچو۔" یہاں قَوْلُ الزُّوْر یا لغو باتوں سے مُراد جھوٹ ہے۔

۳۔ جھوٹ بولنے والا مومن نہیں ہوتا

گزشتہ آیۂ شریفہ (سورۂ نحل ۱۶: آیت نمبر ۱۰۵) سے ثابت ہوتا ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے وہ مؤمن نہیں ہوتا اور جو مومن ہوتا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے "جھوٹ، بہتان وہی لوگ باندھتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے!" ظاہر ہے خدا کی آیتوں پر ایمان نہ رکھنے والا شخص مؤمن نہیں ہو سکتا۔

۴۔ جھوٹ "اِثم" اور گناہ ہے

روایتوں میں جھوٹ کو "اِثم" یا "ذَنب" (گناہ) بھی کہا گیا ہے۔ مثلاً حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: "جھوٹ پورا پورا اِثم اور گناہ ہے۔

۵۔ جھوٹا شخص ملعون ہے

جھوٹا شخص خدا کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر خدا کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۷) "اور اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

۶۔ جھوٹے کا سیاہ چہرہ

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا (قَالَ) اِيَّاكَ وَالۡكِذۡبَ فَاِنَّهٗ يُسَوِّدُ الۡوَجۡهَ (مستدرک الوسائل) "جھوٹ سے بچتے رہو اس لئے کہ جھوٹ منہ کالا کر دیتا ہے!"

کتاب "حبیبُ السّیَر" میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

سلطان حسین میرزا خراسان اور زابلستان کا بادشاہ تھا۔ اس نے

آذربائیجان اور عراق کے بادشاہ سلطان یعقوب میرزا کے پاس اپنا ایک ایلچی بہت سی کتابوں اور دیگر تحفوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان کتابوں میں "کلیاتِ جامی" رکھنے کا بھی اس نے حکم دے دیا تھا جو اس زمانے میں بہت پسند کی جاتی تھی۔

امیر حسین ابیوردی نامی ایلچی جلدی میں غلطی کر بیٹھا اور "کلیاتِ جامی" کی بجائے "فتوحاتِ مکی" لے گیا۔ عراق کے بادشاہ نے اس کے ساتھ بہت شفقت آمیز سلوک کیا اور کہا: "اتنی طویل مسافت میں تم بہت اکتا گئے ہو گے!" ایلچی کہنے لگا: "جی نہیں سلطان نے آپ کے لئے کلیاتِ جامی بھی بھیجی ہے راستے میں جب بھی پڑاؤ کرتا تھا تو اس کا مطالعہ کر کے محظوظ ہوتا تھا!" سلطان یعقوب نے بڑے اشتیاق سے وہ کتاب تحفوں میں سے منگوائی تو وہ موجود نہیں تھی۔ اب ایلچی کا شرمندگی کے مارے برا حال ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا تم کو شرم نہیں آئی ایسا جھوٹ کہتے ہوئے!"

ایلچی کہتا ہے کہ "میں انتہائی شرمندگی کے ساتھ دربار سے نکلا اور سلطان سے خط کا جواب لئے بغیر ہی اور راستے میں پڑاؤ کئے بغیر ہی خراسان پہنچ گیا! میرا جی چاہ رہا تھا کہ کاش مر جاتا مگر یہ جھوٹ نہ کہتا!"

۷۔ جھوٹ کا گناہ شراب سے بڑھ کر ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ

لِلشَّرِّ اَقْفَالًا وَجَعَلَ مَفَاتِيحَ تِلْكَ الْاَقْفَالِ الشَّرَابَ، وَالْكِذْبُ شَرٌّ مِّنَ الشَّرَابِ (اصول کافی، کتاب الایمان والکفر، جھوٹ کا باب) "بیشک خدا نے تمام برائیوں کے کچھ تالے بنائے ہیں اور ان تالوں کی چابی شراب ہے جب کہ جھوٹ شراب سے بدتر ہے!"

اگرچہ شراب عقل و ہوش کو ختم کر دیتی ہے لیکن جھوٹ نہ صرف عقل کو خبط کر دیتا ہے بلکہ انسان کو اتنا بے حیا اور بے غیرت بنا دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کی شیطنت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ شرابی کی عقل جب کام نہیں کرتی ہے تو وہ چالاکی اور عیاری نہیں دکھا سکتا، جب کہ آدمی جھوٹ بول کر چالاکی سے معاشرے کو شرابی سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا دیتا ہے۔

۸۔ جھوٹے کا بدبودار منہ

مروی ہے کہ قیامت کے دن ہر جھوٹے آدمی کے منہ سے سخت بدبو آئے گی!

۹۔ ملائکہ کا اظہار بیزاری

بدبو اس قدر ہوگی کہ فرشتے تک جھوٹے شخص کے پاس نہیں جائیں گے اور اس سے دور ہٹیں گے۔ یہ بات صرف قیامت تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی فرشتوں کو جھوٹے لوگوں کے منہ سے بدبو محسوس ہوتی ہے، حدیث

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَذَبَ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ مِنْهُ (مستدرک الوسائل) "جب خدا کا کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے مُنہ سے اتنی بدبو آتی ہے کہ فرشتے اس سے دور ہٹ جاتے ہیں!"

جھوٹ کفر کا سبب

۱۰۔۔۔۔۔ خداوند تعالیٰ جھوٹے پر لعنت بھیجتا ہے، جس طرح کہ آیۂ مباہلہ اور آیۂ لعان (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۷) سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے ذکر ہوا۔

۱۱۔۔۔۔۔ مروی ہے کہ جھوٹے کے مُنہ سے خارج ہونے والی بدبو عرش تک پہنچ جاتی ہے!

۱۲۔۔۔۔۔ یہ بھی مروی ہے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے خدا کے مقرب فرشتے جھوٹے پر لعنت بھیجتے ہیں!

۱۳۔۔۔۔۔ جھوٹ ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ) اَلْكِذْبُ خَرَابُ الْاِيْمَانِ (کتاب کافی) "جھوٹ ایمان کو خراب کر دینے والا ہوتا ہے۔"

۱۴۔۔۔۔۔ جھوٹ ایمان کا ذائقہ چکھنے سے آدمی کو محروم کر دیتا ہے۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں (عَنْ عَلِیٍّ) لَا يَجِدُ

عَبْدٌ طَعْمَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَتْرُکَ الْکِذْبَ هَزْلَهُ وَ جِدَّهُ (کتاب "کافی") کوئی بندہ ایمان کا ذائقہ اس وقت تک چکھنے سے محروم رہتا ہے جب تک وہ جھوٹ کو ترک نہ کرے' خواہ وہ جھوٹ مذاق میں ہو یا سنجیدگی کے ساتھ!"

۱۵ــــ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ دلوں میں دشمنی اور کینے کا سبب بنتا ہے!

۱۶ــــ جھوٹ کی وجہ سے آدمی کا اخلاق دیگر تمام انسانوں کی نسبت زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ حدیثِ نبوی میں ہے: اَقَلُّ النَّاسِ مُرُوَّةً مَنْ کَانَ کَاذِبًا (مستدرک الوسائل) "مروت اور اخلاق کے اعتبار سے پست ترین آدمی وہ ہے جو جھوٹ بولتا ہو"

۱۷ــــ مروی ہے کہ جھوٹ ایک ایسے گھر کی چابی ہے جس میں تمام برائیاں مقفل ہیں!

۱۸ــــ جھوٹ فسق و فجور ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّهُ مِنَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِی النَّارِ (مستدرک الوسائل) "جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ یہ فسق و فجور کی ایک قسم ہے اور یہ دونوں چیزیں جہنمی ہیں!"

۱۹____ روایت میں ہے کہ ایک جھوٹ کے بدلے ستر ہزار فرشتے جھوٹے آدمی پر لعنت کرتے ہیں!!

۲۰____ جھوٹ منافق کی علامت ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ حدیث مستدرک الوسائل میں موجود ہے کہ "منافق کی تین علامتیں ہیں: جھوٹ بولنا، خیانت کرنا اور وعدہ خلافی کرنا۔"

۲۱____ جھوٹے شخص کا مشورہ شرعی لحاظ سے پسندیدہ نہیں ہے۔ پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں "لَا رَأْیَ لِکَذُوبٍ (مستدرک الوسائل)" جھوٹے شخص کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے!"

۲۲____ جھوٹ بدترین نفسیاتی بیماری ہے! امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کا ارشاد ہے: وَعِلَّةُ الْکِذْبِ اَقْبَحُ عِلَّةٍ۔ (مستدرک الوسائل) "اور جھوٹ کی بیماری بدترین نفسیاتی بیماری ہے!

۲۳____ جھوٹ شیطان کے ہاتھ کی زینت ہے۔ حدیث نبوی میں ہے کہ اِنَّ لِاِبْلِیْسَ کُحْلاً وَّلَعُوْقاً وَّسَعُوْطاً "بیشک ابلیس سرمہ بھی لگاتا ہے، انگلی میں چھلا بھی پہنتا ہے۔ اور نسوار بھی استعمال کرتا ہے!" فَکُحْلُهُ النُّعَاسُ وَ

نُعُوْمَتُہُ الْکِذْبُ وَسُعُوْطُہُ الْکِبْرُ" پس اس کا سُرمہ اونگھنا اور سستی کرنا ہے، اس کی انگلی کا چھلا جھوٹ ہے اس کی نسوار غرور و تکبر ہے!"

۲۴ــــــ انسان جو چیزیں کماتا ہے اُن میں جھوٹ بدترین چیز ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے: اَرْبَی الرِّبَا الْکِذْبُ (وسائل الشیعہ) "انسان کی بدترین کمائی جھوٹ کا سودا ہے!" جی ہاں، گناہ کے اعتبار سے، آدمی جھوٹ بول کر سب سے زیادہ گناہ کما لیتا ہے!

۲۵ــــــ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ "ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فَقَالَ: مَا عَمَلُ اَھْلِ النَّارِ اس نے دریافت کیا "ایسا کون سا عمل ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو جہنمی بنا دیتا ہے؟" فَقَالَ: اَلْکِذْبُ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ وہ "جھوٹ ہے!" اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ فَجَرَ وَاِذَا فَجَرَ کَفَرَ وَاِذَا کَفَرَ دَخَلَ النَّارَ (مستدرک الوسائل) "جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو ہر گناہ کے سلسلے میں بے باک ہو جاتا ہے، اور جب اتنا بڑھ جاتا ہے تو کفر کر بیٹھتا ہے اور جب کفر کر بیٹھتا ہے تو جہنم میں داخل ہو جاتا ہے!"

جھوٹ نسیان اور بھول پیدا کرتا ہے

۲۷ــــــ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِنَّ مِمَّا اَعَانَ اللّٰہُ عَلَی الْکَذَّابِیْنَ اَلنِّسْیَانَ (وسائل الشیعہ) "بیشک بہت جھوٹ بولنے والوں کو خدا جو سزائیں دیتا ہے اُن میں سے ایک نسیان (اور بھول) کا مرض ہے!" پس آدمی جھوٹ بولتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اُس نے جھوٹ بولا تھا پھر اس کا جھوٹ پکڑا جاتا رہتا ہے، وہ رسوا ہوتا ہے مگر اپنی رسوائی کو چھپانے کی کوشش میں وہ جھوٹ پر جھوٹ بولتا ہے اور دوسرا جھوٹ بول کر پہلا جھوٹ نبھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ بھی بھول کر خود کو مزید رسوا کر دیتا ہے۔

۲۸ــــــ "جھوٹ، نفاق اور منافقت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے"

جھوٹ بولنے والوں پر سخت عذاب

۲۹ــــــ جھوٹ بولنے والوں پر خاص قسم کے عذاب نازل ہوتے ہیں آقائے راوندی کی کتاب "دعوات" میں اس موضوع پر ایک طولانی حدیثِ نبوی موجود ہے جس میں آنحضرت شبِ

معراج کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرماتے ہیں۔ اسی میں فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو پیٹھ کے بل لٹایا گیا ہے اور دوسرا شخص اس کے سر پر کھڑا ہے۔ کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ میں ایک نوکیلا لوہے کا ڈنڈا ہے جس سے وہ لیٹے ہوئے شخص کو زخمی کر دیتا ہے۔ اس کا سر گردن تک ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے! ڈنڈا اوپر ہو جاتا ہے تو دوبارہ نیچے آنے سے پہلے وہ شخص ٹھیک ہو جاتا ہے اور بار بار اس عذاب سے وہ گذرتا ہے!"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں میں نے پوچھا "اس کے عذاب کی وجہ کیا ہے؟"

بتایا گیا: "یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا تھا تو ایسا جھوٹ کہتا تھا جس سے دنیا کے لوگوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ پس قیامت تک اس پر (مرنے کے بعد) ایسا ہی عذاب ہوگا!"

۳۰۔۔۔۔۔ جھوٹا شخص نمازِ شب سے محروم رہتا ہے اور اس طرح نمازِ شب سے حاصل ہونے والی برکتوں سے بھی محروم رہتا ہے اور اس کی ایک برکت رزق کی فراوانی ہے۔ شریفی حضرت جعفرِ صادق علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں کہ: اِنَّ الرَّجُل

لَیَکْذِبُ الْکِذْبَ فَیُحْرَمُ بِہَا صَلٰوۃَ اللَّیْلِ فَاِذَا حُرِمَ صَلٰوۃَ اللَّیْلِ حُرِمَ بِہَا الرِّزْقَ (بحار الانوار) "بے شک آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کی وجہ سے نمازِ شب کی توفیق اسے حاصل نہیں ہوتی اور جب نمازِ شب کی توفیق نہیں ہوتی تو اس کی وجہ سے فراوانی رزق بھی نہیں ہوتی!"

۳۱ــــــ جھوٹ ہدایت سے محرومی کا اور گمراہی کا سبب ہوتا ہے۔ آیت میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ (سورۃ زمر ۳۹: آیت نمبر ۳) "بے شک خدا جھوٹے ناشکرے کو ہدایت نہیں دیتا!"

۳۲ــــــ جھوٹے سے انسانیت رخصت ہو جاتی ہے! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السّلام کا ارشاد ہے مَنْ کَثُرَ کِذْبُہٗ ذَھَبَ بَہَائُہٗ (کتاب "کافی") جس شخص کا جھوٹ کثرت سے ہوتا ہے اس کی انسانیت رخصت ہو جاتی ہے" پھر کوئی اس سے مانوس نہیں ہوتا اور کوئی اس سے دل لگاؤ نہیں رکھتا!

۳۳ــــــ جھوٹ سب سے زیادہ خبیث اور گندی چیز ہے!"

۳۴ــــــ جھوٹ ایک گناہ کبیرہ ہے، جس طرح کہ ثابت ہو چکا ہے۔

۳۵ــــــ جھوٹ ایمان سے دور ہے، بلکہ اس کی ضد ہے پیغمبر اکرمؐ

فرماتے ہیں اَلْكِذْبُ مُجَانِبُ الْإِيْمَانِ (مستدرک الوسائل) "جھوٹ جتنا بڑھے گا ایمان اتنا کم ہوگا!"

۲۶ــــــ سب سے بڑا گنہگار جھوٹا شخص ہے! حدیثِ نبویؐ میں ہے کہ ہوں اَعْظَمُ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوبُ (مستدرک الوسائل "ایک سب سے بڑا گناہ بہت باتونی اور بہت جھوٹے شخص کا گناہ ہے!"

۲۷ــــــ جھوٹا آدمی اپنے جھوٹ کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: اِجْتَنِبُوا الْكَذِبَ وَاِنْ رَأَيْتُمْ فِيْهِ النَّجَاةَ فَإِنَّ فِيْهِ الْهَلَكَةَ (مستدرک الوسائل) "جھوٹ سے پرہیز کرو، اگرچہ تمہیں اس میں نجات نظر آرہی ہو، مگر درحقیقت اس میں ہلاکت ہوتی ہے!"

۲۸ــــــ جھوٹا آدمی دوستی کے اور بھائی بنائے جانے کے قابل نہیں ہوتا۔ امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں: يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَجْتَنِبَ مُؤَاخَاةَ الْكَذَّابِ "ہر مسلمان آدمی کو چاہیے کہ وہ بہت جھوٹے آدمی کے ساتھ دوستی اور برادری کا رشتہ نہ باندھے!" إِنَّهُ يَكْذِبُ حَتّٰى يَجِيْئَ بِالصِّدْقِ فَلَا يُصَدَّقُ (وسائل الشیعہ) "اس لئے کہ جھوٹے سے دوستی کرنے والے شخص کو بھی جھوٹا سمجھا جائے گا! حتّٰی کہ اگر وہ سچی

بات بھی کرے گا تو سچ نہیں مانا جائے گا!"

۳۹۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ (سورۂ مومن ۴۰: آیت نمبر ۲۸) "بے شک خدا اسراف کرنے اور جھوٹ بولنے والے کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا!" جھوٹا شخص حق اور حقیقت سے دُور رہتا ہے۔

۴۰۔۔۔۔ جھوٹا شخص صرف دیکھنے میں انسان ہوتا ہے لیکن عالمِ برزخ میں اس کی صورت انسانی نہیں ہوتی۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو حدیثِ معراج بتاتے ہوئے فرمایا تھا: شبِ معراج میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر سُور سے ملتا جلتا تھا اور جس کا باقی بدن گدھے کی طرح کا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ فتنے اٹھاتی تھی اور جھوٹ بولتی تھی!" (کتاب "عیون اخبار الرّضاؑ")

جھوٹ کے مختلف درجات

اگرچہ شہیدِ ثانی علیہ الرحمہ کی طرح مجتہدین کا ایک گروہ جھوٹ کو، خواہ وہ کیسا ہی ہو، مطلق طور پر گناہِ کبیرہ قرار دیتا ہے، لیکن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کے مختلف درجات ہیں۔ اُن میں سے بعض یقیناً

کبیرہ ہیں، بعض جھوٹ سب سے بڑے گناہِ کبیرہ ہیں، اور بعض جھوٹ البتہ ایسے بھی ہیں جن کے گناہِ کبیرہ ہونے میں شک ہے۔ اب ہم جھوٹ کے مختلف درجات ایک ایک کرکے بیان کررہے ہیں۔

اللہ، رسولؐ اور امامؑ کے خلاف جھوٹ

بدترین قسم کا جھوٹ خدا، رسولؐ اور امامؑ کے خلاف جھوٹ ہے۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورۂ نحل ۱۶: آیت ۱۱۶ اور ۱۱۷) "اور جھوٹ موٹ جو کچھ تمہاری زبان پر آئے نہ کہہ بیٹھا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس طرح تو تم خدا پر جھوٹ بہتان باندھو گے۔ بیشک جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (دنیا میں) فائدہ تو ذرا سا ہے لیکن (آخرت میں) اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں (قَالَ) اَلْكَذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنَ الْكَبَآئِرِ (کتاب "کافی) "خدا پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے"۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ابو نعمان سے فرمایا تھا: لَا تَكْذِبْ عَلَيْنَا كِذْبَةً فَتُسْلَبَ الْحَنِيفِيَّةَ (کافی) یعنی "ہم پر ایک جھوٹ بھی مت باندھو کیوں کہ اِس طرح جھوٹ تمھیں اسلام جیسے خاص دین سے خارج کر دے گا" یعنی اماموں پر ایک جھوٹ بھی باندھنے سے ایمان کا نور دِل سے ختم ہو جاتا ہے۔ یہ جھوٹ اتنا شدید ہے کہ اگر جان بوجھ کر روزے کی حالت میں باندھا جائے تو روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

جھوٹ خواہ کیسا بھی ہو

جھوٹ خواہ کیسا بھی ہو اور کسی انداز میں ہو تو حرام ہے۔ جس طرح زبان سے جھوٹ کہنا حرام ہے اُسی طرح قلم سے جھوٹ لکھنا بھی حرام ہے۔ بلکہ ایسا اشارہ انگلی یا سر وغیرہ سے کرنا بھی حرام ہے جو جھوٹا ہو۔ مثلاً نماز نہ پڑھنے والے آدمی سے کوئی پوچھے کہ کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے تو اگر وہ سر سے ہاں کا اشارہ کرے تو یہ بھی جھوٹ اور گناہ ہے۔ اسی طرح یہ جانتے ہوئے کہ دوسرا آدمی جھوٹ بول رہا ہے، اس کے جھوٹ کو مزید پھیلانا اور اُس کی تائید کرنا حرام ہے۔

آیات و احادیث کو اپنے مطلب میں ڈھال لینا

خدا، رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور معصومین علیہم السّلام کے خلاف

جھوٹ باندھنے کے معنی یہی ہیں کہ آدمی کسی بات کی جھوٹی نسبت ان حضرات میں کسی کو دے۔ مثلاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات نہیں کہی ہو، یہ جانتے بوجھتے بھی کہے کہ یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، یا یہ جانتے ہوئے بھی کہ عربی کا فلاں جملہ آیت نہیں ہے، یہ کہہ دے کہ یہ آیت قرآنی ہے۔ اسی طرح آیات واحادیث کے حقیقی معنوں یا ظاہری معنوں کے برخلاف کوئی معنی اپنے مطلب کے مطابق کرنا بھی حرام ہے۔ یا غلط ترجمہ کرے۔

ہر کسی کے بس کی بات نہیں

اسی لئے منبر پر تقریر کرنا یا کہیں اور آیات و روایات کا ترجمہ کرنا ان کی تشریح کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہے یہ بہت خطرناک موقع ہوتا ہے اور کافی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مقرر عربی قواعد مکمل طور سے پڑھا ہوا نہ ہو اور اسے آیات و روایات کی ظاہری مطالب سمجھنا آتا نہ ہو تو وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے بچ نہیں سکتا۔ اسی لئے مقرروں کو چاہیے کہ وہ کافی احتیاط کریں اور آیات کا وہی معنی بتائیں جو واضح اور ظاہر ہوں۔ خاص طور پر متشابہ آیتوں کے ترجمہ و تشریح سے پرہیز کریں۔

خدا کے خلاف جھوٹ کا ایک مقام

خدا پر جھوٹ باندھنے کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی جھوٹی بات کو سچ ظاہر کرنے کے لئے کہے کہ "خدا شاہد ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں" یا یہ کہے کہ خدا جانتا ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ قَالَ عَلِمَ اللّٰهُ مَا لَا يَعْلَمُ اِهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ اِعْظَامًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (کافی) "جو شخص کہے کہ خدا جانتا ہے، حالانکہ خدا اس کے برخلاف جانتا ہو تو خدا کی عظمت اور اس کا جلال دیکھ کر عرش کانپ اٹھتا ہے!" ایک اور حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: اِذَا قَالَ الْعَبْدُ عَلِمَ اللّٰهُ وَكَانَ كَاذِبًا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى جب کوئی بندہ کہتا ہے کہ "خدا جانتا ہے" حالانکہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہو تو خدائے تعالٰی اس سے کہتا ہے: اَمَا وَجَدْتَ اَحَدًا تَكْذِبُ عَلَيْهِ غَيْرِيْ؟ (وسائل الشیعہ، کتاب الایمان باب نمبر ۵) یعنی "تمھیں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ملا۔ جس پر تم جھوٹ باندھ سکو؟"

بعض روایتوں میں ہے کہ جب بندہ کسی جھوٹ بات پر خدا کو گواہ بناتا ہے تو خداوند عالم اس سے فرماتا ہے "تمھیں مجھ سے کمزور اور کوئی نہیں ملا جو اس جھوٹ پر تمھارا گواہ بن سکے؟"

پیغمبرؐ و امامؑ کے خلاف جھوٹ

پیغمبر صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم اور امام علیہ السّلام پر جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ آدمی اپنی جانب سے کوئی حدیث گھڑ لے اور ان سے منسوب کر دے۔ اسی طرح کوئی جعلی حدیث جانتے بوجھتے صحیح حدیث قرار دے دے۔ البتہ اگر قرائن موجود ہوں کہ حدیث صحیح ہو تو اسے معصوم سے نسبت دی جاسکتی ہے اور نقل کیا جاسکتا ہے۔

روایات کو سند کے ساتھ نقل کریں

البتہ کتابوں میں ایسی بہت حدیثیں ملتی ہیں جن کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ صحیح ہیں یا جعلی۔ اگر ایسی حدیثیں بیان کرنی ہوں تو کتاب کا یا راوی کا حوالہ دے کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ نقل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ حدیث میں ضروریاتِ دین کے برخلاف کوئی بات نہ ہو۔ اگر ضروریاتِ دین کے خلاف بات ہو تو حدیث یقیناً جعلی ہوگی۔ اسی طرح امام اور معصوم کی توہین کا اس میں کوئی پہلو نہیں ہونا چاہیے اسی طرح کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جس کو عقلِ سلیم تسلیم کرنے سے انکار کرے۔ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایسی ہی کتابوں سے آدمی احادیث نقل کرے جو معتبر ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں وَلَا تُحَدِّثْ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَتَكُوْنَ كَذَّابًا وَالْكِذْبُ ذُلٌّ (کشف المحجہ) یعنی "اور کسی معتبر آدمی کے سوا کسی اور سے حدیث نقل مت کرو ورنہ تم بہت بڑا جھوٹ کہہ بیٹھو گے۔ اور جھوٹ خدا اور مخلوقِ خدا کے سامنے ذلّت کا باعث ہی ہوتا ہے۔"

حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے حارث ہمدانی کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ نصیحت بھی فرمائی تھی کہ وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ فَكَفٰى بِذٰلِكَ كِذْبًا (نہج البلاغہ) "ہر سُنی سنائی بات لوگوں سے نہیں کہہ دیا کرو۔ جھوٹ بولنے کے سلسلے میں یہی کافی ہے۔"

اسی طرح حدیث کو من وعن نقل کرنا چاہیئے۔ نہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانا چاہیئے اور نہ ایک لفظ کم کرنا چاہیئے اسی طرح کوئی لفظ بدلنا بھی نہیں چاہیئے، ورنہ ان تمام صورتوں میں معصومینؑ پر بہتان ہوجاتا ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (وسائل الشیعہ) "جو شخص مجھ سے ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ جہنم میں بیٹھے گا!"

آقائے نوری کی کتاب دارالسلام میں لکھا ہے کہ ایک شخص عالم با عمل، کتاب مقامع کے مصنف آقائے محمد علی کے پاس کرمان شاہ میں پہنچا۔ اس نے کہا: "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اپنے دانتوں سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا گوشت نوچ رہا ہوں۔ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟" آقائے

محمد علی کچھ دیر سر جھکائے فکر مند بیٹھے رہے اور پھر فرمایا: "شاید آپ مجلس پڑھتے ہیں اور ذکرِ مصائب کرتے ہیں؟" اس شخص نے کہا "جی ہاں" انھوں نے فرمایا یا تو یہ سلسلہ ترک کر دیجئے یا معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہوئے پڑھئے۔"

کتاب شفاءُ الصّدُور میں لکھا ہے کہ آیت اللہ الحاج محمد ابراہیم کلباسی کے حضور ایک عالم مجلس پڑھ رہے تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: "یا زینب یا زینب" یہ سن کر آیت اللہ کلباسی نے باآوازِ بلند فرمایا: "خدا تیرا منہ توڑ دے! امام نے یا زینب دو مرتبہ نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ فرمایا تھا!"

روایت کے مضمون کو بیان کرنا

البتہ حدیث یا آیت کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرنا جائز ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ حدیث نقل کرنے والا شخص نہ صرف یہ کہ عربی سے اچھی طرح واقف ہو بلکہ اُسے مراد سمجھنے کا فن بھی آتا ہو۔ خلاصہ یہ کہ حدیث کے ظاہری معنی اپنے الفاظ میں بیان کرنا جائز ہے۔

البتہ اگر معصوم کی شان کے خلاف محسوس نہ ہو تو نظم کو نثر اور نثر کو نظم میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ماضی کے واقعات کو زبانِ حال میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہو کہ ایک شخص امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے اس سے فرمایا، تو زبانِ حال میں یہ کہا جا سکتا

ہے کہ ایک شخص امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور امامؑ اُس سے فرماتے ہیں البتہ سامعین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ زبانِ حال ہے۔ اسی طرح اگر حدیث میں ہو کہ امامؑ نے منع فرمایا تو اپنے الفاظ میں ایسا کہنا جائز ہے کہ امامؑ نے فرمایا ایسا مت کرو۔

۲۔ جھوٹی قسم اور گواہی سے اجتناب

جھوٹ کا ایک اور درجہ یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھائی جائے، جھوٹی گواہی دی جائے یا شرعی عدالت میں گواہی چھپائی جائے۔ یہ بھی ایسا جھوٹ ہے جس کے گناہِ کبیرہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا تفصیلی بیان انشاء اللہ آنے والا ہے۔

۳۔ جھوٹ کے مُضر اثرات

ایسا جھوٹ یقیناً گناہِ کبیرہ ہے جس کے مضر اثرات ہوں، اور دوسروں کو جس سے نقصان پہنچے۔ اگر نقصان بڑا ہو تو گناہ بھی اسی کی مناسبت سے زیادہ ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنے سے اگر کسی کا مالی نقصان ہوتا ہو تو اس کا گناہ ایسے جھوٹ سے یقیناً کم ہے جس کے نتیجے میں جان ضائع ہوتی ہو۔

۴۔ ہنسی مذاق میں جھوٹ

جھوٹ کی ایک اور قسم مذاق میں جھوٹ بولنا ہے۔ مثلاً ایک بھولے بھالے شخص سے کہا جائے کہ فلاں عورت تم سے شادی پر مائل ہے یا فلاں شخص نے آج رات تمھیں کھانے پر بلایا ہے جب کہ حقیقت میں ایسی کوئی بات نہ ہو۔ اس قسم کا جھوٹ بھی حرام ہے چونکہ روایتوں سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ حرام ہے۔ البتہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر حقیقت کے خلاف بات مذاق میں اس طرح کہی جائے کہ اس کا مذاق ہونا صاف ظاہر ہو۔ تو حرام نہیں ہے مثلاً ایک غیر شادی شدہ آدمی سے مذاق میں کہا جائے کہ دیکھو تمھاری بیوی جا رہی ہے تو یہ حرام نہیں ہے۔ اس لئے کہ سننے والوں کو اس سے دھوکا نہیں ہوتا۔ اگر دھوکے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ البتہ بعض مجتہدین مطلق طور پر مذاق میں جھوٹ بولنے کو حرام قرار دیتے ہیں خواہ اس کا مذاق ہونا ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو، اور یہی احتیاط کا طریقہ ہے اور روایتیں بھی مطلق طور پر مذاق میں جھوٹ بولنے کو منع کرتی ہیں۔

جھوٹ سے مکمل اجتناب

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں: اِتَّقُوا الْکِذْبَ، اَلصَّغِیْرَ مِنْہُ وَ الْکَبِیْرَ فِی کُلِّ جِدٍّ وَ ھَزْلٍ (کافی)

"جھوٹ سے پرہیز کرو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ وہ سنجیدگی سے ہو یا مذاق میں"۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں: لَا یَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَتْرُکَ الْکِذْبَ جِدَّہٗ وَ ھَزْلَہٗ (کافی)

"کوئی بندہ اُس وقت تک ایمان کا ذائقہ چکھ نہیں سکتا جب تک وہ جھوٹ سے پرہیز نہ کرے، خواہ وہ سنجیدگی سے ہو یا مذاق میں ہو"۔

امیرالمومنین علیہ السّلام ہی سے مروی ہے کہ لَا یَصْلَحُ الْکِذْبُ جِدٌّ وَّلَا ھَزْلٌ وَّلَا اَنْ یَّعِدَ اَحَدُکُمْ صَبِیَّہٗ ثُمَّ لَا یَفِیَ لَہٗ اِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ (وسائل الشیعہ)

"جھوٹ میں بہتری نہیں ہے خواہ وہ سنجیدگی سے ہو یا مذاق میں۔ اپنے چھوٹے بچے سے بھی تمھیں ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیئے جسے پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ بے شک جھوٹ آدمی کو بے باکی سے بڑے بڑے گناہ کرنے پر اکسا دیتا ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ آدمی کو جہنّم میں پہنچا دیتے ہیں"۔

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابوذر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا (عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ فِیْ وَصِیَّۃِ النَّبِیِّ لَہٗ قَالَ) یَا اَبَا ذَرٍّ مَنْ مَلَکَ مَا بَیْنَ فَخِذَیْہِ وَمَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ، اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ فِی الْمَجْلِسِ لِیُضْحِکَھُمْ بِھَا فَیَھْوِیْ فِیْ جَھَنَّمَ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ

وَاَدْرَعَنِی۔

"اے ابوذر جو شخص اپنی شرمگاہ کو اور اپنی زبان کو حرام سے محفوظ رکھے گا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ جو شخص کسی جگہ لوگوں کو ہنسانے کے لئے ایک جھوٹی بات کہے گا تو وہی جھوٹی بات اس کو جہنم کی طرف لے جائے گی!"

یَا اَبَاذَرٍّ وَیْلٌ لِلَّذِیْ یُحَدِّثُ وَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَهُ وَیْلٌ لَهُ یَا اَبَاذَرٍّ مَنْ صَمَتَ نَجَی نَعَلَیْکَ بِالصَّمْتِ وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فِیْکَ کِذْبَةٌ اَبَدًا۔

"اے ابوذر! وائے اس پر جو بات کرتا ہو تو جھوٹ بولتا ہو تاکہ لوگوں کو ہنسا سکے۔ وائے ہو اس پر، وائے ہو اس پر! اے ابوذر! جو خاموش رہا نجات پا گیا۔ پس جھوٹ بولنے کی نسبت خاموشی تمہارا فرض ہے اور تمہارے منہ سے کبھی بھی ایک چھوٹا سا جھوٹ بھی نہیں نکلنا چاہیئے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں (قُلْتُ) یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَوْبَةُ الرَّجُلِ الَّذِیْ یَکْذِبُ مُتَعَمِّدًا؟

"یا رسول اللہ! جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والے شخص کی توبہ کس طرح ہوگی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، قَالَ اَلْاِسْتِغْفَارُ وَصَلَوَاتُ الْخَمْسِ تَغْسِلُ ذٰلِکَ (وسائل الشیعہ) "استغفار اور پانچوں وقت باقاعدہ نماز سے یہ گناہ دھول جائے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے ہیں (عَنِ النَّبِيِّ فِي بَيَانِ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَيَكُونُ الْكِذْبُ عِنْدَهُمْ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِ وَلَوْ كَانَ مَازِحًا (کتاب، جہاد)

"جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اگرچہ اُس نے مذاق میں جھوٹ کہا ہو"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے ہیں: (عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ وَبَيْتٌ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ وَبَيْتٌ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا وَلِمَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ وَإِنْ كَانَ هَازِلًا وَلِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ (کتاب، خصال)

"میں ضمانت دیتا ہوں کہ جنت کے اعلیٰ ترین درجے پر ایک گھر ہر ایسے شخص کو دلواؤں گا، جو لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے اگرچہ وہ حق پر ہو۔ اور جنت کے درمیانی درجے میں ایک گھر ہر ایسے شخص کو دلاؤں گا جو جھوٹ سے پرہیز کرے، اگرچہ وہ مذاق میں ہو اور جنت کے باغ میں ایک گھر ہر ایسے شخص کو دلواؤں گا جو اچھے اخلاق والا ہو"

مذاق میں جھوٹ بولنا عام حالات میں گناہ تو ہے لیکن گناہِ کبیرہ نہیں ہے۔ البتہ اگر مذاق میں جھوٹ بولنے سے کسی مؤمن کا دل ٹوٹ جاتا ہو، اس کو اذیت پہنچتی ہو، جسمانی زحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہو یا اس کی بے عزتی ہوتی ہو تو ان صورتوں میں مذاق میں بھی جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ بن جاتا

ہے۔

مبالغہ، جھوٹ نہیں

عام بول چال میں جو مبالغہ ہوتا ہے وہ جھوٹ نہیں ہے۔ مثلاً چند مرتبہ ایک بات بتانے کے بعد آدمی کہہ دیتا ہے کہ میں نے تم کو سَو مرتبہ یہ بتایا ہے۔ ظاہر ہے اُس نے سَو مرتبہ نہیں بتایا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بتانے والے کی مراد سَو عدد نہیں ہے بلکہ تاکید کرنا مقصد ہے اور یہ بتانا مقصد ہے کہ بہت زیادہ مرتبہ بتایا ہے۔

اسی طرح مجاز، اور استعارہ کنایہ ہر قسم کا جائز ہے۔ خصوصاً شاعری میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کسی بھی جھوٹ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے

ایسا بہت دیکھا گیا ہے کہ جب میزبان کھانے کے لئے پوچھتا ہے تو مہمان تکلّف میں بھوکا ہونے کے باوجود کہتا ہے کہ "مجھے بھوک نہیں ہے۔" یہ صاف جھوٹ ہے! لوگ نادانی میں اِس جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور معمولی چیز سمجھتے ہیں حالانکہ روایتوں میں اِس کی بھی مذمت موجود ہے اور اس کا حرام ہونا شرعاً ثابت ہے۔

اسماء بنتِ عُمیس کہتی ہیں کہ: عائشہ کی شادی کی پہلی رات رسولِ خداؐ

نے دودھ کا ایک برتن مجھے دے کر فرمایا کہ "یہ عورتوں کو پینے کے لئے دے دو" عورتوں نے کہا، "ہمیں بھوک نہیں ہے۔" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنکر فرمایا "بھوک اور جھوٹ، دونوں کو جمع مت کرو!"

اسماء نے پوچھا، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہم کو کسی چیز کی رغبت ہو مگر ہم کہیں کہ رغبت نہیں ہے تو کیا یہ جھوٹ شمار ہوتا ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الْکَذِبَ یُکْتَبُ حَتّٰی تُکْتَبَ الْکُذَیْبَۃُ کُذَیْبَۃً (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ نمبر ۴۷۳) "ہاں، بیشک ہر قسم کا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹا چھوٹا جھوٹ بھی لکھا جاتا ہے۔

اگر آدمی اخلاقاً کسی دوسرے شخص کو کہے! "آیئے تشریف لائیے ہمارے گھر" لیکن دل میں چاہتا ہو کہ وہ گھر میں نہ آئے، تو یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس لیے کہ "آیئے" ایک حکمیہ اور انشائیہ جملہ ہے، یعنی نہ تو اس کو سچ کہہ سکتے ہیں اور نہ جھوٹ۔ البتہ ایسی دکھاوے کی خوش اخلاقی سے پرہیز احتیاط کا تقاضا ہے۔ درحقیقت دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو، ایک قسم کی منافقت ہے۔

ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اپنے فرزند اسماعیل کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چاہنے والا شخص آیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ جب امام علیہ السّلام اٹھ کر اپنے مکان کے زنانے حصے میں جانے لگے تو وہ شخص بھی اٹھ کر زنانے حصے کے دروازے تک آیا۔ امام علیہ السّلام وہیں سے

اُس سے رخصت ہو گئے۔ اندر آکر جناب اسماعیل نے امام سے پوچھا: آپ نے اخلاقی طور پر اُسے اندر آنے کے لئے کیوں نہیں کہا؟" حضرت نے فرمایا: اس کا اندر آنا مناسب نہیں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کو اندر بلاؤں اور یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ خدا مجھے ایسے لوگوں میں شمار کرے جو کہتے کچھ ہوں اور دل میں چاہتے کچھ ہوں! (بحار الانوار، جلد نمبر ۱۶، مومن بھائی کی عزت و ناموس والے باب سے صفحہ ۲۲۱)

جھوٹا خواب

جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ آدمی کہئے: "میں نے خواب میں ایسا ایسا دیکھا" یا کوئی خواب کو کسی اور سے منسوب کر دے کہ فلاں نے دیکھا جو حقیقت نہ ہو یہ بھی جھوٹ ہے۔

حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ سب سے بڑے جھوٹ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱:۔۔۔ اَنْ یَدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ کسی شخص کو اس کے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کے نام سے پکارنا۔

۲:۔۔۔ اَوْ یَرِیْ عَیْنَہٗ فِی الْمَنَامِ مَا لَمْ تَرَیَا یا جھوٹ موٹ کا خواب بیان کرنا جو آنکھوں سے نہیں دیکھا ہو۔

۳:۔۔۔ اَوْ یَقُوْلَ مَا لَمْ اَقُلْ یا ایسی بات بتلائے جو میری زبان سے جاری

ہوا ہو۔

جھوٹ کی ایک قسم بے بنائے قصّے گھڑنا ہے۔ جن کی کوئی بنیاد نہ ہو اور جن کو حقیقت سمجھا جائے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ) شَرُّ الرِّوَایَةِ رِوَایَةُ الْکَذِبِ (بحار الانوار، جلد نمبر ۵، صفحہ ۲۶۲)

بدترین روایتوں میں سے ایک جھوٹی بات کا نقل کرنا ہے۔

مثال میں جھوٹ

کسی عقلی مطلب کو زیادہ ذہن نشین کرنے کے لئے اُسے مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔ کبھی جانوروں کی آپس میں گفتگو بنائی جاتی ہے۔ (مثلاً علامہ اقبال کی ایک نظم میں گلہری پہاڑ کو غرور چھوڑ دینے کی نصیحت کرتی ہے۔) اِس قسم کی باتیں چونکہ صاف ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا، اِس سے کسی کو دھوکا نہیں ہوتا، بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے، اس لئے ایسی باتیں جائز ہیں۔ اہلِ بیت علیہم السّلام سے نقل ہونے والی روایتوں میں بھی ایسی باتیں مل جاتی ہیں، اور ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن سے اس طرح مثال دے کر قصّے کہانی کی شکل میں نصیحت کرنے یا حقائق بتلانے کی اجازت ملتی ہے۔

امامِ حسنؑ نے مثال بیان فرمائی

حضرت امام حسن علیہ السّلام معاویہ کے دربار میں ایک دفعہ موجود تھے کہ ایک شخص نے امام علیہ السّلام کے خلاف کچھ نازیبا جملے کہے۔ امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا: اے عمر ابن عثمان! تیری فطرت میں کتنی حماقت ہے کہ تو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ تیری مثال اس مچھر کی سی ہے جو خود کو بڑا سمجھ کر کھجور کے درخت پر بیٹھا تھا اور اُڑتے وقت اس نے درخت سے کہا تھا: "مضبوطی سے جمے رہو اب میں اُڑ کر اترنے والا ہوں!" درخت نے جواب دیا تھا: "میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم مجھ پر کب سے بیٹھے ہوئے ہو۔ اب تمہارا یہاں سے اٹھنا مجھے کس طرح گراں ہو سکتا ہے؟!"

جھوٹ سننا بھی حرام ہے

یہ بات جان لینی چاہیے کہ جس طرح جھوٹ بولنا حرام ہے اسی طرح یہ جانتے ہوئے کہ یہ جھوٹ ہے اسے سننا بھی حرام ہے۔ جس طرح جھوٹ بات لکھنا یا پڑھنا حرام ہے اسی طرح جھوٹ بات نقل کرنا بھی حرام ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں اور منافقوں کی اس بات پر مذمت ہوئی کہ وہ جھوٹی باتیں ادھر سے اُدھر پھیلاتے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ "جھوٹی باتیں سننے والے۔"

شیخ صدوق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ امام سے پوچھا گیا: (سُئِلَ عَنِ الصَّادِقِ) أَيَحِلُّ الْاِسْتِمَاعُ لَهُمْ "کیا جھوٹے لوگوں کا جھوٹ غور سے سننا جائز ہے؟"

فَقَالَ لَا مَنْ اَصْغٰی اِلٰی نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهٗ فَاِنْ کَانَ النَّاطِقُ عَنِ اللّٰهِ فَقَدْ عَبَدَ اللّٰهَ وَاِنْ کَانَ النَّاطِقُ عَنْ اِبْلِیْسَ فَقَدْ عَبَدَ اِبْلِیْسَ۔ (کتاب اعتقادات) امام علیہ السّلام نے فرمایا، نہیں، جو شخص کسی بات کرنے والے کی بات شوق سے سنتا ہے تو اسی کی مرضی کے مطابق عبادت کر بیٹھتا ہے۔ اگر بولنے والا خدا کو مانتا ہے تو سننے والا خدا کی عبادت کرے گا، اور اگر بولنے والا شیطان کی بات مانتا ہے تو سننے والا بھی شیطان کی عبادت کرے گا!"

ایسی ہی ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السّلام سے بھی مروی ہے۔ جو کتاب کافی میں موجود ہے۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (سورۂ حج ۲۲: آیت نمبر ۳۰) یعنی "بے ہودہ باتوں سے اجتناب کرو" اور وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (سورہ فرقان ۲۵: آیت نمبر ۷۲) یعنی، جو لوگ بے ہودہ چیز کا تماشا نہیں دیکھتے"۔ ان جیسی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ سننا بھی حرام ہے ظاہر ہے کہ جس جگہ آدمی جھوٹ بولتا ہے وہ معصیت اور خدا کی نافرمانی کی جگہ ہوتی ہے اور سننے والا شخص اِس معصیت میں شریک ہوجاتا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ نہی عن المنکر کی رو سے بھی واجب ہے کہ جھوٹ کو جھٹلایا جائے تاکہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرے۔

"توریہ" کیا ہے؟

توریہ کے معنی ہیں ایک ایسی بات کہنا جس کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی درست ہو اور دوسرا معنی حقیقت کے خلاف ہو۔ اور کہتے ہیں کہ توریہ کرنے والا شخص درست معنی کا ارادہ کرتا ہے جب کہ سننے والا حقیقت کے خلاف والا معنی سمجھ بیٹھتا ہے۔ مثلاً ایک ظالم شخص آپ کے گھر آتا ہے اور آپ کو گھر سے باہر بلواتا ہے آپ اس سے بچنا چاہتے ہیں اور گھر میں چھپے بیٹھے رہنا چاہتے ہیں تو ایسے میں آپ کے گھر کا فرد دروازے پر جا کر کہہ سکتا ہے: "وہ یہاں نہیں ہیں" اس سے مراد یہ ہو کہ آپ اس دروازے کے پاس نہیں ہیں۔ یہ جائز ہے۔ اگرچہ ظالم سمجھے کہ آپ گھر میں نہیں ہیں۔

یا ظالم شخص آپ سے کسی مظلوم کا پتہ پوچھتا ہے تاکہ اس پر ظلم کرے تو آپ اس کا پتہ معلوم ہونے کے باوجود کہہ سکتے ہیں کہ: "مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم" یہاں لفظ "اس سے" مراد کوئی اور شخص لے سکتے ہیں جس کا پتہ آپ کو واقعی معلوم نہ ہو۔

اسی طرح اگر خدانخواستہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو اور کوئی آپ سے پوچھ بیٹھے: کیا کبھی ایسا گناہ آپ سے سرزد ہوا ہے؟" آپ یہ کہہ کر اپنی عزت محفوظ کر سکتے ہیں: "أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ! میں خدا کی پناہ مانگوں گا اگر ایسا گناہ کر بیٹھوں" اسی طرح آپ کوئی عکسیہ انشائیہ یا سوالیہ جملہ کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً: کیا

آپ مجھ سے ایسی توقع رکھتے ہیں کہ میں ایسا گناہ کروں گا؟" یا یہ دعا کہہ سکتے ہیں کہ "خدا مجھے ایسے گناہ سے محفوظ رکھے۔"

اسی طرح آپ نے اگر کسی شخص کو اُس کا عیب بتایا اور وہ ناراض ہونے لگا تو یہ جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ میں یہ عیب نہیں۔ آپ اُسے منانے کے لئے کہہ سکتے ہیں: "آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ کے بارے میں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔"

"توریہ" کا حکم

توریہ کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم

پہلی قسم کا توریہ ہے کہ کوئی مصلحت درپیش ہو یا کسی نقصان سے بچنا مقصود ہو۔ اس کی مثالیں اوپر ذکر ہوئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توریہ کی یہ قسم جائز ہے۔

دوسری قسم

دوسری قسم کا توریہ یہ ہے کہ آدمی توریہ کرکے کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو، اُسے تکلیف دینا چاہتا ہو یا اُس کی بے عزتی کرنا چاہتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا توریہ حرام ہے۔

تیسری قسم

تیسری قسم کا توریہ کچھ یوں ہے کہ اس میں نہ تو کوئی مصلحت ہو اور نہ ہی اس سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچتا ہو۔ بعض مجتہدین نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں توریہ حرام ہے۔ اس لئے کہ توریہ درحقیقت جھوٹ کی ایک قسم ہے اور جھوٹ کو جن دلیلوں سے حرام قرار دیا گیا ہے اُن ہی سے اِس تیسری قسم کا توریہ بھی حرام ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ اس قسم کے توریہ کو جائز قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض دیگر مجتہدین البتہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کا توریہ حرام نہیں ہے۔ جن دلیلوں سے توریہ جائز قرار پاتا ہے اُن ہی دلیلوں کے ذریعے ایسا توریہ بھی جائز قرار پاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ توریہ جھوٹ نہیں ہے۔

بہرحال احتیاط کا راستہ یہی ہے کہ آدمی توریہ صرف وہاں کرے جہاں جائز ہونا یقینی ہو۔

وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے

۱:— جب بھی جان، مال یا عزت کو خطرہ لاحق ہو اور جھوٹ بولنے سے وہ خطرہ ٹل جاتا ہو تو ایسی صورت میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ خواہ اپنی جان، مال یا عزت کو خطرہ لاحق ہو یا کسی اور کی۔ یہاں تک کہ نقصان سے بچنے کے لئے اگر قسم بھی کھانی پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ بعض موقعوں پر جب بڑا

نقصان سامنے ہو، مثلاً جان کو خطرہ لاحق ہو تو جھوٹ بول کر جھوٹی قسم کھا کر جان بچانا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک ظالم شخص کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہے، اُسے مارنا پیٹنا چاہے، اُس کی بے عزتی کرنا چاہے، اُس کا قابلِ ذکر مال ضبط کر لینا چاہے یا اُسے جیل میں بند کر دینا چاہے اور وہ آپ سے اُس کا پتہ پوچھے تو آپ پر واجب ہے کہ اُس کا پتہ نہ بتائیں، خواہ آپ کو جھوٹی قسم کھا کر کہنا پڑے کہ اس کا پتہ نہیں معلوم۔

اِسی طرح اگر آپ کے پاس کسی کی امانت موجود ہے اور کوئی ظالم اُس امانت کو ہتھیا لینا چاہتا ہو تو آپ پر واجب ہے کہ آپ اُس امانت کی حفاظت کریں، خواہ آپ کو جھوٹ یا جھوٹی قسم کا سہارا لینا پڑے۔

مسلمانوں کی نجات کے لئے جھوٹی قسم

مسلمانوں کی نجات کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے حق میں کئی روایات موجود ہیں مثلاً شیخ انصاری اپنی کتاب "مکاسب" میں امام جعفرِ صادق علیہ السّلام اور حضرت علی علیہ السّلام کے حوالے سے یہ حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نقل کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ) اِحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِبًا وَنَجِّ اَخَاكَ مِنَ الْقَتْلِ (وسائل الشیعہ، کتاب الایمان جلد نمبر ۳ باب نمبر ۱۲)

"خدا کی جھوٹی قسم کھا بیٹھو لیکن اپنے مسلمان بھائی کو ناحق قتل ہونے سے بچالو!"

اسماعیل ابن سعد کی صحیح حدیث میں ہے کہ انھوں نے کہا: "میں نے امام علی رضا علیہ السّلام سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو بادشاہ سے اپنا مال محفوظ رکھنے کے لئے جھوٹی قسم کھا بیٹھا ہو۔ امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا: قَالَ لَا بَأْسَ "کوئی حرج نہیں ہے" وَسَئَلْتُهُ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السّلام سے پھر پوچھا: هَلْ يَحْلِفُ الرَّجُلُ عَلٰى مَالِ أَخِيْهِ كَمَا يَحْلِفُ عَلٰى مَالِ نَفْسِهِ؟

"اگر آدمی اپنے مسلمان بھائی کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے جھوٹی قسم کھائے، جس طرح کہ خود اپنا مال بچانے کے لئے کھائی ہو تو کیا جائز ہے؟ امام علی رضا علیہ السّلام نے جواب دیا (قَالَ نَعَمْ) "ہاں" جائز ہے۔

(وسائل الشیعہ، کتاب الایمان، جلد ۳، باب نمبر ۱۲)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: فَأَمَّا الْيَمِيْنُ الَّذِيْ يُؤْجَرُ عَلَيْهَا الرَّجُلُ إِذَا حَلَفَ كَاذِبًا وَلَمْ تَلْزِمْهُ الْكَفَّارَةُ فَهُوَ أَنْ يَحْلِفَ الرَّجُلُ فِيْ خَلَاصِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ أَوْ خَلَاصِ مَالِهِ مِنْ مُتَعَدٍّ يَتَعَدّٰى عَلَيْهِ مِنْ لِصٍّ أَوْ غَيْرِهِ

(کتاب تقیہ)

"اگر کسی مسلمان شخص کو نجات دلانے کے لئے یا اُس کے مال کو

کسی ظالم یا چور کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے کوئی شخص جھوٹی قسم کھانے پر مجبور ہو تو نہ صرف یہ کہ جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں دینا پڑے گا بلکہ اُس کو بڑا اجر و ثواب ملے گا۔"

مالی نقصان اور جھوٹ

یہاں پر دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ کہ مطلق طور پر ہر قسم کے نقصان سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن اگر مالی نقصان برداشت کر سکتا ہو تو مستحب ہے کہ آدمی نقصان برداشت کرے۔ لیکن جھوٹ نہ بولے، امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: عَلَامَةُ الْاِیْمَانِ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَیْثُ یَضُرُّكَ عَلَی الْکِذْبِ حَیْثُ یَنْفَعُكَ (نہج البلاغہ)

"ایمان کی علامت یہ ہے کہ آدمی نقصان کے موقعے پر بھی سچ بولے اور فائدے کی خاطر بھی جھوٹ نہ بولے۔"

جہاں تک ہو سکے توریہ کریں

ایک اور بات ذہن نشین کرنے کے قابل یہ ہے کہ جن مقامات پر مجتہدین توریہ کو لازم سمجھتے ہوں اور توریہ سے کام چل جاتا ہو تو جھوٹ بولنے کی بجائے احتیاط یہ ہے کہ آدمی توریہ کرے۔

دو مومنوں میں جھوٹ کے ذریعے صلح و صفائی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: (عَنِ الصَّادِقِ) اَلْكَلَامُ ثَلٰثَةٌ صِدْقٌ وَكِذْبٌ وَاِصْلَاحٌ بَيْنَ النَّاسِ، قِيْلَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ؟ قَالَ: تَسْمَعُ مِنَ الرَّجُلِ كَلَامًا تُبَلِّغُهُ فَتَخْبُثُ نَفْسُهُ فَتَقُوْلُ سَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ فِيْكَ مِنَ الْخَيْرِ كَذَا وَكَذَا (وسائل الشیعہ کتاب حج)

• کلام کی تین قسمیں ہیں: سچ، جھوٹ اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔

کسی نے پوچھا: "میں آپ پر قربان جاؤں، یہ لوگوں کے درمیان صلح کیا چیز ہے؟" امام علیہ السّلام نے فرمایا "تم ایک شخص سے کوئی بات سُنو اور اس میں ترمیم کرکے کسی اور کو سناؤ کہ وہ تمہارے بارے میں بہت اچھی اچھی باتیں کر رہا تھا۔ (جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہو۔")

دوسروں کا سخت پیغام

خلاصہ یہ کہ اگر صلح و صفائی کرنے میں اور دو آدمیوں کے درمیان موجود رنجش دور کرنے میں اگر جھوٹ کا سہارا بھی لینا پڑے تو ایسا کرنے کا

حکم ہے اور اِس سے آدمی جھوٹ کے گناہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اِس قسم کی بات کو صُلح یا اصلاح کہتے ہیں۔ دوسروں کا سخت پیغام اگر آدمی پہنچا دے تو اس سے رنجش مزید بڑھ جائے۔

اِسی طرح مثلاً میاں بیوی الگ ہو چکے ہوں اور طلاق کی نوبت آسکتی ہو تو آدمی جھوٹ بول کر بھی اُن کے درمیان صُلح وصفائی کرا دے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ مثلاً شوہر سے جاکر کہے: "تمھاری بیوی جُدائی سے بہت پریشان ہے اور تمھاری محبت کا اُسے اتنی شدّت سے احساس ہو رہا ہے کہ وہ بیمار پڑ سکتی ہے۔" اِسی طرح بیوی کے پاس جاکر بھی ایسی ہی جھوٹ موٹ باتیں کی جاسکتی ہیں تاکہ صُلح وصفائی ہو جائے۔

لوگوں کے درمیان مصالحت

حضرتِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ "واجبات بجالانے کے بعد سب سے اچھا عمل لوگوں کے درمیان صُلح وصفائی کرانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ ایسا خیر ہے جو خیر کو دنیا میں پھیلاتا ہے۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے بتایا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصیت کے موقع پر فرمایا: یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحَبَّ اَلْکِذْبَ فِی الصَّلَاحِ وَ اَبْغَضَ الصِّدْقَ فِی الْفَسَادِ (وسائل الشیعہ کتاب حج، باب ۱۴۱)

"اے علیؑ! بے شک خدائے تعالیٰ مُصالحت کی خاطر جھوٹ کو بھی پسند کرلیتا ہے اور دنگا فساد کی راہ میں سچ بولنے کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے!"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: "لوگوں کے درمیان مصالحت کرنا، مصالحت کی فکر کرنا اور جھگڑے دور کرنا نماز روزے سے زیادہ افضل ہے۔"

ابو حنیفہ سائق الحاج کہتے ہیں کہ میرے درمیان اور میرے داماد کے درمیان ایک میراث کے سلسلے میں جھگڑا تھا۔ ابھی ہم جھگڑ ہی رہے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے وکیل مفضل کا اُدھر سے گذر ہوا۔ انھوں نے کچھ دیر رُک کر ہم دونوں کو اپنے گھر بُلا لیا اور اپنے پاس سے چار سو درہم دے کر ہمارے درمیان جھگڑا ختم کرا دیا۔ پھر انھوں نے کہا: "یہ مال جو میں نے تمھیں دیا یہ میرا نہیں تھا بلکہ میرے مولا امام جعفر صادق علیہ السّلام کا تھا۔ انھوں نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ جب بھی میرے اصحاب میں جھگڑا ہو جائے تو میرے مال کے ذریعے اُن کا جھگڑا دور کر دیا کرو!"

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صُلح اور مُصالحت کتنی اہم چیز ہے؟ — آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا کہ یہ کام نماز روزے سے زیادہ افضل ہے۔ حالانکہ عام طور پر یہ کام مستحب ہے! جب کہ نماز روزہ واجب ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نماز روزے سے آدمی کی ذات بہتر بنتی ہے۔

جب کہ مصالحت کروانے سے پورا معاشرہ بہتر بنتا ہے اور پورے معاشرے میں اس طرح نماز روزہ عام ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا آپس میں مل جل کر رہنا نہ صرف آخرت کے اعتبار سے اہم ہے بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی بہت مفید ہے۔ جب مومن کے دل خدا کی خاطر ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں تو اتنی قوت پیدا ہوتی ہے کہ نہ صرف ظاہری دشمنوں سے مقابلہ ہو سکتا ہے بلکہ باطنی دشمنوں یعنی نفس اور شیطان سے بھی مقابلہ آسان ہو جاتا ہے۔

آبِ کُر اور اتحادِ قلبی

لوگوں کے قلبی اتحاد و اتفاق کی مثال آبِ کُر سے دی جا سکتی ہے۔ یعنی جب تک پانی کم مقدار میں مختلف برتنوں میں ہو اور ہر برتن میں کُر کی مقدار سے کم ہو، تو جیسے ہی اس میں نجاست پڑے گی وہ فوراً نجس ہو جائے گا۔ لیکن جب انہی پانیوں کو ایک بڑے ظرف میں ڈال دیا جائے اور وہ کُر کی مقدار تک پہنچ جائے تو اب وہ نہ صرف یہ کہ نجاست کے ملتے ہی نجس نہیں ہوگا بلکہ وہ نجس چیز آسانی سے پاک کر دے گا۔ بالکل اسی طرح جب لوگ متحد ہوں گے ان کے متحد دلوں پر رحمتِ الٰہی واقع ہوگی اور ان سب کے دلوں پر پروردگارِ عالم مہربانی فرمائے گا تو اتحاد کا فائدہ ہر ایک کو پہنچے گا۔ اس کے علاوہ اس اتحادِ قلبی کے نتیجے میں اسلام کی شان و شوکت دوبالا ہو جائے گی۔

اسی طرح نمازِ جماعت کی فضیلت اور اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ برادرِ دینی کے ساتھ حسنِ سلوک، اس کی مدد اور اس کے ساتھ ایثار کرنے کا بڑا اجر ہے۔ اسی طرح مومن بھائی سے ملنے جلنے، اس سے مصافحہ کرنے اور اس سے بوسہ لینا کا بہت ثواب بیان کیا گیا ہے۔ اور دو مومنوں کے درمیان صلح کرانے کا انتہائی عظیم اجر ہے اور خدا کے لئے مومنوں سے دوستی رکھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ ان تمام امور کے ثواب اور اس طرح اس جیسے دوسرے امور کے اجر و ثواب سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ تمام امور مومنوں کے قلبی اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے ہیں۔

جنگ میں جھوٹ

بعض روایتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کافروں سے جنگ میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔

اہلیہ سے وعدہ

شوہر اپنی بیوی سے جھوٹا وعدہ کرے یعنی جب کسی کی بیوی کسی چیز کا مطالبہ کرے تو وہ اس سے وعدہ کرے کہ ہاں فلاں چیز تمہیں دوں گا، حالانکہ اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو!

لیکن اس قسم کے جھوٹے وعدہ کا جائز ہونا مشکل ہے۔ اگرچہ کہ بعض

ضعیف روایتیں ایسے جھوٹے وعدے کے جائز ہونے کو بیان کرتی ہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اگر وہ اپنی بیوی سے جھوٹا وعدہ نہیں کرے گا تو گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہو جائے گا یا اس کی بیوی سخت ناراض ہوگی یا خدا نخواستہ جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے طلاق ہو جائے گی۔ تو پھر ایسی مجبوری کی صورت میں جھوٹا وعدہ کر لینا جائز ہے۔

خوفِ عذاب اور اعمالِ صالحہ

حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ کُلَّ رَاجٍ طَالِبٌ وَکُلَّ خَائِفٍ هَارِبٌ (کتاب، کافی") (ثوابِ الٰہی اور عذاب سے مغفرت کی امید پر) جھوٹ بولنے سے بچو! کیوں کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی اُمید کرتا ہے تو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے (یعنی اس کے حصول کے لیے ویسے کام بھی کرتا ہے۔) اسی طرح جب کوئی شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس چیز سے دوری اختیار کرتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام اس بات کو واضح فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کو واقعاً ثواب حاصل کرنا ہے اور وہ خدا سے ثواب کی اُمید رکھتا ہے تو اسے ہرگز جھوٹ نہیں بولنا چاہیے بلکہ اس اُمید کا لازمہ یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کو انجام دے۔ جھوٹ بولنا تو فعلِ حرام ہے اور انتہائی برا کام ہے! اسی طرح اگر کوئی شخص واقعاً عذابِ الٰہی سے ڈرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ گناہوں

سے فرار اختیار کرے۔ کیوں کہ گناہ عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔ اگر کوئی شخص صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کے ثواب کی امید رکھتا ہوں، اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اور گناہوں کو ترک نہ کرے اور اعمالِ صالحہ کو انجام نہ دے تو ایسا شخص جھوٹا ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السّلام کا ارشاد ہے: یَدَّعِیْ بِزَعْمِهٖ اَنَّهٗ یَرْجُوْ اللّٰهَ كَذَبَ وَالْعَظِیْمِ مَا بَالُهٗ لَا یَتَبَیَّنُ رَجَاءُهٗ فِیْ عَمَلِهٖ وَكُلُّ مَنْ رَجَا عُرِفَ رَجَاءُهٗ فِیْ عَمَلِهٖ اِلَّا رَجَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَدْخُوْلٌ وَكُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ اِلَّا خَوْفَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَعْلُوْلٌ (نہج البلاغہ) جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ وہ خدا سے امید رکھتا ہے لیکن اس کے عمل سے اس کا اظہار نہ ہو تو خدائے بزرگ کی قسم وہ جھوٹا ہے۔ حالانکہ جب کسی بھی چیز کی امید رکھتا ہو تو وہ اس کے عمل سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ خدا سے امید رکھے اور اس کے عمل سے ظاہر نہ ہو! (ایسا شخص خدا سے امید رکھنے والا نہیں بلکہ دھوکے میں ہے)۔ اسی طرح جب بھی کوئی شخص کسی چیز سے ڈرے تو اس کا عملی مظاہرہ کرتا ہے یعنی اس چیز سے فرار اختیار کرتا ہے پھر آخر خوفِ خدا رکھنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود گناہوں سے فرار کیوں نہیں اختیار کرتا!

جس طرح جب آدمی خوفِ خدا اور اس سے امید و رجاء رکھنے کا دعویٰ کرے اور اس کا عملی ثبوت نہ دے تو وہ جھوٹا ہے بالکل اسی طرح اگر کوئی صبر، شکر، رضا، تسلیم، تواضع اور حلم جیسی چیزوں کا دعویٰ کرے لیکن اس کا ثبوت

پیش نہ کرے تو وہ بھی جھوٹا کہلائے گا!

جو زبان پر، وہی دل میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: إِذَا كَبَّرْتَ فَاسْتَصْغِرْ مَا بَيْنَ الْعُلَى وَالثَّرَى دُوْنَ كِبْرِيَائِهِ " جب تم اللہ اکبر کہو تو جو کچھ بھی عرش سے فرش تک کے درمیان ہے سب کو خدا کے مقابلے میں جھوٹا سمجھ کر ہی (دل کی گہرائی) سے کہو۔ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى إِذَا اطَّلَعَ عَلَى قَلْبِ الْعَبْدِ وَهُوَ فِي قَلْبِهِ عَارِضٌ عَنْ حَقِيْقَةِ التَّكْبِيْرِ " اس لئے کہ خداوند تبارک وتعالےٰ جب یہ دیکھتا کہ اس کا کوئی بندہ حقیقت میں اللہ اکبر دل کی گہرائی سے نہیں کہہ رہا ہے! قَالَ تَعَالَى (تو پھر اس سے خداوند عالم یہ ارشاد فرماتا ہے) يَا كَاذِبُ اَتَخْدَعُنِيْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَأُحْرِمَنَّكَ حَلَاوَةَ ذِكْرِيْ (مصباح الشریعہ) " اے جھوٹے! تو مجھ سے چالاکی کر رہا ہے۔ میری عزت اور جلال کی قسم میں تجھے اپنے ذکر کی لذت سے محروم رکھوں گا!"

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ زبان سے تو اللہ اکبر کہتے ہیں لیکن (نعوذ باللہ) ان کا دل اور عمل اللہ اصغر (اللہ سب سے چھوٹا ہے) کہہ رہا ہوتا ہے! یعنی اگر ایسے لوگوں سے کہا جائے کہ خدا کے لئے فلاں کام کرو یا خدا کے لئے فلاں کام مت کرو تو وہ اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے ہیں! لیکن اگر انھیں آپ سو روپے دے دیں تو وہ فوراً آپ کی بات مان لیں گے! یعنی سَو

روپیہ ان کی نظر میں بڑا ہے، خدا بڑا نہیں ہے! (نعوذ باللہ) ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب انہیں اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ اگر اس کارِ خیر کو انجام نہ دیا، یا فلاں بُرے کام کو ترک نہ کیا تو مصیبت میں پھنس جائیں گے یا کوئی شخص انہیں تکلیف پہنچائے گا۔ مصیبت اور تکلیف سے بچنے کے لئے تو فوراً وہ اس کام کے کرنے یا چھوڑنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں لیکن اگر صرف اور صرف خدا کے لئے ایسا کام کرنا پڑتا تو وہ ہرگز اس کے لئے تیار نہیں ہوتے!

اظہارِ بندگی اور جھوٹ

اگر کوئی شخص ربّ العالمین سے اظہارِ بندگی کرتے ہوئے کہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) لیکن رات دن مال و دولت کی پوجا کرتے رہے اور اپنا پیٹ بھرنے اور جنسی شہوت کو پورا کرنے کے علاوہ اس کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو کیا آپ اسے سچا کہیں گے؟

کیا ایسا شخص واقعاً خدا کی عبادت کرنے والا ہے؟ اسی طرح جب کوئی شخص صرف اور صرف ظاہری اسباب اور وسائل ہی کو سب کچھ سمجھنے لگے اور انہی پر بھروسہ کرنے لگے، انہی سے مدد مانگنے لگے تو کیا ایسا شخص سچا کہلائے گا؟ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر اس کی مخالفت کرنا بھی جھوٹ ہے۔

دعاؤں میں جھوٹ

دعاؤں اور مناجات میں بھی اکثر اوقات آدمی جھوٹا دعویٰ کر بیٹھتا ہے! مثال کے طور پر جب کوئی شخص یہ کہے "رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا" یعنی میں اپنے پروردگار سے راضی اور خوش ہوں کیوں کہ وہ میری تربیت اور پرورش کرنے والا ہے۔ وہی تمام مخلوقات کی پرورش کرتا ہے۔ میں اس سے راضی ہوں۔

اب اگر کوئی شخص خدا کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کی قضا و قدر کو تسلیم نہ کرے، بلکہ جب اس کی اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام واقع ہو جائے تو غم و غصہ کے عالم میں خدا سے شکایتیں کرنے لگے! اس کے شکایت کرنے والے جملے اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ جھوٹا ہے!

اقرارِ ائمہؑ اور جھوٹ

اسی طرح جب کوئی شخص کہے وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَبِالْقُرْآنِ کِتَابًا وَبِعَلِیٍّ اِمَامًا یعنی میں اس سے خوش ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں اور قرآنِ مجید میری کتاب ہے۔ علی علیہ السّلام میرے امام ہیں اور یہ سب میری ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہیں۔ زبان سے تو یہ کہے لیکن مقامِ عمل میں خواہشاتِ نفسانی اور شیطان کو اپنا رہنما قرار دے! اور انہی کی پیروی

کرے! قرآن اور اس کے احکامات کی طرف توجہ تک نہ دے۔ ائمہؑ کے ارشادات کو نظر انداز کر دے تو ایسا شخص بھی جھوٹا ہے۔

کیا سچ کہتا ہے؟

جب کوئی شخص یہ دعا کرتے ہوئے کہتا ہے اِذَا رَأَیْتُ ذُنُوْبِیْ فَزِعْتُ وَاِذَا رَأَیْتُ کَرَمَکَ طَمِعْتُ (پروردگار) "جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو یہ گریہ کرتا ہوں اور جب تیرے لطف و کرم کو دیکھتا ہوں تو اس بات کی امید پیدا ہوتی ہے کہ تو بخش دے گا" زبان سے تو یہ کہتا ہے لیکن گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور اگر گناہ کو گناہ سمجھ بھی لے تو اُسے بلا خوف کرنے لگتا ہے! گناہ کرتے وقت اس کی پیشانی پر بل تک نہیں پڑتا! وہ خدا کے لطف و کرم کا طلب گار تک نہیں ہوتا! کیا ایسا شخص سچ کہتا ہے؟ اس کا جھوٹ بالکل واضح نہیں!؟

اسی طرح جب کوئی شخص کہتا ہے کہ "اَبْکِیْ لِخُرُوْجِ نَفْسِیْ" یعنی میں جانکنی کے خوف سے رو رہا ہوں۔ قبر کے سوال و جواب کے خوف سے رو رہا ہوں۔ قیامت کے خوف سے رو رہا ہوں۔ حالانکہ وہ کسی ایسے خوف میں نہیں رو رہا ہے! اس کا جھوٹ آشکار ہے۔ شاید ایسے ہی جھوٹ کی طرف امام زین العابدین علیہ السّلام نے دعائے ابو حمزہ میں فرمایا ہے: "لَعَلَّکَ وَجَدْتَنِیْ فِیْ مَقَامِ الْکَاذِبِیْنَ فَرَفَضْتَنِیْ" خداوندا! شاید تو

نے مجھے جھوٹوں کے مقام پر پایا ہے اسی لئے تو نے (مجھ پر سے نظر رحمت ہٹالی ہے) اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا ہے۔" یعنی میں نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب میں ہلاکت کی کونسی وادی میں جا گروں گا۔

امامؑ سے جھوٹ

امام علیہ السلام سے جھوٹ بولنے کی مثال یہ ہے کہ زیارت امامؑ میں کہے "اٰخِذٌ بِقَوْلِکُمْ عَامِلٌ بِاَمْرِکُمْ مُطِیْعٌ لَّکُمْ یعنی " اے آئمہ معصومین علیہم السلام! میں آپکے اقوال کو قبول اور آپکے احکام پر عمل کرنے والا ہوں اور آپؑ کی اطاعت کرنے والا ہوں" اب اگر کوئی ان کے ارشاداتِ گرامی کو سننے اور ان پر عمل نہ کرے بلکہ خواہشاتِ نفس پر عمل کرے۔ ایسا شخص شیطان ہے! اس کا امامؑ سے جھوٹ ظاہر ہے!

اسی طرح امامؑ سے جھوٹ کی ایک اور مثال یہ جملہ ہے جو زیارت پڑھتے ہوئے کہے: سِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَکُمْ وَحَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَکُمْ۔ یعنی "اے آئمہ طاہرین علیہم السلام! جو شخص آپ سے امن و سلامتی کے ساتھ رہے گا میں بھی اس کے ساتھ امن و سلامتی سے رہوں گا، اور جو شخص آپ سے جنگ کرے گا اور آپؑ کی مخالفت کرے گا میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور مخالفت اس کی کروں گا" دعویٰ تو یہ ہے لیکن عملی طور پر وہ دشمنانِ

دین سے دوستی رکھتا ہے اور ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہے! اس کے برعکس مومنین اور محبانِ اَئمہ علیہ السّلام سے دشمنی اختیار کرتا ہے! اسی طرح جب اَئمہؑ سے مخاطب ہوکر یہ کہتا ہے کہ "تَارِكٌ لِخِلَافِ عَلَيْكُمْ" یعنی "اے ائمۂ مومنین علیہم السّلام! آپ کے مخالفین کو ترک کرنے والا ہوں" حالانکہ عملی طور پر ایسا نہیں کرتا! کیا ایسا شخص امامؑ سے جھوٹ نہیں بول رہا ہے؟!

پھر ہم دعا کیسے کریں؟

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ذکرِ خدا کرنے اور دعا پڑھنے کی صورت میں خدا، رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امام علیہ السّلام سے جھوٹ بولنے والا قرار پائے تو پھر وہ آخر دعا زیارت کیسے کرے؟

اس کا تفصیلی جواب تو ہم یہاں پر نہیں دے سکتے کیوں کہ یہ کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی جارہی ہے۔ البتہ مختصراً یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم نے خدا، رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امام علیہ السّلام کے بارے میں جس قسم کے جھوٹ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ عجب، خود پسندی اور غرور وغیرہ سے بچانے کے لئے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مومن اپنے ذکرِ خدا اور دعاؤں پر ناز کرنے لگے! ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم اپنی دعاؤں اور ذکرِ خدا میں جب سچ نہیں بولتے ہیں تو پھر ہمیں دعا اور ذکرِ خدا کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایسی مایوسی شیطانی خیالات کا نتیجہ ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ اُسے

ثواب سے محروم کردے اور دیا ابھی سے روک دے۔ کیوں کہ ہر شخص بالکل ابتداء ہی سے سچا نہیں ہوا کرتا بلکہ اپنی کوشش اور جد وجہد کے نتیجے میں صداقت کے مقام اور مرتبے کو حاصل کرتا ہے۔ اور پھر خداوند عالم اپنے لطف وکرم سے اسے منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

دعاؤں میں جو جملے بیان کئے گئے ہیں یا تو کوئی شخص اس کے معنی کو سمجھتا ہے یا نہیں سمجھتا۔ جو شخص معنی کو نہیں سمجھتا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے یا ان دعاؤں کو پڑھتا ہے جو ائمہ معصومین علیہ السّلام سے ہم تک پہنچی ہیں تو یقیناً ان جملوں کی نورانیت کا اثر اس پر پڑتا ہے اور اس کا دل منوّر ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اسے ثواب بھی ملتا ہے۔ جو شخص قرآن مجید اور دعاؤں کے معنی کو نہیں سمجھتا اور اسے پڑھتا ہے یقیناً اسے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔

ہر شخص کے مختلف مراتب

لیکن وہ اشخاص جو قرآن اور دعاؤں کے معنی کو سمجھتے ہیں انہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ ان کے مختلف درجات ہیں۔ سب سے اعلےٰ درجہ پر ائمہ معصومین علیہم السّلام ہیں جو مکمل طور پر ان کے معنیٰ کو سمجھتے ہیں، اور اکثر مومنین اس مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتے تو پھر بھلا ان کے بارے میں کیسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے

ہیں کہ انشاء اللہ مومنین جھوٹ نہیں بول رہے ہیں ۔ مثال کے طور پر تمام مومنین خوفِ خدا رکھتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں آیا ہے وَخَافُونِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۂ آلِ عمران ۳: آیت نمبر ۱۷۵) اگر تم سچے مومن ہو تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو ۔ اسی طرح تمام مومنین خدا سے امید رکھتے ہیں ۔ یقیناً مومنین کے دلوں میں خوفِ خدا ہے اور وہ جس طرح خدا سے امید رکھتے ہیں اس کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں اور ان کے یہ درجات آئمہ علیہ السّلام کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتے ۔

مؤمنین چونکہ تزکیۂ نفس کی اس منزل پر نہیں ہوتے اور اپنی خواہشات نفسانی کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان سے خداوندِ عالم کے احکامات کی اطاعت میں بھول چوک ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ دعائے ابو حمزہ ثمالی میں ہے ۔۔ اِلٰھِیْ لَمْ اَعْصِکَ حِیْنَ عَصَیْتُکَ وَاَنَا بِرُبُوْبِیَّتِکَ جَاحِدٌ وَّلَا بِاَمْرِکَ مُسْتَخِفٌّ وَّلَا لِعُقُوْبَتِکَ مُتَعَرِّضٌ وَّلَا لِوَعِیْدِکَ مُتَهَاوِنٌ وَّلٰکِنْ خَطِیْئَةٌ عُرِضَتْ لِیْ وَسَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ وَغَلَبَتْنِیْ هَوَایَ ۔

یعنی ، خداوندا میں نے جو گناہ کئے ہیں وہ اس لئے نہیں کئے کہ تیری خدائی کا انکار کرنے والا تھا اور میں نے اس وجہ سے گناہ نہیں کئے کہ تیرے حکم کو معمولی سمجھتا تھا اور نہ ہی تیرے عذاب کو کمتر سمجھ کر میں نے گناہ کئے ۔ بلکہ میں نے اپنی غلطی کا بلی ، نفس پرستی اور غرور کی وجہ سے گناہ کئے ہیں ۔

پختہ یقین اور انحراف

خدا پر ایمان اور اس کے عذاب کا خوف اگر انسان میں پایا جائے تو اس کے باوجود خواہشات نفسانی کے غالب آجانے کی وجہ سے وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ اگر انسان خدا پر یقین رکھے تو کوئی گناہ نہ کرے۔ بہت سے لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مرے ہوئے انسان اور جمادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مردہ نہ تو کوئی حرکت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی کام واقع ہو سکتا ہے پھر بھی آدمی پر وہم غالب آجاتا ہے اور اس کا یقین اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا، اور رات کی تاریکی میں وہ میت کے ساتھ کمرے میں تنہا نہیں رہ سکتا اسے خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ ہم دعا میں پڑھتے ہیں وَيَقِيناً صَادِقاً یعنی، پروردگارا مجھے ایسا سچا یقین عطا فرما یا جس کے نتیجے میں میں تیری اطاعت کر سکوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی پروردگار عالم سے سچے خوف کی تمنا کرے یعنی ایسے خوف کی دعا کرے جو اُسے تمام گناہوں سے بچائے تو خداوند عالم اس کے دل میں سچا خوف پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کے خوف کے درجات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس طرح کہ عبودیت اور اطاعت کے درجات کوشش کے نتیجے میں بڑھتے رہتے ہیں۔

روایت میں آیا ہے مَنْ طَلَبَ شَیْئاً وَجَدَّ وَجَدَ یعنی، جو شخص بھی کسی چیز کو چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے وہ اس کو پا لیتا ہے "۔

جی ہاں! مطلق طور پر ہر اعتبار سے صادق ہونا ائمہ معصومین علیہم السّلام ہی کو زیب دیتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (سورۂ توبہ ۹: آیت نمبر۱۱۹) اور سچوں (صادقین) کے ساتھ ہو جاؤ "۔ اس آیت میں صادقین سے مراد اہلبیت علیہم السّلام ہیں۔

اٹھارھواں گناہ

جھوٹی قسم

اٹھارہواں گناہ - جھوٹی قسم

اٹھارہواں ایسا گناہ جس کے کبیرہ ہونے پر روایتوں میں صراحت موجود ہے وہ جھوٹی قسم ہے۔ جھوٹی قسم کھا کر کوئی خبر دینا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ خاص طور پر خدا کی قسم کسی جھوٹ بات میں کھانا ایک انتہائی بڑا گناہ ہے۔ روایتوں میں ہے ایسا شخص گناہوں میں ڈوبا ہوا رہتا ہے۔ اور جہنم میں بھی آگ میں گھرا رہے گا۔ جھوٹی قسم سے متعلق روایت میں موجود ہے کہ وہ آدمی کے دین کو اس طرح ختم کردیتی ہے جس طرح کوئی تیز دھار کی چیز بدن سے بالوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔

عبدالعظیم نے جو صحیح روایت نقل کی ہے اس سے بھی اور فضل ابن شاذان نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی جھوٹی قسم کے گناہِ کبیرہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ کتاب تحف

الفقول میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: جھوٹی قسم ایمان کو خراب کر دینے والی ہوتی ہے ۔" (بحار الانوار جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳)

جھوٹی قسم کا عذاب

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۂ آل عمران ۳: آیت ۷۷)

"بے شک جو لوگ اپنے عہد اور قسم کو جو انھوں نے خدا سے کی ہو، دنیا کے تھوڑے سے معاوضے کے بدلے میں توڑ دیتے ہیں انھیں لوگوں کے واسطے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ۔ اور قیامت کے دن خدا ان سے بات تک نہیں کرے گا اور ان پر اپنی نظر رحمت بھی نہیں ڈالے گا اور نہ ہی انھیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے ۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیۂ شریفہ اس بات کی دلیل کے طور پر تلاوت فرمائی تھی کہ جھوٹی قسم ایک گناہِ کبیرہ ہے۔

رسولؐ نے قسم کھانے کا حکم دیا

تفسیر المیزان میں یہ واقعہ شیخ صدوق کی کتاب "امالی" سے نقل کیا

گیا ہے کہ امرؤالقیس اور ایک آدمی کے درمیان ایک زمین کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر کوئی کہتا تھا کہ وہ اس کی زمین ہے۔ یہ دونوں حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں یہ جھگڑا لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امرؤالقیس سے فرمایا: "آیا تم دو عادل گواہ پیش کر سکتے ہو؟" اس نے کہا: "جی نہیں" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "پس تمہارے خلاف دعویٰ کرنے والے شخص کو قسم کھا لینی چاہیئے۔" امرؤالقیس نے کہا: "وہ تو جھوٹی قسم کھا کے میری زمین لے گا!" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اگر وہ جھوٹی قسم کھائے گا تو ایسے لوگوں میں شامل ہو جائے گا جس پر کل قیامت کے دن خدا نظر رحمت نہیں ڈالے گا اور اسے گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ ایسے شخص کے لئے دردناک عذاب ہوگا!" جب اس شخص نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ بیان سُنا تو بہت ڈر گیا اور امرؤالقیس کی زمین کے سلسلے میں اپنے جھوٹے دعوے سے باز آیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے: مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ کَاذِبٌ فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ تَعَالٰی (کتاب "کافی" باب ایمان و کفر) "جو شخص کوئی قسم کھائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ جھوٹا ہے تو گویا وہ خدا سے کھل کر جنگ کرنے والا ہے!"[۹]

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)

اِیَّاکُمْ وَالْیَمِیْنَ الْفَاجِرَۃَ فَاِنَّھَا تَدَعُ الدِّیَارَ مِنْ اَھْلِھَا بَلَاقِعَ (کتاب کافی' باب ایمان وکفر) "جھوٹی قسم سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ یہ آبادیوں کو برباد کردیتی ہے۔ اور جھوٹی قسم کھانے والے کو بے سہارا بنا دیتی ہے"۔

دیگر روایات میں ہے کہ جھوٹی قسم اور قطع رحمی ایسی چیزیں ہیں جو آبادیوں کو ویران کردیتی ہیں' بسنے والوں سے خالی کردیتی ہیں اور نسلوں کا سلسلہ منقطع کردیتی ہیں۔ مثلاً ایسی ہی ایک روایت کے الفاظ ہیں: اِنَّ فِیْ کِتَابِ عَلِیٍّ اَنَّ الْیَمِیْنَ الْکَاذِبَۃَ وَقَطِیْعَۃَ الرَّحِمِ تَذَرَانِ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ مِنْ اَھْلِھَا وَتَنْغِلُ فِی الرَّحِمِ یَعْنِیْ اِنْقِطَاعَ النَّسْلِ (کتاب "کافی" باب ایمان وکفر)

جھوٹی قسم کے بُرے اثرات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں (عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ) اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ یُنْتَظَرُ بِھَا اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً (کتاب "کافی" باب ایمان وکفر) "جھوٹی قسم کھانے والا شخص چالیس راتوں کے اندر تنگدست ہو جاتا ہے"۔ اسی مضمون کی چند دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ جیسے امام علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ الَّتِیْ تُوْجِبُ النَّارَ اَلرَّجُلُ یَحْلِفُ عَلٰی حَقِّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ عَلٰی حَبْسِ مَالِہٖ (کتاب "کافی" باب ایمان وکفر)' "وہ جھوٹی قسم جو جہنم میں جانے کا سبب بنتی ہے' یہ ہے کہ آدمی کسی مسلمان شخص کے حق کو مارنے

کے لئے یا اس کا مال چھین لینے کے لئے کھائے۔ امام علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: اِذَا قَالَ الْعَبْدُ عَلِمَ اللّٰهُ وَ كَانَ كَاذِبًا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَمَا وَجَدْتَ اَحَدًا تَكْذِبُ عَلَيْهِ غَيْرِىْ (کتاب "کافی" باب ایمان وکفر) یعنی جب کوئی شخص کہتا ہے "خدا جانتا ہے" حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا ہو تو خدائے تعالےٰ اس سے کہتا ہے: "کیا تمھیں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ملا جس پر تم جھوٹ باندھ سکو!!"

امام جعفر صادق علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ: مَنْ قَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا لَا يَعْلَمُ اهْتَزَّ لِذٰلِكَ عَرْشُهُ اِعْظَامًا لَهُ (کتاب "کافی") یعنی جو شخص کہتا ہے کہ خدا جانتا ہے، حالانکہ خدا کے علم میں اس کے برخلاف بات ہو تو خدا کی عظمت وہیبت دیکھ کر عرشِ خدا لرز اٹھتا ہے!"

قسم کی اقسام (قسم کے ذریعے کوئی چیز ثابت کی جاتی ہے یا کوئی کام لازم ہو جاتا ہے۔)

قسم کسی بات یا خبر کو ثابت کرنے کے لئے یا اسے تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے اور اس کی چار قسمیں ہیں: واجب، مستحب، مکروہ اور حرام۔

قسم کھانا کب واجب ہے؟

اگر جان یا عزت کی حفاظت کا مسئلہ ہو تو آدمی کو اپنی خاطر یا کسی مسلمان کی خاطر قسم کھا لینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اپنے مال کی یا ایسے مال کی حفاظت کا مسئلہ ہو جس کی حفاظت واجب ہو اور جو قسم کھائے بغیر ممکن نہ ہو تو وہاں بھی قسم کھانا واجب ہے۔ حتیٰ کہ کبھی جان، عزت یا خطیر مال کی خاطر جھوٹی قسم کھانا بھی واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ آدمی کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ جھوٹی قسم کھانے کے بجائے توریہ کرے اور اس طرح احتیاط سے کام بھی چلالے۔

قسم کھانا مستحب ہے

بعض مقامات پر قسم کھانا مستحب ہوتا ہے اور بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں قسم نہ کھانا مستحب ہے۔ اگر اپنے یا کسی مسلمان کے مال کی حفاظت کا ایسا مسئلہ ہو جو واجب نہ ہو یعنی ایسا مال ہو جس کی حفاظت واجب نہ ہو تو اس کے لئے قسم کھانا مستحب ہے۔ یہ وہ مال ہے جو بہت کم ہو اور جس کی قیمت تیس درہم سے کم ہو۔

زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: "ظالم حکام ہم سے زبردستی ٹیکس اور خراج وصول کرتے ہیں۔ اگر ہم جھوٹی قسم کھائیں کہ ہمارے

پاس ٹیکس دینے کو کچھ نہیں ہے اور ایسی قسم کے بغیر مال کی حفاظت ممکن نہ ہو تو کیسا ہے؟" امام علیہ السّلام نے فرمایا (فَقَالَ) اِحْلِفْ لَهُمْ فَهُوَ اَحْلٰی مِنَ التَّمْرِ وَالزُّبْدِ (وسائل الشیعہ کتاب الایمان باب ۱۲ حدیث ۲)

"ایسی قسم کھالو۔ ایسی قسم کھجور اور مکھن سے زیادہ میٹھی اور لذیذ ہے!" (ظاہر ہے ایسی قسم ظالم کے ظلم سے نجات کا باعث ہے۔)

البتہ اگر تھوڑا سا مال ہو، خاص طور پر اگر تیس (درہم سے کم مالیت کی رقم ہو تو اس کو ظالم کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے قسم کھانے کی بجائے قسم نہ کھانا مستحب ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام یہ حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نقل فرماتے ہیں کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ اَجَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّحْلِفَ بِهٖ اَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا مِمَّا ذَهَبَ مِنْهُ (فروع کافی کتاب الایمان) یعنی رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص خدا کی بزرگی اور عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے قسم نہ کھائے گا تو خداوند تعالےٰ اسے ایسا مال عطا فرمادے گا جو ہاتھ سے گئے ہوئے مال سے بہتر ہوگا۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: اِذَا ادُّعِيَ عَلَيْكَ مَالٌ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ عَلَيْكَ فَاَرَادَ اَنْ يُّحَلِّفَكَ فَاِنْ بَلَغَ مِقْدَارَ ثَلٰثِيْنَ دِرْهَمًا فَاَعْطِهٖ وَلَا تَحْلِفْ۔ اگر تمہارے خلاف کچھ مال کا دعویٰ کیا جائے لیکن دعویٰ کرنے والے کا تم پر کوئی حق نہ ہو اور وہ تم سے قسم کھلوانا چاہے تو یہ دیکھو کہ اگر مال تیس درہم کی حد میں ہے تو اسے عطا

کر دو اور قسم نہ کھاؤ" وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْلِفْ وَلَا تُعْطِهِ۔ (فروع کافی) "اور اگر مال تیس درہم سے زیادہ کا ہو تو قسم کھالو اور اسے کچھ نہ دو"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: مَنْ قَدَّمَ غَرِيمًا إِلَى السُّلْطَانِ يَسْتَحْلِفُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَحْلِفُ ثُمَّ تَرَكَهُ تَعْظِيمًا لِلّٰهِ تَعَالَىٰ لَمْ يَرْضَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لَهُ بِمَنْزِلَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْزِلَةَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمٰنِ (وسائل الشیعہ) "جو شخص اپنے قرض دار (یا جس پر کچھ مال دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہو) کو بادشاہ کے پاس پیش کرے اور بادشاہ اس سے قسم کھلوانا چاہے لیکن وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قسم کھانے کا حق رکھتا ہے" خدا کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے قسم نہ کھائے تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ ایسے شخص کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے کم کا درجہ دینے پر راضی نہیں ہوگا!

سید سجاد قسم نہیں کھاتے

کتاب کافی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی ایک بیوی کا تعلق قبیلۂ بنی حنیفہ سے تھا۔ امام علیہ السّلام کے ایک شیعہ نے امام سید الساجدین کو خبر دی کہ یہ عورت آپ کے جد حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی دشمن ہے۔ تحقیق کے بعد امام علیہ السّلام نے اسے

طلاق دے دی۔ وہ عورت پہلے ہی مہر لے چکی تھی، اس کے باوجود اس نے امام زین العابدین علیہ السّلام کے خلاف مہر کا جھوٹا دعویٰ حاکم مدینہ کے سامنے پیش کر دیا! اس نے چار سو دینار مہر کا مطالبہ کیا تھا۔ سیّد سجاد علیہ السّلام سے حاکم مدینہ نے کہا: ”یا تو آپ قسم کھا لیجئے کہ آپ نے مہر کی یہ رقم ادا کر دی ہے یا پھر اس کا حق ادا کر دیجئے۔“ حضرت سیّد سجاد علیہ السّلام نے قسم نہیں کھائی، بلکہ اپنے بیٹے حضرت محمد باقر علیہ السّلام کو حکم دے دیا کہ وہ اس عورت کو چار سو دینار دے دیں۔ حضرت محمد باقر علیہ السّلام نے عرض کیا: ”میں آپ پر قربان جاؤں، کیا حق آپ کے ساتھ نہیں ہے؟“ امام علیہ السّلام نے فرمایا: ”کیوں نہیں، لیکن میں خدا کو اس امر سے زیادہ بزرگ اور لائق احترام سمجھتا ہوں کہ اس کے نام سے کچھ دنیوی مال کی خاطر قسم کھا بیٹھوں!“

حق بات پر زور دینے کے لئے قسم

حق بات کو ثابت کرنے کے لئے یا حق بات پر زور دینے کے لئے اور اس کی اہمیت بتانے کے لئے قسم کھانا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب بھی ہے۔ جیسے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا (کتاب مالک، باب ایمان) ”خدا کی قسم خدا مغفرت دینے میں دریغ نہیں کرے گا اگرچہ یہ ممکن ہے کہ تم لوگ مغفرت

طلب کرنے میں کوتاہی کر دی!"

اسی طرح قسم کی ایک اور مثال حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام کا

یہ قول ہے:

لَوَاللّٰہِ لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ مَآ اَعۡلَمُ لَضَحِکۡتُمۡ قَلِیۡلًا وَّ لَبَکَیۡتُمۡ کَثِیۡرًا

(کتاب مسالک باب ایمان) "خدا کی قسم اگر لوگ وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو

بہت کم ہنسا کرتے اور بہت زیادہ رویا کرتے!"

قرآنِ مجید میں اور معصومین کی روایات میں کئی مقامات پر قسمیں کھائی

گئی ہیں۔ ان تمام قسموں کا تعلق اسی قسم سے ہے، یعنی ایسی قسمیں حق

بات پر زور دینے اور اس کی اہمیت بتانے کے لئے کھائی گئی ہیں۔

ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کو ایک خط لکھا

اس خط میں اس نے امام علیہ السّلام سے پوچھا تھا کہ آپ سے جو بات

جھوٹ منسوب کی جا رہی ہے اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

امام علیہ السّلام نے جواب میں لکھا تھا:

وَاللّٰہِ مَا کَانَ ذٰلِکَ وَاِنِّیۡ لَاَکۡرَہُ اَنۡ اَقُوۡلَ وَاللّٰہِ عَلٰی حَالٍ

مِنۡ اَحۡوَالٍ وَلٰکِنَّہٗ غَمَّنِیۡ اَنۡ یُّقَالَ مَا لَمۡ یَکُنۡ (مستدرک الوسائل)

یعنی، خدا کی قسم جو بات منسوب کی جا رہی ہے وہ حقیقت نہیں ہے، لیکن

میں اس کو جھٹلانے کے لئے کسی بھی حال میں واللہ کہنا پسند نہیں کرتا، لیکن

مجھے اس بات کا افسوس ہوتا ہے کہ ایسی بات کہی جا رہی ہے جو واقع نہیں

ہوں گے"

قسم کھانا مکروہ ہے

مستحب اور واجب قسموں کا بیان گذرا۔ ان واجب یا مستحب قسموں کے علاوہ کی دیگر حالتوں میں کلی طور پر قسم کھانا مکروہ ہے، خواہ وہ گزشتہ بات کے لئے ہو یا زمانہ حال کی کسی بات کے لئے ہو یا مستقبل میں ہونے والی کسی بات پر ہو۔ بہر حال عام حالتوں میں عام طور پر قسم مکروہ ہوتی ہے۔ اگر آدمی غیر ضروری طور پر قسم کھائے کہ کل ایسا ہوا تھا۔ یا اس وقت ایسا ہے یا آئندہ ایسا ہوگا۔ تو یہ مکروہ ہے۔ مگر وہ اس وقت ہے جب سچ بات پر قسم کھائی جائے۔ اگر جھوٹی بات پر قسم کھائی جائے تو یقیناً حرام ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا فرمان ہے کہ لَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ صَادِقِیْنَ وَلَا کَاذِبِیْنَ "خدا کی قسم نہ کھایا کرو خواہ تم لوگ سچ بول رہے ہو یا جھوٹ!" فَاِنَّهٗ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ (فروعِ کافی، قسم کا باب) اس لئے کہ خدائے عزّوجل فرماتا ہے "خدا کو اپنی قسموں کے لئے استعمال مت کرو!" (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۲۴)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ قسَم

حَلَفَ بِاللّٰہِ کَاذِبًا کَفَرَ " جس شخص نے خدا کی جھوٹی قسم کھائی اس نے کفر اختیار کیا۔"

وَمَنْ حَلَفَ بِاللّٰہِ صَادِقًا اَثِمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ (فروعِ کافی، قسم کا باب) "اور جس شخص نے خدا کی سچی قسم کھائی اس نے گناہ کیا، اس لئے کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے:

" خدا کو اپنی قسموں کے لیے استعمال مت کرو۔"

مندرجہ بالا حدیث کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا یقیناً ایک بہت بڑا گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کرنے والا شخص ایمان کے اعلیٰ مرتبے سے گر جاتا ہے۔ اس کی مناسبت سے اس کے دل میں کچھ کفر آجاتا ہے، اور سچی قسم کو بھی امام علیہ السّلام نے گناہ کہا ہے، اور لفظ "اثم" استعمال کیا ہے۔ چونکہ مجتہدین کے درمیان مشہور فتویٰ یہی ہے کہ سچی قسم کھانا مکروہ ہے اور حرام نہیں ہے، اس لئے یہاں اس لفظ سے سچی قسم کو شدید مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی ہدایت

فروعِ کافی میں یہ حدیث بھی موجود ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے بتائی ہے اِجْتَمَعَ الْحَوَارِیُّوْنَ اِلٰی عِیْسٰی فَقَالُوْا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریوں (شاگردوں) نے ان کے پاس جمع ہو کر عرض کیا

يَا مُعَلِّمَ الْخَيْرِ اَرْشِدْنَا " اے خیر سکھانے والے! ہم کو نصیحت کیجیے"۔ فَقَالَ اِنَّ مُوْسٰى نَبِيَّ اللهِ اَمَرَكُمْ اَنْ لَا تَحْلِفُوْا بِاللهِ كَاذِبِيْنَ " بیشک خدا کے نبی موسیٰ علیہ السّلام نے تم کو خدا کی جھوٹی قسم نہ کھانے کا حکم دیا تھا"۔ وَاَنَا اٰمُرُكُمْ اَنْ لَا تَحْلِفُوْا كَاذِبِيْنَ وَلَا صَادِقِيْنَ (فروع کافی، قسم کا باب) " اور میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ خدا کی نہ تو جھوٹی قسم کھاؤ نہ سچی!"

قابلِ احترام چیزوں کی قسم

جن موقعوں پر خدا کی قسم کھا سکتے ہیں وہاں دیگر قابلِ احترام، شخصیتوں اور مقدس چیزوں کی قسم کھانا بھی جائز ہے۔ ایسے مقامات پر مثلاً قرآنِ مجید کی قسم، کعبہ کی قسم یا پیغمبرِ اکرمؐ اور ائمہؑ کی قسم بھی کھانا جائز ہے۔ اسی طرح ہر قابلِ احترام ذات یا چیز کی قسم بھی جائز ہے۔ مثلاً آدمی اپنے باپ یا بیٹے یا کسی بھی آدمی کی قسم کھا سکتا ہے۔

جن روایتوں میں خدا کا نام لے کر قسم کھانے سے منع فرمایا گیا ہے وہ اپنا حق ثابت کرنے کے لئے ممنوع ہے، کوئی سچی بات بتلانے کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ البتہ جب اپنا حق ثابت کرنے کے لئے قسم کھانا ضروری ہو تو شرعی طور پر خدا ہی کی قسم کھانی چاہیئے۔ کسی اور ذات یا چیز کی قسم ایسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ شرعی لحاظ سے اس طرح معاملہ ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر مستقبل میں کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو اور اس کے لئے کوئی قسم کھانی پڑے

تو اس میں بھی خدا ہی کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ کوئی اور قسم شرعی حیثیت نہیں رکھتی۔

وہ قسم کہ جس کا کھانا ہمیشہ حرام ہے

وہ قسم جو ہر حالت میں حرام ہے اور اسے کبھی بھی نہیں کھا سکتے۔ وہ خدا اور اس کے دین سے بیزاری اور دوری اختیار کرنے کی قسم کھانا ہے۔ مثلاً آدمی کہے:

"اگر میں ایسا کام نہ کروں تو خدا سے بیزار ہو جاؤں گا یا دینِ اسلام چھوڑ دوں گا!" اس قسم کی بات یقیناً حرام ہے۔ اسی طرح اگر آدمی کہے: "اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو پیغمبرِ خدا محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا انکار کر بیٹھوں گا یا حضرت علی علیہ السّلام کی ولایت سے باہر نکل جاؤں گا یا یہودی وغیرہ بن جاؤنگا۔

اس قسم کی شرط بھی حرام ہے۔ ایسی بات ہر حال میں حرام ہے خواہ اپنا حق ثابت کرتا ہو یا کسی سچی بات پر زور دینا ہو خواہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہو، یا کسی بات پر زور دینا مراد ہو، یا حال اور ماضی میں ایسا ہو، بہر صورت حرام ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ، سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا بَرِيءٌ مِنْ دِينِ مُحَمَّدٍ

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک شخص کو کہتے سنا: "میں دینِ محمد

صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بیزار ہو جاؤں گا!" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَیْلَکَ اِذَا بَرِئْتَ مِنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ فَعَلٰی دِیْنِ مَنْ تَکُوْنُ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سن کر فرمایا: "تجھ پر وائے ہو! اگر تو دینِ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بیزار ہو جائے گا۔ تو پھر کس کا دین اختیار کرے گا؟" قَالَ فَمَا کَلَّمَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی مَاتَ (کتاب کافی قسم کا باب) راوی کہتا ہے کہ پھر رسولِ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس شخص سے بات چیت نہیں کی یہاں تک کہ آنحضرت اس دنیا سے چل بسے۔

یونس ابن ظبیان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا (عَنِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ قَالَ) یَا یُوْنُسُ لَا تَحْلِفْ بِالْبَرَآءَةِ مِنَّا فَاِنَّہٗ مَنْ حَلَفَ بِالْبَرَآءَةِ مِنَّا صَادِقًا اَوْ کَاذِبًا بَرِیءَ مِنَّا (کتاب کافی۔ قسم کا باب) "اے یونس! ہم سے بیزاری کی بات قسم میں استعمال مت کیا کرو۔ جو شخص ہم سے بیزاری کی بات قسم میں استعمال کر بیٹھتا ہے، خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا، ہم سے بیزار ہو جاتا ہے!"

حرمت والی قسم کا کفارہ

جو قسم حرام ہے، خصوصاً ایسی قسم جس میں مقدس ہستیوں سے بیزاری کی بات کی گئی ہو اس کا کفارہ مجتہدین کے ایک گروہ نے ظہار کے کفارے کی مانند بتایا ہے۔ مجتہدین کے ایک اور گروہ نے اس کا کفارہ نذر توڑنے کے کفارے کی مانند بتایا ہے جو کہ ماہ رمضان کا روزہ توڑنے یا

نہ رکھنے کا کفارہ ہے۔ (حوالہ، شرائع الاسلام کتاب کفارات)

البتہ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر بیزاری والی قسم آدمی توڑ بیٹھے تو اس کا کفارہ دس غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے اور اس کے ساتھ توبہ بھی کرنا ہے۔ یہی فتویٰ حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے ایک خط سے بھی ثابت ہوتا ہے جو کتاب مسالک میں تحریر ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں یُطْعِمُ عَشَرَۃَ مَسَاکِیْنَ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ مُدٌّ وَیَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ ہر مسکین کو ایک مدطعام دے گا، اور خدا سے استغفار بھی کرے گا۔" ایک مد ایک سو چودہ مثقال کے برابر ہوتا ہے اور جو چودہ چھٹانک یا سات سو پچاس گرام (پونا کلوگرام) کا ہوتا ہے۔ اس میں آدمی گندم، آٹا، جو، چاول، یا پکی پکائی کوئی بھی غذا دے سکتا ہے۔ مندرجہ بالا روایت کی سند صحیح ہے اس لئے احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

امام جعفر صادقؑ اور منصور دوانیقی

ایک شخص عباسی بادشاہ منصور دوانیقی کے پاس گیا اور امام جعفر صادقؑ کے خلاف اسے بھڑکانے لگا۔ اس نے کہا: "وہ چاہتے ہیں کہ آپ پر حملہ آور ہوں۔ انھوں نے اس کام کے لئے رقمیں ادھر اُدھر بھیجی ہیں۔ یہ سلسلہ جاری ہے۔ وہ عبداللہ ابن حسن کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کی مدد کرتے رہے ہیں جنھوں نے آپ پر حملہ کیا تھا!"

منصور نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کو مدینے سے طلب کر لیا۔

جب امام علیہ السّلام دربار میں پہنچے تو منصور نے وہ سنی سنائی بات نقل کرتے ہوئے امام علیہ السّلام پر سخت نکتہ چینی کی۔ امامؑ نے فرمایا: "میں ایسی باتوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ تمام باتیں جھوٹ اور تہمت ہیں۔"

منصور نے امام علیہ السّلام سے ایسی باتیں منسوب کرنے والے شخص کو طلب کر لیا اس ملعون نے اپنی کہی ہوئی تہمتیں دوبارہ دُہرا دیں! امام علیہ السّلام نے فرمایا "کیا اپنی باتوں پر تم قسم کھا سکتے ہو؟" اس ملعون نے قسم کھانی شروع کر دی وَاللّٰہِ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الطَّالِبُ الْغَالِبُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حضرتؑ نے بیچ میں اسے روک کر فرمایا: "قسم کھانے میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ جیسا میں کہوں ویسی قسم کھاؤ!"

منصور نے پوچھا: "اس نے جو ابھی قسم کھائی ہے کیا اس میں کوئی نقص ہے؟"

امام علیہ السّلام نے جواب دیا، "جب خدا کی قسم کھاتے ہوئے آدمی خدا کی تعریف کر بیٹھتا ہے تو خدا فوری عذاب نازل کرنے سے رک جاتا ہے۔ پس اسے کچھ یوں قسم کھانی چاہیے: "اَبْرَءُ مِنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ وَاَلْجَاُ اِلٰی حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ اِنِّیْ لَصَادِقٌ فِیْمَا اَقُوْلُ" (شیخ طوسی کی کتاب امالی اور کتاب منہج الدعوات)

یعنی، "میں خدا کی طاقت و قوت سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اور اپنی

ہی طاقت و قوت کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں!"

منصور نے اس شخص کو حکم دیا کہ اس طرح قسم کھائے۔ ابھی اس نے پوری طرح یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل کر لٹک گئی اور وہ اسی وقت واصلِ جہنم ہوا!

کیا یہ بات حرمت والی قسم کے خلاف ہے؟

اس روایت سے ہو سکتا ہے کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ بیزاری والی قسم کھانا صحیح ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ محقق قمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک تو اس روایت کی سند ضعیف ہے، دوسرے یہ کہ ایسی قسم کھلوانا شاید صرف امام علیہ السّلام کے لئے جائز ہو۔ امام علیہ السّلام جانتے تھے کہ قسم کھانے والا شخص مومن نہیں ہے بلکہ اہل بیت علیہم السّلام کا دشمن ہے اور خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ (کتاب جامع الشتات صفحہ ۷۴۴)

محقق کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السّلام اس ملعون کو ہلاکت کا مستحق سمجھتے تھے اور اس کی ہلاکت بیزاری والی قسم کھانے ہی پر منحصر تھی اور ضروری تھی تاکہ مقام امامت کی توہین نہ ہو اور تاکہ امام علیہ السّلام منصور کے ہاتھوں قتل ہونے سے محفوظ رہیں۔ اس کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ منصور دیگر

سادات اور مومنین کے قتل سے بھی وقتی طور باز آگیا تھا۔

جھوٹی قسم سے توبہ

اگر آدمی ماضی یا حال کی کسی بات پر جھوٹی قسم کھا بیٹھے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ آدمی اپنے کیے پر سخت پشیمان ہو۔ یہ جان لے کہ اس نے خداوند عالم کے نام مبارک کو کھلونا سمجھ رکھا تھا اور ایک گناہ کر بیٹھا تھا۔ جس قدر آدمی پشیمان ہوگا، اپنے گناہ کو بڑا سمجھے گا اور استغفار کرے گا اتنا ہی وہ خدا کی رحمت و مغفرت سے نزدیک ہوتا جائے گا۔ اگر جھوٹی قسم کھانے کے باعث کسی مسلمان کو مالی نقصان پہنچا ہو یا اس کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہو تو جھوٹی قسم کھانے والے شخص کو چاہیے کہ وہ مالی نقصان کو پورا کردے، مظلوم شخص سے معافی مانگ لے اور جس طرح بھی ہو تلافی کرے۔

قسم کب صحیح ہوگی؟

اگر آدمی یہ قسم کھائے کہ وہ مستقبل میں فلاں کام انجام دیتا رہے گا یا فلاں کام نہیں کرے گا تو اس کے صحیح ہونے کی کچھ شرطیں ہیں۔ اگر ان شرطوں پر قسم پوری اترتی ہو تو ایسی قسم توڑنا حرام ہے اور توڑنے کی صورت میں کفارہ دینا واجب ہے۔ ایسی قسم کی کچھ شرطیں ہیں جو یہ ہیں:

۱: جس کام کی قسم آدمی کھائے وہ واجب یا مستحب ہونا چاہیے۔ مثلاً

آدمی یہ قسم کھا سکتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر صبح کی نماز قضا نہیں کرے گا یا نماز شب ترک نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی کام چھوڑ دینے کی آدمی قسم کھائے تو وہ کام حرام یا مکروہ ہونا چاہیے۔ مثلاً آدمی یہ قسم کھا سکتا ہے کہ وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ یا مسجد میں نہیں تھوکے گا۔ کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم اس وقت صحیح ہے جب اس کا کوئی معقول فائدہ ہو۔ مثلاً سگریٹ پینا مباح ہے اور آدمی سگریٹ کی عادت ترک کرنے کے لئے قسم کھا سکتا ہے۔

۲۔ واجب، مستحب، حرام، مکروہ یا مباح، ان پانچوں احکام والے کاموں کی قسم اس وقت درست ہے جب کہ خدا کا نام زبان سے لیا جائے، اور کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم ہو، محض کھیل کھیل میں خدا کی قسم آدمی نہ کھالے۔ آدمی اپنی عادت کے تحت اگر کہے کہ واللہ میں ایسا کام کر بیٹھوں گا یا خدا کی قسم میں ایسا برا کام نہیں کروں گا اور واقعی اس کا عزم ایسا ہو تو وہ قسم میں نافذ ہو جاتی ہے، ورنہ نہیں۔ ارشاد ہے: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۸۹)

یعنی، خدا تم کو بیکار قسموں کے کھانے پر تو (خیر) گرفت نہ کرے گا،

مگر بالقصد پکی قسم کھانے (اور اس کے خلاف کرنے پر) تو ضرور تمھاری گرفت کرے گا۔ (اور سنو) اس کا جرمانہ جیسا کہ تم خود اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو، اسی قسم کا اوسط درجہ کا دس محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ پھر جس سے یہ سب نہ ہو سکے تو تین دن کے روزے (رکھنا) یہ تو تمھاری قسموں کا جرمانہ ہے۔ جب تم قسم کھاؤ اور پوری نہ کرو۔ اور اپنی قسموں کے پوری کرنے کا خیال رکھو۔ خدا اپنے احکام کو تمھارے واسطے یوں صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔"

بے کار کام کی قسم

گزشتہ بیان سے معلوم ہوا کہ ایسی ہی قسم شرعی ہے اور نافذ ہے جس میں کوئی عقلی یا شرعی فائدہ موجود ہو۔ پس ایسے ہی کام کے کرنے کی قسم کھائی جا سکتی ہے جس کے کرنے میں رجحان ہو یا جو واجب یا مستحب ہو۔ اسی طرح اگر آدمی کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس کے نہ کرنے میں کوئی عقلی رجحان ہونا چاہیے یا وہ ناپسندیدہ کام مکروہ یا حرام ہونا چاہیے۔ اس بناء پر لغو اور بے ہودہ بات پر قسم کھا لینا خود لغو اور بے ہودہ ہے۔ ایسی قسم شرعی نہیں ہے اور نافذ نہیں ہوتی۔ پس بیہودہ قسم نہیں کھانی چاہیے۔ خواہ وہ عقلی طور پر بے ہودہ ہو یا شرعی طور پر۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آدمی واجب یا مستحب کام کو ترک کر دینے کی، یا حرام اور مکروہ کام کو انجام دینے کی

قسم کھائے تو یہ قسم لغو ہے۔

پس اگر آدمی استطاعت رکھنے کے باوجود حج پر نہ جانے کی، اپنے میاں کو حق نہ دینے کی، اپنی ماں سے یا کسی اور رشتہ دار یا مومن سے بات چیت بند کر دینے کی یا اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی نہ کرنے کی، یا دو آدمیوں کے درمیان آئندہ جھگڑا دور نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھے تو ایسی قسم شرعی حیثیت نہیں رکھتی۔ آدمی کو چاہیے کہ اگر ایسی کوئی قسم کھا بیٹھا ہو تو استغفار کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَالَّذِي حَلَفَ إِتْيَانُهُ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِهِ فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، اگر آدمی کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھے حالانکہ وہ کام ایسا ہو جسے کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو تو اسے چاہیے کہ ایسا کام ضرور کرے جو بہتر ہے" وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (کانی قسم کا باب)

"ایسی قسم توڑنے کا اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔ یہ تو صرف شیطان کا ڈالا ہوا وسوسہ ہے"

اس حدیث سے اور اس جیسی دیگر چند احادیث سے اگرچہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ لغو کام یعنی نامعقول یا غیر شرعی کام پر قسم نافذ نہیں ہوتی اور اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن مشہور مجتہدین نے

فرمایا ہے کہ مباح کام میں بھی قسم نافذ ہو جاتی ہے۔ پس اگر کوئی آدمی مباح کام کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور اس میں کوئی عقلی فائدہ بھی نظر نہ آتا ہو۔ تب بھی اسے احتیاط کرنی چاہیے۔ ایسی قسم توڑنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر توڑ بیٹھے تو احتیاطاً اس کا کفارہ بھی ادا کر دینا چاہیے۔ مشہور مجتہدین کے فتوے کے مطابق مباح کام پر قسم کھا لینے سے وہ واجب بن جاتا ہے۔ پس اس سلسلے میں احتیاط ہی بہتر ہے۔

سعید اعرج نامی راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے ایسا کام کرنے کی قسم کھائی ہے، حالانکہ جس کا نہ کرنا بہتر ہے اور اب وہ قسم توڑنے سے بھی ڈرتا ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ "کیا تم نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ قول نہیں سنا کہ" اِذَا رَأَیْتَ خَیْرًا مِنْ یَمِیْنِکَ فَدَعْهَا (کتاب یہ کافی)" "جب بھی تم دیکھو کہ تمھاری قسم کے خلاف کام کرنا بہتر ہے تو ایسی قسم کی پرواہ نہ کرو" "اور چھوڑ دو"

قسم کی قسمیں

کتاب کافی ہی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

قسم کی تین قسمیں ہیں:

۱: ایسی قسم جس کے سبب سے جہنم واجب ہو جاتا ہے۔

۲: ایسی قسم جس کے سبب سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔

۳: اور ایسی قسم جو نہ جہنم کی موجب ہے اور نہ کفارے کی موجب ہے۔ جس قسم کے کھانے سے جہنم واجب ہو جاتا ہے وہ جھوٹی قسم ہے۔ ایسی جھوٹی قسم ہے۔

جس سے دوسرے مسلمان کو مالی نقصان یا زحمت کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ جیسے ایسی غموس (ایسی جھوٹی قسم جو ارادۃً کھائی جائے۔ کہا جاتا ہے)

جس قسم کے کھانے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے وہ کار خیر کو بجا لانے یا بُرے کام کو چھوڑ دینے کی قسم ہے۔ ایسی قسم اگر آدمی توڑ دے تو کفارہ واجب ہے۔ کفارے کے ساتھ ساتھ توبہ اور پشیمانی بھی واجب ہے۔ اور جس قسم کے کھانے سے نہ جہنم واجب ہوتا ہے اور نہ کفارہ واجب ہوتا ہے وہ قطع رحمی کرنے کی قسم ہے جو زبردستی حاکم، والدین یا شریک زندگی کے سامنے آدمی کو کھانی پڑی ہو۔ اس نوع میں ہر ایسی قسم شامل ہے جو کسی حرام کام کے انجام دینے یا کسی واجب کام کے ترک کرنے پر کھائی گئی ہو۔ مزید تفصیلات کے لیے بڑی فقہی کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

انیسواں گناہ

جھوٹی گواہی

انیسواں گناہ : جھوٹی گواہی

انیسواں ایسا گناہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے، جھوٹی گواہی دے دینا ہے۔ حضرت عبد العظیم نے امام محمد تقی علیہ السّلام سے جو روایت نقل فرمائی ہے اس سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ فضل ابن شاذان نے امام علی رضا علیہ السّلام سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔ اور اعمش نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے گناہانِ کبیرہ کی جو فہرست حاصل کی ہے اس سے بھی جھوٹی گواہی کا گناہِ کبیرہ ہونا ثابت ہے۔ جھوٹ کے موضوع میں پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے کہ جھوٹ ایک گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی ایک شاخ جھوٹی گواہی ہے۔

حضرت عبد العظیم نے جو صحیح روایت نقل فرمائی ہے اس میں امام علیہ السّلام نے جھوٹی گواہی کے گناہِ کبیرہ ہونے کی دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل

آیت بیان فرمائی تھی: وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (سورۂ فرقان ۲۵: آیت نمبر ۷۲) یعنی "اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے (ایسے ہی لوگوں کی جزاء جنت کے اعلیٰ درجات ہیں)"۔ اس آیت میں لفظ "زُوْر" کے معنی ہے۔

"باطل کو حق ظاہر کرنا"

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (سورۂ حج ۲۲: آیت نمبر ۳۰) یعنی "بتوں کی پرستش سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔"

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: عَدَلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ "جھوٹی گواہی دینا کسی کو خدا کا شریک قرار دے دینے کے برابر ہے!" تفسیر ابو الفتح رازی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ مسلسل تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور پھر یہ (سورۂ حج ۲۲: آیت نمبر ۳۰ والی) آیت تلاوت فرمائی۔

ایسی ہی مستدرک الوسائل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی حدیث منسوب ہے کہ: خداوند تعالے نے قرآن مجید میں جھوٹی گواہی کو شرک کے مساوی قرار دیا ہے!" یعنی بتوں سے پرہیز کرنے کے بیان کے ساتھ ہی جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے بھی پرہیز کا حکم آیا ہے۔

"قولِ زور" سے مراد غنا اور جھوٹ

ابھی جو روایتیں ذکر ہوئیں، اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں لفظِ "زُور" آیا ہے، اس سے مراد "جھوٹ" ہے۔ جب کہ ایسی ہی آیتیں غنا اور گانے کے موضوع میں بھی آچکی ہیں اور لفظ "زور" کے معنی بعض روایتوں کی رو سے غنا یا گانے بجانے کے بھی ہیں۔ ان دونوں قسموں کی روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ دراصل لفظ "زور" ہر باطل اور ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں۔ اور ان میں سرِ فہرست گانے بجانے کے علاوہ جھوٹ اور جھوٹی گواہی بھی ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والے پر عذابِ جہنم

حضرت امام باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے: مَا مِنْ رَجُلٍ يَشْهَدُ بِشَهَادَةِ زُوْرٍ عَلٰى مَالِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ لِيَقْطَعَهُ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مَكَانَهُ صَكًّا اِلَى النَّارِ (کتاب کافی) "جب بھی کوئی شخص کسی مسلمان آدمی کا مال اس سے چھین لینے کے لئے جھوٹی گواہی دیتا ہے تو خدا اُسی وقت اس جھوٹی گواہی دینے والے کے لئے سخت شعلوں والی آگ کا عذاب لکھ دیتا ہے!"

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: شَاهِدُ الزُّوْرِ لَا تَزُوْلُ قَدَمَاهُ حَتّٰى تَجِبَ لَهُ النَّارُ (کتاب "کافی") "جھوٹی گواہی دینے والا آدمی اس گواہی دینے کے بعد اپنی جگہ سے قدم نہیں بڑھا پاتا کہ اس پر جہنم واجب ہو

جاتا ہے۔“

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَنْقَضِی کَلَامُ شَاہِدِ الزُّوْرِ مِنْ بَیْنِ یَدَیِ الْحَاکِمِ حَتّٰی یَتَبَوَّءَ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّارِ (کتاب ”کافی“) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: حاکم کے سامنے جھوٹی گواہی دینے والے کی گواہی ابھی پوری بھی نہیں ہوتی کہ اس کا ٹھکانا جہنم میں طے پا جاتا ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ (قَالَ) مَنْ شَہِدَ شَہَادَۃَ زُوْرٍ عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ عُلِّقَ بِلِسَانِہٖ مَعَ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ”کسی بھی انسان کے خلاف جو شخص جھوٹی گواہی دے گا اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں منافقوں کے ساتھ اس کی زبان سے لٹکا دیا جائے گا۔“ وَمَنْ حَبَسَ مِنْ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ شَیْئًا مِّنْ حَقِّہٖ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَرَکَۃَ الرِّزْقِ اِلَّا اَنْ یَّتُوْبَ (وسائل الشیعہ) ”اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا کوئی حق ضبط کرے گا تو خدائے تعالیٰ اس وقت تک اس کے رزق سے برکت ہٹائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ) مَنْ کَتَمَ شَہَادَۃً اَوْ شَہِدَ بِہَا لِیَہْدِرَ بِہَا دَمَ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ اَوْ لِیَزْوِیَ بِہَا مَالَ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ اَتٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلِوَجْہِہٖ ظُلْمَۃٌ مَّدَّ الْبَصَرِ وَفِیْ وَجْہِہٖ کُدُوْحٌ تَعْرِفُہُ الْخَلَائِقُ بِاسْمِہٖ وَنَسَبِہٖ (وسائل الشیعہ) گواہی کے

ابواب، باب نمبر ۲) یعنی، جو شخص شرعی حاکم کے سامنے گواہی چھپائے گا یا کسی مسلمان آدمی کا خون بہانے یا اس کا مال چھین لینے کی نیت سے جھوٹی گواہی دے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں محشور ہوگا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے حدِ نگاہ تک اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا اور اسکے چہرے پر خراشیں لگی ہونگی اور لوگ اُسے اس نام اور نسب سے پہچانیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کا یہ ارشاد ہے (قَالَ) اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہِ کبیرہ بتاؤں؟" قُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اصحاب کہتے ہیں کہ ہم نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ! قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ "خدائے تعالیٰ کا کسی کو شریک قرار دے دینا اور والدین کے ہاتھوں عاق ہو جانا۔" وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ ثُمَّ قَالَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آرام سے ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، آگاہ ہو جاؤ اور ہر جھوٹی بات بھی سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے!"

راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جھوٹ کی مذمت میں اتنی بار تاکید کی تھی کہ ہم سوچتے تھے کہ اے کاش وہ اتنی تاکید نہ فرماتے۔ (مستدرک الوسائل)

ظاہر ہے قولِ زُور میں یا ہر جھوٹی بات میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسے ایک سب سے بڑے گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے۔ ایک تو خود جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے۔ دوسرے ایک مسلمان پر

بہتان لگانا بھی جھوٹی گواہی میں ہوتا ہے۔ بہتان بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ تیسرے یہ کہ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر کسی مظلوم پر ظلم ہو جاتا ہے اور ظلم خود ایک گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کے ذریعے آدمی ناجائز مال کو اپنے لیے ظاہری طور پر جائز ثابت کرنا چاہتا ہے۔ حرام خدا کو حلال ظاہر کرنا خود ایک گناہِ کبیرہ ہے' اور دوسروں کا حق غصب کرنا بھی ایک گناہِ کبیرہ ہے۔ بہر حال بات سمجھ میں آتی ہے کہ جھوٹی گواہی اس لئے ایک سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے کہ یہ کئی گناہانِ کبیرہ کا مجموعہ ہے۔

کسی چیز کا علم ہونے کے بعد گواہی دی جائے

جھوٹی گواہی دینے کے سلسلے میں فرق نہیں ہے کہ آدمی جھوٹ کو جھوٹ جانتے ہوئے جھوٹی گواہی دے یا بغیر یقین کے یونہی گواہی دے ڈالے جو حقیقت میں جھوٹی ہو۔ یہ بھی ایک گناہِ کبیرہ ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ وہ اس وقت گواہی نہ دے جب تک اسے اپنے سچا ہونے کا یقین نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: لَا تَشْهَدْ بِشَهَادَةٍ حَتّٰى تَعْرِفَهَا كَمَا تَعْرِفُ كَفَّكَ (وسائل الشیعہ) "اس وقت تک کوئی گواہی مت دو جب تک کہ تمھیں اس کے بارے میں ایسا یقین حاصل نہ ہو جیسا یقین تمھیں اپنی ہتھیلی کے وجود کے بارے میں ہے۔"

وَقَالَ النَّبِيُّ لِمَنْ سَأَلَهُ عَنِ الشَّهَادَةِ "ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گواہی دینے یا نہ دینے کے بارے میں پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تَرَى الشَّمْسَ ؟ "کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟" قَالَ نَعَمْ اس شخص نے عرض کیا "جی ہاں!" فَقَالَ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلَا مِثْلِهَا فَاشْهَدْ اَوْ دَعْ (وسائل الشیعہ، گواہی کے ابواب، باب نمبر ۲۰) "ایسی سورج کی سی گواہی دے دیا کرو، اور اگر ایسا آنکھوں دیکھا یا اس جیسا یقین نہ ہو تو گواہی مت دو۔"

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے: لِيُؤَدِّ الشَّاهِدُ مَا يَشْهَدُ عَلَيْهِ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ فَمِنَ الزُّوْرِ اَنْ يَشْهَدَ الرَّجُلُ بِمَا لَا يَعْلَمُ اَوْ يُنْكِرَ مَا يَعْلَمُ "گواہ کو صرف وہی گواہی دینی چاہیے جو وہ یقین سے جانتا ہو۔ اسے اپنے پروردگار یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ زُور (جھوٹی بات) یہ بھی ہے کہ آدمی یقین کے بغیر ہی گواہی دے ڈالے یا ایک چیز کا یقین ہے مگر وہ اس سے انکار کر بیٹھے۔" وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ "خدائے عزّوجل فرماتا ہے کہ ہر جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔ خدا کی خاطر خود کو برائیوں سے پاک رکھو اور شرک نہ کرو۔" فَعَدَلَ تَبَارَكَ اِسْمُهُ شَهَادَةَ الزُّوْرِ بِالشِّرْكِ (مستدرک الوسائل) "پس خداوند تعالیٰ نے جھوٹی گواہی کو شرک کے ہم پلہ قرار دے دیا ہے!"

جھوٹی گواہی دینے والے کی رسوائی

ہوتا یہ ہے کہ شرعی حاکم کے پاس اگر گواہ اپنی گواہی کے جھوٹے ہونے کا اقرار کر بیٹھے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا اس نے جان بوجھ کر جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہوئے گواہی دی تھی یا نہیں۔ اگر اس نے عمداً جھوٹی گواہی دی تھی تو اس کو فاسق قرار دے دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر خطا اور اشتباہ کا احتمال ہو تو گواہ کو فاسق شمار نہیں کیا جاتا۔ یعنی بعد میں بھی اس کی گواہی قابلِ قبول رہتی ہے۔ جو شخص فاسق قرار پاتا ہے اس کی گواہی آئندہ قابلِ قبول نہیں رہتی۔ خواہ گواہ فاسق شمار ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں اگر اس کی جھوٹی گواہی کی بناء پر کسی کو نقصان اٹھانا پڑ گیا ہو یا سزا جھیلنی پڑ گئی ہو تو اس کی تلافی کرنا گواہ پر واجب ہو جاتا ہے۔ مزید تفصیلات فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

گواہی کے جھوٹے ثابت ہونے کا ایک طریقہ خود اقرار ہے یعنی گواہ اپنی گواہی کے جھوٹا ہونے کا اقرار کرے۔ گواہی کے جھوٹے ثابت ہونے کا دوسرا طریقہ بَیّنہ کہلاتا ہے۔ یعنی دو عادل آدمی گواہ کے خلاف گواہی دیں تو بھی گواہی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ ان دونوں طریقوں کے علاوہ بھی گواہ کو جھوٹا قرار دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شرعی حاکم کو کسی بنیاد پر یقین ہو جائے کہ گواہ نے دھوکہ کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ پس اپنے یقین کی بنیاد پر حاکمِ شرع گواہ کو مسترد کر دے گا۔ اگر جھوٹی گواہی کی وجہ سے کسی کو نقصان ہوا ہے تو گواہ سے

اس کا عوض دلوائے گا، اور گواہ کو تعزیر کرے گا۔ یعنی ڈانٹے گا یا جس حد تک مصلحت ہو کوڑے مارے گا تاکہ آئندہ وہ جھوٹی گواہی سے باز رہے۔ حاکم شرع شہر اور اس کے گرد و نواح میں یہ اعلان کروا دے گا کہ یہ شخص جھوٹی گواہی دینے والا ہے تاکہ کوئی شخص اس کی گواہی سے دھوکہ نہ کھائے اور کسی سلسلے میں اس پر اعتماد نہ کرے۔ اس طرح جھوٹی گواہی دینے والا شخص معاشرے میں رسوا ہو کر رہ جاتا ہے اور اس طرح معاشرے کا نظام محفوظ ہو جاتا ہے۔ تعزیر اور گواہ کے خلاف اعلانِ عام دونوں صورتوں میں ہوتا ہے خواہ اس کی گواہی کی بنیاد پر حاکم شرع حکم سُنا چکا ہو یا نہیں۔

ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کیا جائے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: إِنَّ شُهُودَ الزُّورِ يُجْلَدُونَ جَلْدًا لَيْسَ لَهُ وَقْتٌ ذٰلِكَ إِلَى الْإِمَامِ وَيُطَافُ بِهِمْ حَتّٰى يُعْرَفَهُمُ النَّاسُ "جھوٹی گواہی دینے والوں کو کوڑے لگائے جانے چاہئیں، اور کوڑوں کی تعداد معین کرنا امام علیہ السّلام (یا حاکم شرع) کی مرضی پر ہے اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو شہر میں گھمایا جانا چاہیئے تاکہ لوگ ان کو اچھی طرح پہچان لیں (اور آئندہ ان پر بھروسہ نہ کریں)" پھر امام علیہ السّلام نے یہ آیۂ شریفہ کی تلاوت فرمائی: وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا (سورۂ نور آیت نمبر ۴) اور پھر

آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یاد رکھو کہ یہ لوگ فاسق ہیں' ہاں مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کرلی" (تو خدا بڑا مہربان ہے یعنی توبہ اور اصلاح کے بعد ان کی گواہی پھر قابلِ قبول ہے۔) روای کہتا ہے کہ قُلْتُ میں نے امام علیہ السّلام سے دریافت کیا بِمَ یُعْرَفُ تَوْبَتُهٗ ؟" کس طرح معلوم ہوگا کہ اس نے توبہ کرلی ہے ؟" قَالَ یُکَذِّبُ نَفْسَهٗ عَلٰی رُءُوْسِ الْاَشْهَادِ حَیْثُ یُضْرَبُ وَیَسْتَغْفِرُ رَبَّهٗ فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَثَمَّ ظَهَرَتْ تَوْبَتُهٗ (وسائل الشیعہ) " جس جگہ پر اس کو تعزیر کے سلسلے میں کوڑے لگائے گئے ہوں وہیں وہ گواہوں کے مجمع کے سامنے اپنی گواہی کو جھوٹا قرار دے اور اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس طرح اس کی توبہ ظاہر ہو جائے گی۔

خسارے کو پورا کرے

اگر جھوٹی گواہی کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان مال یا عزت کا نقصان ہوا ہو تو خود جھوٹے گواہ سے قصاص لیا جاتا ہے اور نقصان کی تلافی کی جاتی ہے۔ جمیل نامی راوی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے جھوٹی گواہی دینے والے شخص کے بارے میں یہ صحیح روایت نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا (قَالَ) اِنْ کَانَ الشَّیْئُ قَآئِمًا بِعَیْنِهٖ رُدَّ عَلٰی صَاحِبِهٖ، وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ قَآئِمًا ضَمِنَ بِقَدْرِ مَآ اَتْلَفَ مِنْ مَّالِ الرَّجُلِ (کتاب مسالک) یعنی

"اگر چیز بعینہٖ باقی ہے تو اس کے مالک کو واپس لوٹا دے۔ اور اگر چیز باقی نہیں ہے تو جس حد تک اس نے دوسرے آدمی کا مال تلف کیا ہے اُس حد تک وہ (جھوٹا گواہ) ضامن ہے" یعنی وہ اسی جیسی دوسری چیز اصل مالک کو لاکر دیگا یا اس کی قیمت ادا کریگا۔ مزید معلومات کے لیے فقہی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

اس گناہ سے توبہ

جھوٹی گواہی جیسے گناہِ کبیرہ کی توبہ کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا۔ توبہ کرنے کے لئے، خواہ وہ کسی گناہ کی ہو آدمی کو اپنے کئے پر پہلے سخت پشیمان ہو جانا چاہیئے۔ پروردگار سے اس کے حکم کی مخالفت پر استغفار کرنا چاہیئے اور جس مسلمان کو نقصان پہنچا ہو۔ اس کی تلافی کر دے۔ خداوندِ تعالٰے نے خود فرمایا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۵)۔ "ہاں مگر جو لوگ توبہ کر لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں (یا معاملے کی اصلاح کر لیتے ہیں اور تلافی کر دیتے ہیں) تو خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے"

بیسواں گناہ

سچّی گواہی سے اجتناب

بیسواں گناہ: سچی گواہی سے اجتناب

بیسواں گناہ کبیرہ یہ ہے کہ آدمی شرعی عدالت میں اپنی سچی گواہی دینے سے اجتناب کرے۔ حضرت عبد العظیم نے امام محمد تقی علیہ السّلام سے جو صحیح روایت نقل فرمائی ہے، اُس میں صاف طور پر اسے بھی گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ حق کو حق ثابت کرنے اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے کچھ شرطوں کی موجودگی میں جو بیان ہوں گی، گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے۔ مذکورہ صحیح روایت میں حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام گواہی چھپانے کے گناہ کبیرہ ہونے کی دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۸۳) "اور تم گواہی کو نہ چھپایا کرو۔ جو شخص گواہی کو چھپائے گا بے شک اس کا دل گنہگار ہے اور جو تم لوگ کرتے ہو خدا اس کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیۂ شریفہ میں آثِمٌ قَلْبُہٗ کہا گیا ہے اور دل کو گنہگار بتایا گیا ہے۔ اس میں دو نکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گواہی چھپانا ایک قلبی گناہ ہے، یعنی ایسا گناہ ہے جو دل کرتا ہے اور اس میں اعضاء و جوارح براہِ راست کچھ نہیں کرتے۔ آدمی دل میں حقیقت کو چھپالیتا ہے اور زبان سے ظاہر نہیں کرتا۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جس حد تک دل کو جسم کے تمام اعضاء و جوارح پر فضیلت حاصل ہے، اسی حد تک دل کا گناہ بھی اعضاء و جوارح کے گناہ سے زیادہ بڑا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے دل کی اطاعتِ خدا، اُس اطاعت سے کہیں افضل ہے جو اعضاء و جوارح کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ دل ہی ہے جو آدمی کو شرک جیسے سب سے بڑے گناہ میں آلودہ کر دیتا ہے۔ دل کے گناہ، بہرحال اعضاء و جوارح کے گناہ سے کہیں زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ دل کے انہی گناہوں میں سے ایک اس آیۂ شریفہ کی رو سے شرعی عدالت میں گواہی کو چھپانا ہے۔ اسی آیت کے آخر میں مزید تاکید کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ یعنی خواہ لوگ تمہارے دل کے اس گناہ کو نہ جانیں، لیکن خدا تو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ ضرور اس کی سزا دے گا۔

خداوند تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا۔ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۸۲) "اور جب گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو ان کو انکار نہیں کرنا چاہیے"۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۱۴۰) ° اور اس

شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف داری میں گواہی موجود ہو لیکن وہ اس گواہی کو چھپا دے!" ایسا شخص یقیناً ان اہل کتاب کی طرح سے ہے جنھوں نے توریت اور انجیل میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف پڑھ لئے تھے مگر اس کے باوجود ان کو چھپا لیا تھا!

سچی گواہی دیجئے، خواہ آپ کو نقصان ہو

سورۂ نساء میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (سورۂ نساء ۴: آیت نمبر ۱۳۵) "اے ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور سچی گواہی دو اگرچہ یہ گواہی خود تمھارے ماں باپ یا قرابتداروں کے لئے مضر ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ مالدار ہو یا غریب ہر شخص کو سچی گواہی دینی چاہیے۔ خدا تم سے زیادہ دوسروں پر مہربان ہے۔ پس تم حق سے کترانے میں نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم گواہی گھما پھرا کے دو گے، گول مول بات کرو گے یا گواہی دینے سے بالکل انکار کر دو گے تو یاد رہے کہ خدا تمھارے کرتوتوں سے بخوبی واقف ہے۔" پس آدمی کو دولت مندوں سے ڈر کر یا غریبوں پر رحم کھانے

کے عنوان سے بھی گواہی نہیں چھپانی چاہیئے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ بیچارے غریب کے خلاف گواہی دے دی تو اس کا کیا بنے گا۔ پس گواہی کے سلسلے میں نہ تو اپنی ذاتی مصلحت مدِ نظر رکھنی چاہیے اور نہ ہی دوسروں کی منفعت کا لحاظ کرنا چاہیے۔ ہر حال میں بس حکم خداوندی کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

دشمن کے حق میں بھی انصاف

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰی أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۸) "اے ایمان لانے والو! خدا کی خوشنودی کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر تیار رہو تمھیں کسی قبیلے کی عداوت اس جرم میں نہ پھنسوا دے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ خبردار! بلکہ تم ہر حال میں انصاف ہی کرو جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے ضرور جانتا ہے۔"

اس آیۂ شریفہ میں یہ حکم موجود ہے کہ گواہی صرف خوشنودیٔ خدا کے لئے ہونی چاہیے اور کسی قسم کی دشمنی حق گوئی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَأَقِیمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (سورۂ طلاق ۶۵: آیت نمبر ۲) "اور خدا ہی کے لئے تم ٹھیک ٹھیک گواہی دیا کرو۔"

سچی گواہی چھپانے والے

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: مَنْ کَتَمَهَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ لَحْمَهُ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (وسائل الشیعہ) "جو شخص گواہی چھپائے گا قیامت کے دن اس کا گوشت کاٹ کر خدا سب لوگوں کے سامنے اسے حکم دے گا کہ وہ اپنا گوشت خود کھائے!"۔ امام محمد باقر علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ گواہی چھپانے کی مذمت میں آنے والی آیت میں فَاِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ سے مراد کَافِرٌ قَلْبُهُ ہے۔ یعنی جو شخص گواہی چھپاتا ہے اس کا دل کافر ہوتا ہے! یعنی اس کے دل میں کفر ہوتا ہے۔

امام علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مَنْ رَجَعَ عَنْ شَهَادَةٍ اَوْ کَتَمَهَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ لَحْمَهُ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ وَیَدْخُلُ النَّارَ وَهُوَ یَلُوْكُ لِسَانَهُ (وسائل الشیعہ) یعنی "جو شخص گواہی دینے سے پھر جائے گا یا اسے گواہی چھپائے گا، خداوند تعالےٰ (قیامت کے دن) سب لوگوں کے سامنے اس کا گوشت خود اسی کو کھلوائے گا اور ایسا شخص جب جہنم میں داخل ہوگا تو اپنی زبان دانتوں سے کاٹ رہا ہوگا!"

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرماتے ہیں: وَاِنْ سُئِلْتَ عَنِ الشَّهَادَةِ فَاَدِّهَا "جب تم سے گواہی مانگی جائے تو گواہی ضرور دو"۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا (سورہ

نساء ۴: آیت ۵۸) اس لئے کہ خدا عزّوجل فرماتا ہے: "بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل لوگوں تک پہنچا دو" گواہی خود ایک امانت ہے اس کے علاوہ خدائے تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے (وَقَالَ تَعَالٰی) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَہَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ ۲: آیت ۱۴۰) "اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف داری میں گواہی موجود ہو لیکن وہ اس گواہی کو چھپا دے!" (وسائل الشیعہ)

تفسیر علی ابن ابراہیم قمی میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کا یہ قول نقل ہے کہ: "جو شخص کوئی گواہی اپنے پاس رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے ظاہر کر دے۔ جب اس سے گواہی طلب کی جائے تو وہ بتا دے۔ کسی کی ملامت سے نہ ڈرے۔ اپنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بہرحال انجام دے!"

کیا گواہ بننا واجب ہے؟

جب کوئی مسلمان اپنے دینی بھائی سے خواہش کرتا ہے کہ وہ اس کا ساتھ دے اور گواہی کے لئے شرعی عدالت میں حاضر ہو جائے، یا کسی معاملے میں گواہ بن جائے تاکہ اگر آئندہ گواہی کی ضرورت پڑے تو گواہی دے سکے، تو آیا شرعاً اس کی یہ خواہش پوری کرنا واجب ہے یا نہیں؟ فقہاء و مجتہدین کے درمیان مشہور یہی ہے کہ گواہی دینے پر یا کسی معاملے کا گواہ بن جانے پر آمادہ ہو جانا

واجب ہے۔ خداوندِ تعالےٰ خود حکم فرماتا ہے کہ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (سورۂ بقرہ ۲: آیت ۲۸۲) "اور اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں کو تم گواہی کے لئے پسند کرو کم سے کم دو مردوں کی گواہی کرا لیا کرو۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو کم سے ایک مرد اور دو عورتیں۔ کیوں کہ ان دونوں میں سے اگر ایک بھول جائے گی تو ایک دوسری کو یاد دلادے گی "اور جب گواہ بلائے جائیں تو انھیں گواہی کے لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے "۔

ہشام کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (سورۂ بقرہ ۲: آیت ۲۸۲) "اور جب گواہ بلائے جائیں تو انھیں گواہی کے لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے" سے مراد "گواہ بننے کے لئے بلائے جائیں" ہے۔

قَالَ قَبْلَ الشَّهَادَةِ۔ یعنی امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا "اصل شرعی حاکم کے پاس گواہی دینے سے قبل کی گواہی مراد ہے" اور اسی آیت کے بعد والی آیت میں وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ سے مراد یہ ہے کہ حاکمِ شرعی کے پاس گواہی کو مت چھپاؤ۔"

بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ گواہ بن جانا واجب ہے۔ مثلاً محمد بن فضیل نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (جب گواہوں کو بلایا جائے تو ان کو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۸۲)

کے یہ معنی نقل کیے ہیں کہ (فقال) إِذَا دَعَاكَ الرَّجُلُ لِتَشْهَدَ لَهُ عَلَى دَيْنٍ أَوْ عَلَى حَقٍّ لَمْ يَسَعْ لَكَ أَنْ تَقَاعَسَ عَنْهُ (وسائل الشیعہ، گواہی کے ابواب، باب نمبر ایک)، "جب کوئی شخص تم کو کسی قرضے یا کسی حق کے سلسلے میں گواہ بننے کی خاطر بلائے تو تم کو اتنی چھوٹ نہیں ہے کہ اس سے لاپرواہی کرو!"

جب خداوند تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں حاکم شرع کے سامنے گواہی دینے کو واجب قرار دے دیا ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ آدمی پہلے گواہ بن چکا ہو۔ جب آدمی کسی معاملے میں گواہ کا کردار ادا کر چکا ہو تب کہیں جاکر وہ عدالت میں گواہی دے سکے گا۔ اس کے علاوہ جب گواہ بنانے کا حکم ہے تو معقول نہیں ہے کہ ایک شخص پر واجب ہو کہ وہ دوسرے کو گواہ بننے کے لیے کہے لیکن دوسرے پر گواہ بننا واجب نہ ہو۔

وہ لوگ جن کی دعا قبول نہیں ہوتی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: "چار قسم کے لوگوں کی دعا مستجاب نہیں ہوتی:

۱ـــــ ایسا شخص جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے گھر میں بیٹھا رہے، کمانے کی کوشش نہ کرے، اور دعا کرے کہ خدایا مجھے روزی دے! ایسے شخص کو جواب دے دیا جاتا ہے کہ کیا ہم نے تجھے طلب رزق میں کوشش کرنے کا حکم

نہیں دیا تھا؟!

۲ ——— ایسا شخص جو اپنی بیوی کے لئے بد دعا کرے۔ اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آیا یہ مسئلہ ہم نے تیرے اختیار میں نہیں دے دیا تھا کہ اگر اس بیوی نہیں چاہتا تو اسے رشتہ ازدواج سے آزاد کر دے!

۳ ——— ایسا شخص جس کا کچھ مال تھا لیکن اس نے اسراف کیا اور بے ہودہ کاموں میں اسے ضائع کر ڈالا۔ اب اگر وہ دُعا کرے کہ خدایا مجھے روزی دے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ آیا ہم نے تجھے اعتدال سے خرچ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟!

۴ ——— اور ایسا شخص جو اپنا کچھ مال دوسرے کو قرض دے لیکن اس معاملے پر کسی کو گواہ نہ بنائے۔ ایسی صورت میں اگر قرض دار شخص انکار کر دے تو اس کی دعا کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ کیا ہم نے تمھیں گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا تھا؟!" (کتاب عدّۃ الدّاعی)

اس بناء پر جب کوئی آدمی کسی سے گواہ بننے کی درخواست کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ گواہ بن جائے، اگرچہ گواہی کے لئے اسے کہیں جانا بھی پڑے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ لاپرواہی نہ کرے اور تمام اہم باتوں پر توجہ

دے۔ دیکھی اور سُنی ہوئی تمام باتوں کو ذہن نشین کرے یا اپنے پاس لکھ کر محفوظ رکھے، تاکہ ضرورت کے وقت یا گواہی دیتے وقت کوئی بھول یا اشتباہ نہ ہو جائے اور وہ یقین کے ساتھ حقیقت بتا سکے۔

گواہی دینا واجب اور اس کا چھپانا حرام

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کسی کی درخواست کے بغیر اور خود اپنی خواہش کے بغیر ہی گواہ بن بیٹھتا ہے۔ مثلاً یہ ہوتا ہے کہ وہ گذرتے ہوئے کسی چیز کو دیکھ لے یا کوئی بات سُن لے۔ بعد میں اگر اس سے گواہی طلب کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر وہ گواہی دے دے تو کسی مسلمان کو وہ نقصان سے بچا سکے گا یا اُسے اس کا حق مل جائے گا، جب کہ اگر گواہی نہ دے تو اس مسلمان کو ضرر پہنچے گا یا اسے اس کا حق حاصل نہ ہوگا، ایسی صورت میں گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس شخص کو گواہ بنایا نہ ہو جو حق پر ہو یا بھول گیا ہو، تب بھی واجب ہے کہ وہ خود کو شرعی قاضی کے پاس گواہ کے طور پر پیش کرے اور جو کچھ دیکھا یا سُنا تھا وہ بتا دے۔ ایسی صورت میں، جب کہ کسی مسلمان کا حق ضائع ہو رہا ہو اسے ضرر پہنچ رہا ہو، سکوت اختیار کرنا حرام ہے۔ مظلوم کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا اگر ممکن ہو تو واجب ہوتا ہے۔

لیکن اگر گواہی نہ دینے اور سکوت اختیار کر لینے کی صورت میں کسی مسلمان کا حق ضائع نہ ہوتا ہو یا اسے ضرر نہ پہنچتا ہو تو گواہی دینا واجب نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اگر اسے گواہی دینے کے لئے بھی کہا جائے تو بھی وہ گواہی دینے سے انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کو باقاعدہ گواہ نہیں بنایا گیا تھا اور اب گواہی نہ دینے سے کسی کا نقصان بھی نہیں ہو رہا ہے۔

محمد ابن مسلم حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے یہ صحیح روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ) اِذَا سَمِعَ الرَّجُلُ الشَّهَادَةَ وَلَمْ یُشْهَدْ عَلَیْهَا اِنْ شَاءَ شَهِدَ وَاِنْ شَاءَ سَکَتَ (وسائل الشیعہ، گواہی کے ابواب، باب ۵) یعنی "اگر آدمی کوئی گواہی سن لے لیکن اسے گواہ نہ بنایا گیا ہو تو اس کی مرضی ہے کہ چاہے تو گواہی دے اور چاہے تو سکوت اختیار کرے"۔

جس بات پر یقین ہے اس کی گواہی دو

گواہ کو گواہی کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح توجہ دینی چاہیئے اور گواہی دینے کا موقع آئے تو صرف ان ہی باتوں کی گواہی دینی چاہیئے جن پر اسے یقین ہے ایسی باتیں گواہی میں نہیں پیش کر دینی چاہئیں جو اس نے خود دیکھی ہوں یا جنہیں اس نے خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ جس طرح کہ خود

حدیث میں ہے کہ گواہی کی بات سورج کی جیسی روشن اور واضح ہونی چاہیئے۔

جب سچی گواہی سے کسی پر ظلم ہو

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ اگر گواہی دے دینے سے کسی مسلمان کی جان، مال، عزت یا خود گواہ کی جان، مال یا عزت کو خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیئے۔ گواہی چھپانا اس لئے حرام ہے اور گواہی دینا اس لئے واجب ہے تاکہ معاشرے میں عدل و انصاف قائم رہے اور معاشرے کا نظام صحیح روش پر چلتا رہے ظلم کا خاتمہ ہو۔ ظالم کو سزا ملے اور حق دار کو اس کا حق۔ لیکن جب خود گواہی دینا ظلم کا سبب بن رہا ہو تو ایسی گواہی دینا واجب نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے ایسی صورت میں تو گواہی چھپا لینا واجب ہے۔ مثلاً آدمی جانتا ہے کہ اگر ظالم کے خلاف وہ گواہی دیدے گا تو وہ بعد میں اس کا مال لوٹ لے گا یا ایذائیں پہنچائے گا یا اس کے کسی عزیز رشتہ دار پر ظلم کر بیٹھے گا۔ ایسی صورت میں گواہی چھپا لینا واجب ہے اسی طرح اگر آدمی دیکھ رہا ہو کہ قرض دار قرض میں ڈوبا ہوا ہے ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنے مفلس ہونے کو ثابت کر سکتا ہے دوسری طرف وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ قرض دینے والا شخص مہلت دینے پر تیار نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں گواہی دے دینا کہ یہ اس کا قرض دار ہے۔ بیچارے قرض دار پر ظلم ہو جائے گا۔ پس یہاں گواہی چھپا لینا واجب ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: فَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ

لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی نَفْسِکَ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ فِیْمَا بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ فَاِنْ خِفْتَ عَلٰی اَخِیْکَ الضَّیْمَ فَلَا (وسائل الشیعہ) "تم اللہ کے لئے گواہی دو اگرچہ گواہی دینے میں خود تمھیں اپنے یا اپنے والدین اور اعزاء واقرباء کے خلاف کچھ کہنا پڑے۔ لیکن بہر حال تمھیں اپنے ——— دینی بھائی کو گواہی چھپا کر نقصان دینا نہیں چاہئے۔ لیکن اگر تمھارے دینی بھائی کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو گواہی نہ دو۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے داؤد ابن حصین روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے امام علیہ السّلام کو یہ کہتے سنا ہے کہ اَقِیْمُوا الشَّھَادَۃَ لِلّٰہِ عَلَی الْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدِ وَلَا تُقِیْمُوْھَا عَلَی الْاَخِ فِی الدِّیْنِ الضَّیْرُ" خدا کے لئے لِلّٰہِ فی اللہ گواہی دیا کرو اگرچہ والدین اور بیٹے کے خلاف کچھ کہنا پڑے۔ لیکن اپنے دینی بھائی کے خلاف ضَیر کی خاطر گواہی نہ دو۔" قُلْتُ وَمَا الضَّیْرُ؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "ضیر کیا چیز ہے؟" قَالَ اِذَا تَعَدّٰی فِیْہِ صَاحِبُ الْحَقِّ الَّذِیْ یَدَّعِیْہِ قِبَلَہٗ خِلَافَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ وَرَسُوْلُہٗ "یہ اس وقت ہے جب کوئی حق رکھنے والا شخص اپنا حق حاصل کرنے کے سلسلے میں خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم کے خلاف ظلم پر اتر آئے۔" وَمِثْلُ ذٰلِکَ اَنْ یَکُوْنَ لِرَجُلٍ عَلٰی اٰخَرَ دَیْنٌ وَھُوَ مُعْسِرٌ وَاَمَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاِنْظَارِہٖ حَتّٰی یَتَیَسَّرَ قَالَ تَعَالٰی فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ، وَیَسْئَلُکَ اَنْ تُقِیْمَ الشَّھَادَۃَ وَاَنْتَ تَعْرِفُہٗ بِالْعُسْرِ، اَلَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تُقِیْمَ الشَّھَادَۃَ (وسائل

الشیعہ)

"اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا قرض دوسرے شخص کی گردن پہ ہو لیکن وہ دوسرا شخص تنگی میں ہو۔ خدائے تعالےٰ نے ایسی صورت میں اس کو آسودہ حال ہونے تک مہلت دینے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۸۰) اس کے باوجود قرض دینے والا شخص تم سے گواہی دینے کو کہے۔ اب چونکہ تم قرض دار شخص کی تنگ دستی سے واقف ہو اس لئے تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم گواہی دے دو (کہ اس نے قرض لیا تھا)"

امام موسیٰ کاظمؑ سے ایک روایت

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْقَاسِمِ ابْنِ الْفُضَيْلِ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ۔ محمد ابن قاسم ابن فضیلؒ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سَئَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ مَوَالِيْكَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِرَجُلٍ مُخَالِفٍ يُرِيْدُ اَنْ يُعْسِرَهُ وَيَحْبِسَهُ، وَقَدْ عَلِمَ اللهُ اَنَّهُ لَيْسَ عِنْدَهُ وَلَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِغَرِيْمِهِ بَيِّنَةٌ، هَلْ يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يَحْلِفَ لَهُ لِيَدْفَعَهُ عَنْ نَفْسِهِ، حَتّٰى يُيَسِّرَ اللهُ لَهُ؛ وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ شُهُوْدٌ مِنْ مَوَالِيْكَ قَدْ عَرَفُوْا اَنَّهُ لَا يَقْدِرُ هَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَشْهَدُوْا عَلَيْهِ؟

"میں نے امامؑ سے پوچھا: آپؑ کے چاہنے والوں میں ایک شخص ہے جو آپ کے ایک دشمن کا قرض لئے ہوئے ہے۔ وہ شخص آپؑ کے اس چاہنے والے

پر سختی کرنا چاہتا ہے اور جیل بھیج دینا چاہتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے اور نہ ہی وہ ادا کرنے پر فی الحال قادر ہے۔ اس کے پاس اپنی تنگ دستی ثابت کرنے کے لئے بینہ (دو عادل آدمیوں کی گواہی) بھی نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں وہ اپنی تنگ دستی ثابت کرنے کے لئے اور اس پریشانی کو آسودہ حال ہو جانے تک کے لئے اپنے اوپر سے ہٹانے کے لئے قسم کھا سکتا ہے؟ اور اگر آپ کے چاہنے والوں میں سے کچھ گواہ اس قرض دار کے خلاف ایسے بھی ہوں جو اس کی تنگ دستی سے واقف ہیں، تو کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کے خلاف گواہی دے دیں۔ (کہ اس نے قرض لیا تھا)؟

قَالَ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّشْهَدُوْا عَلَیْهِ وَلَا یَنْوِیْ ظُلْمَهٗ (کافی۔تہذیب گواہی کا باب) امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے جواب دیا: "ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ وہ اس کے خلاف گواہی دیں، اور اس (قرض خواہ) کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس (قرض دار) پر ظلم کا قصد کرے!"

جب گواہی دینے سے ضرر پہنچے

یہ جو ہم نے کہا تھا کہ اگر گواہی دینے کے سبب سے گواہ کو یا کسی مسلمان کو ضرر پہنچتا ہو تو گواہی دینا حرام ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ ضرر ظلم کی حد میں آتا ہو اور بے جا ہو۔ بس اگر ضرر کا آدمی مستحق ہو اور عدالت کا تقاضا ہو کہ اس کو وہ ضرر پہنچے تو گواہی دینا پھر بھی واجب رہتا ہے۔ مثلاً ایک

شخص نے کوئی جرم کیا ہے۔ اب آدمی جو اس جرم کا گواہ ہے، محض اس لئے اس گواہی کو چھپا نہیں سکتا کہ اگر گواہی دے دی تو وہ آدمی دیا ہوا قرض واپس مانگ لے گا۔ یہ کوئی عذر نہیں ہے۔ مجرم کو شرعی طور پر سزا ملنی چاہیے اگرچہ گواہ کو مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ اگر گواہ واقعی ایسا قرض دار ہے جو قرض ادا نہیں کر سکتا تو وہ بینہ (دو عادل آدمیوں کی گواہی) یا قسم کے ذریعے اپنی تنگدستی ثابت کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ اگر مجرم کا جرم گواہ پر آنے والے عذر سے چھوٹا ہو یعنی گواہ کو حد سے زیادہ زحمت، پریشانی یا جان کا خطرہ لاحق ہو تو یہ گواہی چھپانے کے لئے ایک معقول عذر ہے۔

نقصان اور فائدہ نہ ہونا

یہ بات کہے بغیر نہ رہ جائے کہ ضرر ہونا اور فائدے سے محروم ہو جانا، یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ اگر مندرجہ بالا مثال میں ایسا ہو کہ اگر گواہ مجرم کے خلاف گواہی نہ دے تو وہ مجرم اس کی آمدنی کے وسائل پیدا کرے گا، لیکن گواہی دے دینے کی صورت میں وہ اس فائدے سے محروم ہو جائے گا تو یہ کوئی عذر نہیں ہے۔ فائدہ نہ پہنچنا ضرر نہیں کہلاتا۔

ہاں البتہ اگر گواہ مثلاً خود مجرم ہی کا ملازم ہو، گواہی دے دینے کی صورت میں اس کی نوکری چھوٹ جائی ہو اور اس کے بعد انتہائی سخت پریشانی کا اندیشہ ہو کہ عرف عام میں اس کو ضرر کہا جائے تو آدمی گواہی چھپا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، اور گواہی چھپانا، ان تینوں میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے اور اس صورت میں گناہ کبیرہ ہے جب کہ کوئی ضرر اس سے ٹکرا نہ رہا ہو۔ پس اگر ناحق گواہ کو یا کسی اور مسلمان کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو یہ تینوں گناہ نہیں رہتے بلکہ جائز ہو جاتے ہیں۔ بعض مواقع تو ایسے آتے ہیں جب (مثلاً جان بچانے کے لئے) جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا یا گواہی چھپا لینا واجب ہو جاتا ہے۔ بہر حال اصول یہ ہے کہ جو چیز زیادہ اہم ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔

اکیسواں گناہ

وعدہ خلافی

۲۱
اکیسواں گناہ : وعدہ خلافی

گناہِ کبیرہ میں سے اکیسواں گناہ "وعدہ خلافی" کرنا ہے۔ اس بارے میں صحیح روایت موجود ہیں۔ جیسا کہ صحیح اور مستند روایت میں حضرت عبد العظیم نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ امام علیہ السّلام نے اس گناہ کے گناہِ کبیرہ ہونے پر قرآنِ مجید کی اس آیت سے دلیل فرمائی ہے: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ (سورۃ رعد ۱۳: آیت نمبر ۲۵) "اور جو لوگ خدا سے عہد و پیمان کو پکا کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جن (تعلقاتِ باہمی) کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے انہیں قطع کرتے ہیں اور روئے زمین پر فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے۔ اور ایسے لوگوں کے واسطے برا گھر (جہنم) ہے۔"

وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی مذمت میں سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہوا:

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۂ آلِ عمران ۳: آیت نمبر ۷۶ - ۷۷) "یعنی ہاں (البتہ) جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو بے شک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ بے شک جو لوگ اپنے عہد اور (قسم) اقسام جو خدا سے کیا تھا اس کے بدلے تھوڑا سا دنیوی معاوضہ لے لیتے ہیں ان ہی لوگوں کے واسطے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور قیامت کے دن خدا ان سے بات تک تو کرے گا نہیں، اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا، اور نہ ان کو (گناہوں کی گندگی سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ (سورۂ انفال ۸: آیت نمبر ۵۵ - ۵۶) "بے شک خدا کے نزدیک جانوروں میں کفار سب سے بدترین ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے (اے رسولؐ) جن لوگوں نے تم سے عہد و پیمان کیا تھا پھر وہ لوگ اپنے عہد و پیمان کو ہر بار توڑ دیتے ہیں اور پھر خدا سے نہیں ڈرتے۔

یہ آیۂ شریفہ بنی قریظہ کے اُن یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عہد کیا تھا کہ وہ دشمنانِ اسلام کا ساتھ نہیں دیں گے۔ لیکن جنگِ بدر میں انھوں نے مشرکین کو اسلحے کی کمک دے کر یہ عہدو پیمان توڑ دیا تھا۔ بعد میں انھوں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا تھا کہ ہم یہ عہدو پیمان بھول گئے تھے۔ دوبارہ انھوں نے رسولِ خداؐ سے ایسا ہی عہد کیا لیکن جنگِ خندق میں ایک بار پھر انھوں نے اسے توڑ دیا اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے ابوسفیان سے مل گئے۔

قرآنِ مجید میں چند مقامات پر وعدے کی پاسداری کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس پر تاکید فرمائی گئی ہے۔ مثلاً ارشاد ہے کہ: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: آیت نمبر ۳۴) "وعدہ کی وفا ضرور کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۱) "اے ایمان لانے والو! اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو۔" اور سچے اور متقی لوگوں کی تعریف میں ارشاد ہے (وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۱۷۷) "اور یہ وہ لوگ ہیں جو جب بھی وعدہ کرتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔"

سورۂ صف میں کچھ اس طرح سخت انداز میں ارشاد ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۂ صف ۶۱: آیت نمبر ۲-۳) "اے ایمان لانے والو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جن کے کرنے کا تمہیں ارادہ نہیں ہوتا۔ خدا کے نزدیک یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر عمل نہ کرو!"

اس آیۂ شریفہ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: عِدَةُ الْمُؤْمِنِ اَخَاهُ نَذْرٌ لَا كَفَّارَةَ لَهُ فَمَنْ اَخْلَفَ فَبِخُلْفِ اللّٰهِ بَدَءَ وَلِمَقْتِهِ تَعَرَّضَ (وسائل الشیعہ کتاب حج، باب نمبر ۱۰۹ صفحہ ۲۲۲) "مومن کا اپنے مومن بھائی سے وعدہ ایک ایسی نذر ہے جس کا کوئی کفارہ تو نہیں ہے۔ لیکن جو شخص وعدہ خلافی کرتا ہے وہ خدا کی مخالفت اور دشمنی کا آغاز کردیتا ہے اور خدا کے غضب کو چھیڑ بیٹھتا ہے!" اس کے بعد امام علیہ السّلام نے سورۂ صف کی مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی تھی۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام مالک اشتر سے ان کے عہدے کا حلف لیتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلْخُلْفُ يُوْجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ (نہج البلاغہ) یعنی "وعدہ خلافی خدا کے غضب کا باعث بن جاتی ہے۔" اس کے بعد امیر المومنین علیہ السّلام نے بھی اسی آیت کا حوالہ دیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ) اَرْبَعَةٌ اَسْرَعُ شَيْءٍ عُقُوْبَةً "چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن پر جلد عذاب نازل ہوتا ہے:

۱:- رَجُلٌ اَحْسَنْتَ اِلَيْهِ وَيُكَافِئُكَ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ اِسَاءَةً

یعنی ایسا شخص جسکے ساتھ تم نے کسی سلسلے میں معاہدہ کیا ہو اور تم اس سلسلے میں اس سے وفا کررہے ہو لیکن وہ تم سے بے وفائی کررہا ہو تمھاری نیکی کے بدلے میں اس نے تم سے بدی کی ہو۔"

۲:- وَرَجُلٌ تَبْغِیْ عَلَیْهِ وَهُوَ یَبْغِیْ عَلَیْكَ یعنی "ایسا شخص جس پر تم کوئی ظلم نہیں کرتے (اگرچہ اس کے ساتھ کوئی نیکی بھی نہ کرتے ہو) مگر وہ تم پر ظلم کرتا ہو۔

۳:- وَرَجُلٌ عَاهَدْتَهُ عَلٰی اَمْرٍ فَمِنْ اَمْرِكَ الْوَفَاءُ بِهٖ وَمِنْ اَمْرِهِ الْغَدْرُ بِكَ یعنی "ایسا شخص جس کے ساتھ تم نے کسی سلسلے میں معاہدہ کیا ہو اور تم اس سلسلے میں اس سے وفا کررہے ہو، لیکن وہ تم سے بے وفائی کررہا ہو۔"

۴:- وَرَجُلٌ یَصِلُ قَرَابَتَهُ وَیَقْطَعُوْنَهُ (کتاب "خصال")

یعنی "اور ایسا شخص جو اپنے رشتہ دار سے صلۂ رحمی برقرار رکھنا چاہتا ہے مگر وہ قطع رحمی کرتا ہو۔

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے ابومالک نے کہا: اَخْبِرْنِیْ بِجَمِیْعِ شَرَائِعِ الدِّیْنِ "مجھے آپ دینِ اسلام کی تمام شرعی باتوں کا خلاصہ بتادیجئے": قَالَ قَوْلُ الْحَقِّ وَالْحُکْمُ بِالْعَدْلِ وَالْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ (کتاب "خصال") امام علیہ السّلام نے فرمایا "حق بات کہنا، انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، اور وعدے کو پورا کرنا۔"

وعدہ وفائی کی اہمیت کے سلسلے میں اگرچہ آیات و روایات بہت وارد ہوئی

ہیں لیکن ہم اسی مقدار پر اکتفا کر رہے ہیں۔

وعدہ خلافی کی قسمیں

وعدے کی تین قسمیں ہیں

۱:۔۔۔۔ ایک ایسا وعدہ جو خدا نے اپنے بندوں سے کیا ہو۔

۲:۔۔۔۔ ایک ایسا وعدہ جو بندوں نے خدا سے کیا ہو۔

۳:۔۔۔۔ اور ایک ایسا وعدہ جو بندوں نے ایک دوسرے سے کیا ہو۔

وہ وعدہ جو خدا نے بندوں سے کیا ہے وہ وہی ہے جو عالم ذر (عالم ارواح) میں واقع ہوا ہے۔ قرآن مجید اور بہت سی روایتوں سے اس وعدے کے بارے میں علم ہوتا ہے۔ اس وعدے کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں دنیا میں انسانوں کو بھیجنے سے پہلے خدا نے تمام روحوں سے عہد و پیمان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں ثابت قدم رہیں گے، کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دیں گے، اپنے پیغمبر کے احکام سے روگردانی نہیں کریں گے اور شیطان کی پیروی نہیں کریں گے تو خدا اس وعدہ وفائی کے صلے میں ان کی مدد کرے گا، اپنی رحمت کا سایہ بروقت ان پر رکھے گا اور جنت میں انہیں جگہ دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے وعدے کو پورا نہیں کریں گے تو خدا بھی اس کے عوض میں اپنے وعدے کو پورا نہیں کرے گا۔ اسی لئے ارشاد ہے: اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۴۰) (اے میرے بندو!) مجھ سے کیا ہوا وعدہ وفا کرو۔ اگر تم ایسا کرو

گے تو میں بھی تم سے کیا ہوا وعدہ وفا کروں گا۔" یہ بھی ارشاد ہے کہ اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡکُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ (سورۂ یٰسین ۳۶: آیت نمبر ۶۰) "اے آدم علیہ السّلام کی اولاد کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لیا تھا کہ خبردار شیطان کی پرستش نہ کرنا؟!"

عالمِ ارواح میں پروردگارِ عالم نے بندوں کی روحوں سے جو وعدے لئے تھے ان میں امیرالمومنینؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی ولایت کے بارے میں بھی وعدے شامل تھے۔ بہت سی روایتوں میں اس بات کا ذکر موجود ہے۔ یہاں تک کہ تمام آسمانی کتابوں میں اس کا ذکر ہے اور تمام انبیاء کے ذریعے بھی چہاردہ معصومینؑ کی ولایت و محبت کا پیغام پہنچایا گیا ہے۔

البتہ بعض علماء نے عالمِ ذر یا عالمِ ارواح کا انکار کیا ہے۔ وہ اس موضوع پر وارد ہونے والی آیتوں اور روایتوں کی تاویل فرماتے ہیں۔ وہ عالمِ ذر سے مراد عالمِ فطرت لیتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک خداوندِ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ احکامِ خدا کی پابندی کرے اور شیطان کی پرستش نہ کرے۔ اب اگر انسان مخالفت کرتا ہے تو اپنی فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ البتہ انسان کی عقل اس کو فطرت پر چلنے اور اپنے خالق کی اطاعت کرنے کا حکم دیتی ہے۔ وہ علمائے کرام اسی حکم کو عہد و پیمان شمار کرتے ہیں۔ بہرحال حقیقت کیا ہے، اس کی تفصیل کے لئے یہ کتاب مناسب نہیں ہے۔

بہرحال خواہ آدمی عالمِ ارواح میں کئے گئے وعدے کو توڑے یا عالمِ

فطرت میں کیئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرے، دونوں صورتوں میں وعدہ توڑنا بہرحال گناہِ کبیرہ ہے۔ بلکہ سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے۔ اکثر آیات و روایات میں اتنی تاکید موجود ہے کہ وعدہ وفا کرنا واجب اور وعدہ توڑنا حرام ثابت ہوتا ہے۔ وعدہ توڑنے پر سخت عذاب کی باتیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنا سخت عذاب اسی پہلی قسم کے وعدے کو توڑنے میں ہے اور یہی سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے۔ پس بندوں کو چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے کیے گئے تمام وعدوں کی وفا کریں تاکہ خدا بھی اس کے صلے میں اپنے تمام وعدے وفا کرے۔

خداوندِ عالم نے دُعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے

خدا نے بندوں سے جو وعدے کیے ہیں ان میں سے ایک دُعا قبول کرنے کا وعدہ بھی ہے، لیکن اس وعدے کو پورا کرنے کی ایک شرط بھی ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ بندے خدا سے کیا ہوا اپنا وعدہ وفا کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے جمیل روایت کرتے ہیں

(عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ) اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا دَعَا اللّٰهَ تَعَالٰی بِنِیَّةٍ صَادِقَةٍ وَقَلْبٍ مُخْلِصٍ اُسْتُجِیْبَ لَهٗ بَعْدَ وَفَائِهٖ بِعَهْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" جب بندہ خدا

سے سچی نیت اور خلوص بھرے دل کے ساتھ دُعا مانگتا ہے تو اس کی دُعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ خدائے عزّ وجلّ سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا کر لیتا ہے۔" وَاِذَا دَعَا اللّٰہَ بِغَیْرِ نِیَّۃٍ وَّاِخْلَاصٍ لَمْ یُسْتَجَبْ لَہٗ۔ "لیکن جب بندہ خدا سے سچی نیت اور خلوص کے بغیر دُعا کرتا ہے تو اس کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔" اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ، فَمَنْ وَفٰی وُفِیَ لَہٗ (سفینۃ البحار جلد اوّل صفحہ ۴۹۹) "کیا خدائے تعالیٰ نہیں فرماتا" اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ" (مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو تو میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا) پس جو وعدہ وفا کرتا ہے اسی کے ساتھ وفا کی جاتی ہے۔"

نذر اور عہد میں زبان سے کہنا

دوسری قسم کا وعدہ وہ ہے جو بندہ خود ہی خدائے تعالیٰ سے کرتا ہے۔ مثلاً نذر کر لیتا ہے یا قسم کھا لیتا ہے۔ قسم، عہد یا نذر کا محض دل و دماغ میں عزم کر لینا اور سوچ لینا کافی نہیں ہے بلکہ باقاعدہ اس کا جملہ زبان سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی بندہ خدا سے عہد کرنا چاہے اور عربی میں کہنا چاہے تو اسے کہنا پڑے گا عَاهَدْتُ اللّٰہَ (میں نے خدا سے عہد کیا) یا یہ کہنا ہوگا کہ عَلَیَّ عَهْدُ اللّٰہِ (میرے ذمّے خدا سے کیا ہوا عہد ہے۔) عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں نذر، قسم، یا عہد کا جملہ کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ نذر مانی جا سکتی

ہے کہ اگر میں صحت یاب ہوگیا، یا سفر سے صحیح و سالم واپس آگیا تو اتنی رقم خدا کے لئے خیرات کروں گا۔ ایسا جملہ منہ سے کہنے سے اس کی پابندی واجب ہوتی ہے، اور محض دِل میں سوچ لینے سے واجب نہیں ہوتی۔

بیکار کام کی نذر یا عہد

یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ عہد، قسم یا نذر بے کار کام کی نہ ہو۔ یعنی شرعی طور پر ناپسندیدہ کام نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں کام حرام یا مکروہ نہیں ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر آدمی قسم کھائے اور عہد کرے کہ وہ فلاں حرام یا مکروہ کام کرے گا تو یہ باطل اور غلط ہے۔ اسی طرح اگر وہ نذر کرے کہ اگر اس کا فلاں کام ہوگیا تو وہ فلاں حرام یا مکروہ کام کرے گا، تو یہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کام ترک کرنے کی نذر، عہد یا قسم ہو تو وہ کام واجب یا مستحب نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح نذر، قسم اور عہد کے وقت اگر کام میں رجحان تھا، مثلاً اس کا کرنا واجب یا مستحب تھا یا اس کا نہ کرنا حرام یا مکروہ تھا۔ لیکن بعد کے اضطراری حالات میں وہ رجحان شرعی طور پر ختم ہوگیا تو نذر اور قسم وغیرہ باطل ہو جاتی ہے۔ مثلاً آدمی نے نذر کی کہ اگر وہ صحت یاب ہوگیا تو مثلاً ایک ہزار روپیہ راہِ خدا میں خرچ کرے گا۔ لیکن جب وہ صحت یاب ہوا تو اتنا تنگ دست ہوگیا کہ اہل و عیال کا خرچ مشکل سے نکلنے لگا۔ ایسی صورت میں یہ نذر باطل شمار ہوگی اور اس کا پورا

کرنا واجب نہیں رہے گا۔

نذر مفید کام کی ہونی چاہیئے

پس ثابت ہوا کہ قسم یا نذر ایسے کام کی ہونی چاہیئے جس میں شرعی طور پر رجحان موجود ہو۔ اگر مباح کام کی بھی قسم یا نذر ہو تو بھی اس میں رجحان دیکھنا پڑتا ہے۔ یعنی اگر مباح کام کرنے کی قسم یا نذر ہو تو اس کا کرنا کم از کم عقلی طور پر نہ کرنے سے بہتر ہو۔ مثلاً پیدل چلنا اور ورزش کرنا ایک ایسا ہی مباح کام ہے۔ اسی طرح اگر کسی مباح کام کو چھوڑنے کی قسم یا نذر ہو تو اس میں بھی عقلی رجحان کا پہلو ہونا چاہیئے؛ یعنی اس کا چھوڑ دینا اس کے انجام دینے سے بہتر ہو۔ مثلاً سگریٹ پینا ایک ایسا ہی مباح کام ہے۔

عہدِ مطلق اور عہدِ مشروط

نذر و قسم کی طرح عہد بھی یا تو مطلق ہوتا ہے یا مشروط۔ مثلاً مطلق عہد یہ ہے کہ آدمی کہے: "میں نے خدائے تعالےٰ سے عہد کیا ہے کہ میں فلاں کارِ خیر انجام دوں گا۔" پس یہ عہد واجب ہو جاتا ہے اور اس کارِ خیر کو ترک کرنا گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے، بلکہ عہد توڑنے کا کفارہ بھی الگ سے واجب ہو جاتا ہے۔ مطلق یعنی جس میں کوئی شرط نہ لگائی

گئی ہو۔

اور مقید یا مشروط عہد یعنی آدمی خدا سے کسی خاص شرط کے تحت عہد کرے۔ مثلاً کہے: "اگر خدا مجھے بیٹا دے تو میں فلاں کارِ خیر انجام دوں گا۔" پس وہ کارِ خیر اسی وقت واجب ہوگا جب وہ شرط پوری ہو، اور جب شرط پوری ہو جائے تو اس عہد کی خلاف ورزی کرنا نہ صرف یہ کہ گناہِ کبیرہ ہے بلکہ کفّارے کا بھی موجب ہے۔

نذر و عہد کا کفّارہ

عہد خواہ مطلق ہو یا مشروط، اس کو توڑنے کا کفّارہ دینا واجب ہے۔ اس کا کفّارہ وہی ہے جو رمضان کا روزہ نہ رکھنے اور توڑنے کا ہے۔ یعنی ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا، یا ساٹھ روزے رکھنا، یا ایک غلام کو آزاد کرنا۔

اور اگر نذر توڑ دی جائے تو اس کا کفّارہ قسم توڑنے کے کفّارے کے برابر ہے۔ یعنی دس غریبوں کو کھانا کھلانا، یا دس لباس سے محروم لوگوں کو لباس دینا۔ یا ایک غلام آزاد کرنا۔ نذر اور قسم کے کفّاروں میں یہ بات بھی ہے کہ اگر آدمی ان تینوں میں سے کوئی سا بھی کفّارہ نہ دے سکتا ہو تو اسے تین مسلسل روزے رکھنا واجب ہو گئے ہیں۔

خدا سے عہد کی تین قسمیں

درحقیقت نذر اور قسم بھی خداوند تعالےٰ سے عہد ہے۔ اس لحاظ سے عہد کل تین قسموں کا ہوتا ہے۔ ایک خود عہد ہے اور باقی دو قسمیں نذر اور قسم کہلاتی ہیں۔ پس یہ لطفِ خداوندی ہے کہ اگر کوئی آدمی خدا سے عہد کرتے ہوئے ڈرے اور اتنے بڑے کفارے (یعنی ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانے یا ساٹھ روزے رکھنے) سے بچنا چاہے تو وہ چھوٹے قسم کے عہد کر سکتا ہے۔ یعنی نذر کر سکتا ہے یا شرعی قسم کھا سکتا ہے۔

وعدہ خلافی اور نفاق

وعدہ خلافی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے باعث دل میں نفاق اور منافقت کا بیج اُگ جاتا ہے، مرتے وقت آدمی کافر کی موت مرتا ہے، اور قیامت میں وہ منافقین ہی کے ساتھ محشور ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے کہ: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ، فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ، فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (سورۂ توبہ ۹: آیت نمبر ۷۵-۷۶-۷۷)

"اور ان (منافقین) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و اقرار کر چکے

تھے کہ اگر ہمیں اپنے (فضل و کرم) سے (کچھ مال) دے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے۔ اور نیکوکار بندے ہو جائیں گے۔ تو جب خدا نے اپنے فضل (و کرم) سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور سرتاپا کے منہ پھیرنے لگے۔ پھر جب ان سے ان کے خمیازہ میں اپنی ملاقات کے دن (قیامت) تک ان کے دل میں (گویا خود) نفاق ڈال دیا۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے خدا سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس وجہ سے کے یہ لوگ جھوٹ بولا کرتے تھے۔"

اس آیۂ شریفہ سے یہ ثابت ہوا کہ عہد شکنی اور جھوٹ ایسے گناہ ہیں جو ایسے نفاق کا سبب بنتے ہیں مرتے دم تک آدمی کے دل میں باقی رہتا ہے۔ ان آیاتِ شریفہ کی شانِ نزول کے بارے میں تفسیر منہج الصادقین میں لکھا ہے کہ:

ثعلبہ ابن حاطب ایک ایسا عیسائی تھا جو اپنے مذہب میں عبادت اور زہد کے لحاظ سے مشہور تھا۔ ایک دن وہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس نے اپنی تنگدستی کا رونا رویا۔ اس نے آنحضرتؐ سے التماس کی کہ وہ خدا سے اس کی کشادہ حالی کے لئے دعا فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے اسے نصیحت فرمائی کہ: اس حاجت سے دل نہ لگاؤ اور اپنی غربت پر صبر کرلو۔ رزق کی فراوانی تمہارے لئے خطرناک ہے! تھوڑے پر اگر تم شکر کروگے تو یہ اس بہت سے رزق سے بہتر ہے جس کا تم شکر بجا نہ لاسکو۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر میں دعا کروں کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو جائیں اور میرے

ساتھ ساتھ حرکت کریں تو حق تعالیٰ ایسا کر دے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ غربت کی عاقبت خیر ہے اور کشادہ حال کی عاقبت زیادہ تر شر ہوتی ہے! پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو اور بات کو مان لو!"

ثعلبہ نصرانی نے آنحضرتؐ کی نصیحت قبول نہیں کی اگلے دن وہ پھر آنحضرتؐ کے پاس وہی التماس لے کر آگیا وہ کہنے لگا "یا رسول اللہؐ! میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر خدا مجھے فراوانی کے ساتھ مال دے گا تو میں مستحق افراد کے حقوق ادا کروں گا اور اس کے ذریعے صلہ رحمی کروں گا" جب اس نے بہت اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند تعالیٰ سے اس کی غربت دور کرنے کی دعا کر دی۔

خداوند تعالیٰ نے اس کی بھیڑ بکریوں میں اسے بہت برکت دی ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ مسلمان ہونے کے بعد وہ اپنی بھیڑ بکریوں کی حفاظت میں پیغمبر خداؐ کے ساتھ پانچ وقت کی نماز با جماعت پڑھنا چھوڑ بیٹھا۔ وہ صرف صبح اور شام کی نماز پر اکتفا کرنے لگا۔ پھر اس کا کام اتنا بڑھ گیا کہ مدینے کے اطراف میں اس کی بھیڑ بکریوں کے لئے جگہ کم پڑ گئی۔ وہ اپنی بھیڑ بکریوں کو لے کر صحرا ہی میں بس گیا۔ اب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز با جماعت سے محروم ہو گیا تھا۔ البتہ اب بھی وہ نماز جمعہ کے لئے مدینہ آجاتا تھا! پھر بھیڑ بکریوں کے سلسلے میں اس کا دائرۂ کار مدینے

کے اطراف کی وادیوں سے بھی آگے پھیل گیا! اب وہ نماز جمعہ سے بھی محروم ہو گیا!

ایک دن پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے پوچھا کہ "کیا ہوا ثعلبہ ہماری نماز میں حاضر نہیں ہوتا؟"

لوگوں نے کہا: "اس کے پاس اتنی زیادہ بھیڑ بکریاں ہیں کہ کسی وادی میں پوری طرح نہیں سماتیں! اب وہ فلاں وادی میں گیا ہے۔ اور وہیں کا ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر تین بار فرمایا "ثعلبہ پر وائے ہو! ثعلبہ پر وائے ہو! ثعلبہ پر وائے ہو!"

پھر جب زکوٰۃ واجب ہوئی اور اس کی آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے ایک صحابی کو وہ آیت تحریری صورت میں دی اور قبیلۂ بنی سلیم کے ایک آدمی کو اس صحابی کے ساتھ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ "جب ثعلبہ سے زکوٰۃ لے لینا تو فلاں بھلے آدمی سے بھی زکوٰۃ لیتے آنا۔" وہ دونوں ثعلبہ کے پاس گئے۔ زکوٰۃ کی آیت دکھائی اور آنحضرتؐ کا خط بھی اسے دیا جس میں زکوٰۃ کی شرائط درج تھیں۔ ثعلبہ اتنا مال کی محبت میں مبتلا ہو گیا تھا کہ اس نے کہا: "محمدؐ ہم سے جزیہ (ٹیکس) طلب کر رہے ہیں!" "کہیں اور جا کر طلب کرو! جب تک میں اس بارے میں غور کروں گا!"

وہ دونوں اس بھلے آدمی کے پاس گئے (جو قبیلہ بنی سلیم سے تعلق رکھتا تھا) اس نے آیۂ قرآن اور پیغمبرؐ کا خط دیکھ کر کہا "سَمْعًا وَّطَاعَةً

لاَ مُسَوِّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ (حکم خدا اور حکم رسولؐ کو سنتے ہوتے اور اس کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہوں!)

وہ اپنے اونٹوں کے درمیان گیا۔ اس نے چھانٹ کر زکوٰۃ کے لیے بہترین اونٹ نکالے اور کہا، یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جائیے" دونوں نے کہا بہترین دینا واجب نہیں ہے!" اس نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خدا ورسولؐ کو بہترین نہ دوں!"

وہ دونوں ثعلبہ کے پاس واپس گئے۔ اس بدبخت نے وہی پہلی سی بات کی اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا!

یہ واقعہ سن کر آنحضرتؐ نے ایک بار پھر فرمایا: "ثعلبہ پر وائے ہو!" آنحضرتؐ نے اس دوسرے بھلے آدمی کے لئے دعائے خیر فرمائی جس نے بہترین طریقے سے زکوٰۃ دیدی تھی۔

اصحاب تعجب کر رہے تھے کہ واقعی ثعلبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پہلے ہی مان لینی چاہیے تھی تاکہ اس حال پر نہ پہنچتا اور ایمان کھو کر مرتد نہ ہو جاتا! (زکوٰۃ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور جو شخص کہے کہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مسلمان نہیں رہتا!) سورۃ توبہ کی مذکورہ آیتیں ثعلبہ کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔

آپس میں عہد و پیمان

وعدے کی تیسری قسم یہ ہے کہ آدمی ایک دوسرے سے عہد و پیمان کرے۔ آیتوں اور بہت سی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کا وعدہ بھی وفا کرنا واجب ہے اور اسے توڑنا بھی حرام ہے۔ مثلاً سورۃ بنی اسرائیل میں حکم ہے کہ: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل ١٧۔ آیت نمبر ٣٤) "اور تم اپنے عہد کو پورا کرو، بے شک خدا قیامت میں عہد کے بارے میں ضرور پوچھے گا" اسی طرح اہل صدق و تقویٰ کی تعریف میں آیت ہے کہ: وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا (سورۃ البقرہ ٢: آیت ١٧٧) "اور یہ وہ ہیں کہ جب کوئی وعدہ کرتے ہیں تو اپنے وعدے کو وفا کرتے ہیں" اسی طرح دوزخ سے نجات پا لینے والوں اور جنت میں داخل ہونے والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (سورۃ مومنون ٢٣: آیت نمبر ٨) "اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہیں"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: "اپنے مومن بھائی سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا نذر کی طرح واجب ہے، اگرچہ کہ اس وعدے کی خلاف ورزی پر کوئی کفّارہ نہیں ہے"

پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَفِ اِذَا وَعَدَ (اصولِ کافی) "جو شخص خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ جب بھی وہ وعدہ کرے وفا کرے" معلوم ہوا کہ وعدہ وفا کرنا خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے کے لوازمات میں سے ہے۔ اسی طرح سورۂ صف کی ابتدائی چند آیات وعدہ خلافی کی سخت مذمت میں نازل ہوئی ہیں اور ان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ خلافی، خواہ کسی قسم کی بھی ہو حرام ہے۔

منافق، وعدہ خلافی کرتے ہیں

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی "تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی ہوں گی، وہ منافق ہوگا۔ اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہو اور خواہ خود کو سچا مسلمان سمجھتا ہو!"

مَنْ اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ "ایک وہ شخص کہ جب بھی کوئی امانت رکھتا ہو اس میں خیانت کر بیٹھتا ہو"

وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ "ایک وہ شخص کہ جب بھی کوئی بات کرتا ہو جھوٹ بولتا ہو" وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ (اصولِ کافی) "اور ایک وہ شخص کہ جب بھی کوئی وعدہ کرتا ہو اس کی خلاف ورزی کر بیٹھتا ہو!"

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: مَنْ عَامَلَ النَّاسَ وَلَمْ يَظْلِمْهُمْ، وَحَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ، وَوَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُمْ، "جو شخص لوگوں کے ساتھ معاملہ کرے تو ان پر ظلم نہ کرتا ہو، جب ان سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولتا ہو، اور جب ان سے کوئی وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو" فَهُوَ مِمَّنْ كَمُلَتْ مُرُوَّتُهُ، وَحَرُمَتْ غِيبَتُهُ، وَظَهَرَ عَدْلُهُ، وَوَجَبَتْ أُخُوَّتُهُ، (اصولِ کافی) "تو وہ ایسے لوگوں میں ہوتا ہے کہ جن کا اخلاق کامل ہے، جن کی غیبت حرام ہے، جن کا عادل ہونا ظاہر ہے اور جن سے بھائی چارہ کرنا واجب ہے۔"

پس جو شخص ظالم، جھوٹا، یا وعدہ خلافی کرنے والا ہو، اسی روایت کی روشنی میں اس کا اخلاق کامل نہیں ہے، اس کی غیبت جائز ہے، وہ غیر عادل یعنی فاسق ہے، اور جس کے ساتھ برادرِ ایمانی والے حقوق کی رعایت واجب نہیں ہے!

کوئی چھوٹ نہیں

اسی طرح چھٹے امام علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ثَلَاثَةٌ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى لِأَحَدٍ فِيهَا رُخْصَةً "تین فرائض ایسے ہیں جن کے سلسلے میں خدائے تعالےٰ نے کسی کو ذرا سی بھی چھوٹ نہیں دی۔"

بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، بَرَّيْنِ كَانَا اَوْ فَاجِرَيْنِ ” والدین کے ساتھ نیکی کرنا، خواہ دونوں نیک ہوں یا بدکردار!“ وَالْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ ” وعدے کو وفا کرنا، خواہ نیک آدمی سے وعدہ کیا ہو یا بدکردار سے“ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ (شیخ صدوق کی کتاب ”خصال“) ”اور امانت ادا کرنا، خواہ وہ نیک آدمی کی ہو یا بدکردار کی“ اسی جیسی ایک حدیث کافی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے بھی مروی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ: مَنْ لِاِمْرَأَتِهِ شَرْطًا فَلْيَفِ بِهِ ”جو شخص اپنی بیوی سے کوئی وعدہ کرے تو اسے وہ بھی وفا کرنا چاہیے“ فَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا (کتاب ”تہذیب“) اس لئے کہ مسلمان اپنے وعدوں کا ہردم لحاظ رکھتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر کسی وعدے کی وجہ سے کوئی حلال چیز حرام ہو رہی ہو تو یا کوئی حرام چیز حلال ہو رہی ہو تو وہ ایسے وعدوں کا لحاظ نہیں رکھتے“

مشرکوں سے معاہدہ

بہرحال وعدہ وفائی کے واجب ہونے اور وعدہ خلافی کے حرام ہونے سے متعلق آیات وروایات بے شمار ہیں۔ اس موضوع کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ

لَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ (سورۃ انفال ۸: آیت نمبر ۵۵ اور ۵۶) "اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک جانوروں میں کفار سب سے بدتر ہیں تو (باوجود اس کے) پھر ایمان نہیں لاتے۔ (اے رسولؐ) جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا پھر وہ لوگ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور پھر (خدا سے) نہیں ڈرتے" پس وعدہ خلافی کرنے والے لوگ خدا کی بدترین مخلوق ہیں یعنی جانوروں سے بھی بدترین ہیں۔ یہ بات یہاں جان لینی چاہیے کہ خداوند تعالیٰ نے مشرکوں اور کافروں سے بھی کئے ہوئے معاہدے اور وعدے کو توڑنے کی اجازت نہیں دی ہے، اور اس کی وفا بھی واجب قرار دے دی ہے۔

حضورؐ کا مشرکوں سے ایفائے عہد

جب اسلام کی شان و شوکت عروج پر تھی تو سورۂ برات کی ایک آیت نازل ہوئی جس میں مشرکوں سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا۔ مکۂ معظمہ کو شرک اور بت پرستی سے پاک کر دینے کا حکم ملا تھا۔ لیکن ان مشرکوں سے معاہدہ نہ توڑنے کا حکم بھی آیا تھا جو معاہدہ توڑنے میں پہل نہیں کر رہے تھے۔ وہ آیۂ شریفہ یہ ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا

اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (سورۂ توبہ ۹: آیت نمبر ۴) "مگر (ہاں) جن مشرکوں سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا پھر ان لوگوں نے کبھی کچھ تم سے (وفا عہد میں) کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی تو ان کے عہد و پیمان کو جتنی مدت کے واسطے مقرر کیا ہے پورا کر دو۔ خدا پرہیزگاروں کو یقیناً دوست رکھتا ہے۔"

ابورافع کہتے ہیں: "قریش نے مجھے پیغمبرِ اسلامؐ کے پاس روانہ کیا جب میں نے آنحضرتؐ کی زیارت کی اور ان کے نورانی چہرے پر نگاہ کی تو میرے دل میں اسلام کا نور پیدا ہو گیا۔ میں نے آنحضرتؐ سے کہا: یارسول اللہؐ! اب میں قریش کی طرف لوٹ کر واپس نہیں جاؤں گا!" آپؐ نے جواب میں فرمایا: "میں عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ اور قریش کی طرف سے پیغام لانے والے کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ اے ابورافع تم اپنے قبیلے کی طرف لوٹ جاؤ اس کے بعد اگر تمہارا دل چاہے تو اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آجانا۔"

قریش سے کئے گئے عہد کا احترام

حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ صرف ایک چیز مجھے جنگ بدر میں شریک ہونے سے روکتی رہی تھی، اور وہ یہ تھی کہ میں اور ابوالحُسَیل باہر جارہے تھے کہ قریش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انھوں نے ہم سے کہا: "تم محمد کو چاہتے ہو؟" ہم نے کہا:

"نہیں ہم مدینے کو جاتے ہیں" انھوں نے ہم سے عہد لیا کہ جب مدینے پہنچ جائیں گے تو ہم پیغمبر اکرمؐ کا جنگ میں ساتھ نہ دیں گے۔ جب ہم پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور یہ واقعہ سنایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "جنگ میں جانے کا خیال اپنے اس عہد اور وعدے کی وجہ سے چھوڑ دو، ہم خدا سے مدد طلب کرلیں گے"۔

یہ حدیث اور اس سے اوپر والی حدیث کتاب "اسلام و صلح جہانی" تالیف سید قطب، صفحہ ۲۶۴ سے منقول ہے۔

کافر باپ اپنے مسلمان بیٹے کو لے گیا

صلح حدیبیہ کے سلسلے میں سہیل ابن عمر کافروں کی جانب سے رسول خداؐ کے ساتھ مذاکرات کر رہا تھا۔ جب عہد نامہ اور صلح نامہ لکھنے کا وقت تھا اور ابھی دستخط باقی تھے کہ سہیل کا بیٹا جندل کفار قریش میں سے نکل کر مسلمانوں کے درمیان آگیا تھا۔ اسکو اسلام کی طرف مائل دیکھکر کفار قریش نے اسکے پیروں میں زنجیر باندھ دی تھی۔ وہ پیروں میں بندھی زنجیر سمیت ہی فرار ہو گیا تھا اور مسلمانوں کے درمیان آکر خود کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ صلح حدیبیہ تیار کرنیوالے کافر باپ نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے بیٹے کے پاس آیا اور ایک طمانچہ رسید کیا۔ پھر اس نے رسول اسلامؐ سے کہا "یا محمدؐ! یہ (صلح نامہ) وہ پہلی چیز ہے جو ہمارے درمیان صلح کی راہ استوار کر رہی ہے اور اسی کے تحت آپؐ کو بھی چاہیئے کہ میرا بیٹا مجھے واپس دے دیں!" صلح حدیبیہ کے مطابق آنحضرتؐ نے اس کی بات قبول کرلی

اور جندل کو اس کے کافر باپ کے حوالے کر دیا۔ مگر پہلے یہ شرط لگا دی کہ وہ اسے حفاظت سے رکھے گا اور اذیت نہیں دے گا۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی لیکن جب جندل کو کافروں کے حوالے کرنے کا وقت آیا تو جندل کہنے لگا: "اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو گیا ہوں! میں اب کس طرح مشرکوں کے درمیان جاؤں گا؟ رسولِ خدا نے اس سے فرمایا: "جاؤ صبر کرو۔ خدا اسی طرح تمہارے لئے آسانی پیدا کرے گا۔ ہم نے جو معاہدہ کر لیا ہے، ہم اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ سہیل نے اپنے مسلمان بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور لے گیا۔ لیکن اس نے اپنا وعدہ وفا نہیں کیا اور اپنے بیٹے کو سخت اذیت دی۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدے کی کتنی اہمیت ہے۔ یہ واقعہ سورۂ فتح کے ذیل میں تفسیر منہج الصادقین میں موجود ہے۔

اپنی موت تک یہیں رہوں گا!

بحارالانوار میں یہ روایت موجود ہے کہ:

پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص سے وعدہ فرمالیا تھا کہ وہ ایک طے شدہ جگہ پر بڑا ایک پتھر کے پاس اس وقت تک موجود رہیں گے جب تک کہ وہ جاکر واپس آجائے۔ آنحضرتؐ وہاں رُک گئے، لیکن وہ شخص وہاں نہیں آیا۔ یہاں تک کہ صبح سے دوپہر ہو گئی۔ انتہائی سخت دھوپ آنحضرتؐ کے بدن پر پڑ رہی تھی۔ بعض اصحاب نے آنحضرتؐ کو دھوپ برداشت کرتے دیکھ کر کہا: "یہاں

سے جائیے!" فرمایا: "میں کسی اور جگہ اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک وہ شخص نہ آ جائے۔" آخر کار وہ شخص آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص نہ آتا تو میں اپنی موت کے وقت تک یہاں سے نہیں ہٹتا!"

جنابِ اسماعیلؑ اور ایفاءِ عہد

حضرت اسماعیلؑ پیغمبرؐ کو قرآنِ مجید صادقُ الوعد کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ ارشاد ہے کہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (سورۂ مریم ۱۹: آیت نمبر ۵۴) "اور (اے رسولؐ) قرآن میں اسماعیلؑ کا تذکرہ کرو۔ بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبرؐ تھے۔"

جب حضرتِ اسماعیل علیہ السلام نے کسی شخص سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں اس جگہ اس وقت تک رہوں گا جب تک کہ تم نہ آ جاؤ۔ پھر وہ کم از کم تین شب و روز وہاں رہے لیکن اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اور مشہور بھی یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک سال تک اس شخص کا انتظار کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے سخت تکلیفیں اٹھائیں، یہاں تک کہ بعض اوقات انہیں درختوں کے چھلکے تک کھانے پڑے!

وعدہ خلافی کفر کا نتیجہ ہے

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام وعدہ خلافی اور عہد شکنی کو کفر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جو دل میں ہوتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: وَاللّٰهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِاَدْهىٰ مِنِّي وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ اَدْهَى النَّاسِ وَلٰكِنْ كُلُّ غَدْرَةٍ فَجْرَةٌ وَكُلُّ فَجْرَةٍ كَفْرَةٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲۸) "خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ذہین نہیں ہے۔ لیکن وہ عہد توڑ دیتا ہے اور حق سے منحرف ہوجاتا ہے۔ اگر وعدہ خلافی ناپسندیدہ نہ ہوتی تو میں سب سے زیادہ ہوشیار انسان ظاہر ہوتا۔ لیکن ہر وعدہ خلافی فرمانِ خدا سے انحراف ہے اور فرمانِ خدا سے ہر قسم کا انحراف ایک طرح کا کفر ہے۔ ہر وعدہ خلاف شخص کا ایک پرچم ہوگا جس کے ذریعے وہ قیامت کے دن پہچانا جائے گا۔"

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ روایات میں گناہ کبیرہ کرنے والے شخص کو کافر بھی کہا گیا ہے۔ وعدہ خلافی چونکہ ایک بڑا گناہِ کبیرہ ہے، اس لئے اس خطبہ میں ہر وعدہ خلاف شخص کو ایک طرح کا کافر کہا گیا ہے۔ یہ وہ کفر ہے جس کا بیج دل میں ہوتا ہے اور جو احکامِ خدا کی نافرمانی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

مسلمان دھوکہ باز نہیں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں: إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ وَمَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ اتَّخَذَ أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْساً وَنَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَدُونَهَا مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ وَنَهْيِهِ فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۱) بے شک وعدہ وفائی اور سچائی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ میں نے وعدہ وفائی سے بہتر کوئی اور ڈھال نہیں دیکھی جو عذاب سے بچانے والی ہو۔ جس شخص کا روزِ جزاء پر اعتقاد ہو وہ اپنے وعدے کو نہیں توڑے گا اور عذر خواہی نہیں کرے گا۔ ہم اس زمانے میں زندگی گذار رہے ہیں جس میں لوگ وعدہ خلافی اور دھوکہ بازی کو سیاست اور ہوشیاری سمجھتے ہیں! اور جاہل افراد بہترین بہانہ بازی اور ہنر سمجھتے ہیں! ان کو کیا ہو گیا ہے؟ خدا ان کو ہلاک کرے! انہی دھوکہ بازی کے حیلوں میں ایک وعدہ خلافی بھی شامل ہے۔ حیلے کی کوئی بھی وجہ ہو خدا کا حکم اور اسکی نہی مانع ہے کہ میں اس پر عمل کروں۔ پس اپنی آنکھوں کے سامنے بندۂ خدا حیلہ کو دیکھ کر بھی اور حیلہ پر قدرت رکھتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن جس شخص کو

دین کا درد نہیں ہوتا وہ حیلہ کی فرصت کو غنیمت سمجھتا ہے اور چال بازی یا وعدہ خلافی کر بیٹھتا ہے۔"

وعدہ خلافی اور جھوٹ

بعض مجتہدین نے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو جھوٹ کی قسموں میں شمار کیا ہے، خصوصاً جب کہ عہد کرتے وقت یا وعدہ کرتے وقت ہی اسے پورا نہ کرنے کا ارادہ ہو۔ اس بناء پر جھوٹ مذمت، حرمت اور سزا کے بارے میں جو کچھ آیات و روایات ذکر ہو چکی ہیں، وہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔

اگر کسی معاملے میں شرط ہو

اگر مجتہدین کے فتووں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تجارت کے یا کسی اور معاملے کے ضمن میں کوئی شرط عائد کی گئی ہو، عہد یا وعدہ لیا گیا ہو، تو اس کی پابندی واجب ہے۔ مثلاً خریدتے وقت اگر آدمی شرط لگا دے کہ اگر مال میں کوئی عیب نکلا تو وہ اسے دو مہینے تک لوٹا سکے گا اور دکاندار مثلاً شرط لگا دے کہ اگر مال کو لوٹانا ہو تو اس میں خریدار کا پیدا کیا ہوا کوئی نقص نہ ہو۔ تو ایسی شرطوں کی پابندی واجب ہے۔ اسی طرح مثلاً اگر مالک مکان کرائے دار پہ یہ شرط عائد کر دے کہ وہ کسی مہمان کو نہیں

رکھے گا تو ایسی شرطوں کی بھی پابندی واجب ہو جاتی ہے۔ معاملے میں دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر شرط لگانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

بعض دیگر مجتہدین فرماتے ہیں کہ نہ صرف ایسی شرطوں کی پابندی واجب ہے، بلکہ جس شخص نے شرط لگائی ہے اس کو بھی یہ شرعی حق حاصل ہو جاتا ہے کہ شرط ماننے والے شخص سے اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ اگر وہ چاہے تو زبردستی بھی اپنا حق لے سکتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ معاملے کے دوران شرط کو لازمی درجہ دیا گیا ہو۔ مثلاً اگر ملازم یہ شرط لگا دے کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس کی تنخواہ ملنی چاہیے، تو نہ صرف یہ کہ وہ پہلی تاریخ کو اس کی تنخواہ ملنی چاہیے، تو نہ صرف یہ کہ وہ پہلی تاریخ کو مطالبہ کر سکتا ہے، بلکہ زبردستی یا مالک کی لاعلمی میں بھی اپنا حق لے سکتا ہے۔ لیکن اگر معاملے کے درمیان شرط کو لازمی کی سی حیثیت نہ دی گئی ہو اور شرط کی پابندی کو محض بہتر سمجھا گیا ہو تو نہ تو پابندی واجب ہے اور نہ ہی کسی کا حق بنتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شرط کا معاملے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ایسی صورت میں معاملے سے متعلق شرط لگانے والے کو حق نہیں ہوگا کہ اس شرط کی بناء پر معاملے میں اپنا حق حاصل کرے۔ البتہ شرط ماننے والے پر معاملے سے قطع نظر شرط کی پابندی واجب ہو گی۔

ہر حال میں وعدہ وفا کرنا چاہیے

بہر حال آیات و روایات میں وعدہ وفائی کی سختی سے تاکید موجود ہے کہ انسان

کو ہر قسم کے وعدے کی وفا میں شدید احتیاط سے کام لینا چاہیے اگر آدمی وعدہ نہ کرنا چاہتا ہو، لیکن وعدہ کرنے پر مجبور ہو تو حرام اور وعدہ خلافی سے بچنے کے لئے وہ لفظ "شاید" "اگر" یا "انشاءاللہ" وغیرہ استعمال کر سکتا ہے۔ یعنی شلاً انشاءاللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔

انشاءاللہ کہہ کر نذر و عہد کرنا

ہر وہ عہد، نذر یا وعدہ جس میں انشاءاللہ کہا گیا ہو، یا کسی بھی زبان میں خدا کی مرضی پر ڈال دیا گیا ہو تو اس کی وفا واجب نہیں رہتی۔ علامہ حلی نے یہی فرمایا ہے اور مشہور مجتہدین بھی ان کی موافقت کرتے ہیں۔ البتہ اگر شرط یا وعدہ وغیرہ کسی واجب کام کو کرنے یا حرام کام کو ترک کرنے کے سلسلے میں ہو تو ایسی صورت میں اس کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ انشاءاللہ کہنے کے بعد وعدے کی وفا اس صورت میں واجب نہیں رہتی جب کہ آدمی اس کا شرطیہ مفہوم اپنے ذہن میں رکھے یعنی اگر خدا نے چاہا تو ایسا کروں گا، اور اگر خدا نے نہیں چاہا تو ایسا نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آدمی وعدہ وفا کرنے کے عزم کے ساتھ انشاءاللہ کہے یا برکت کی خاطر انشاءاللہ کہے اور ذہن میں انشاءاللہ کا شرطیہ مفہوم نہ ہو تو ایسی صورت میں بہر حال شرط یا وعدے کی پابندی واجب ہوگی۔

گناہ انجام دینے کا وعدہ

ظاہر ہے کہ اگر وعدہ یا شرط وغیرہ کسی واجب کام کو چھوڑ دینے، یا کسی حرام کام کو انجام دینے کے سلسلے میں ہو تو اس کی پابندی نہ صرف یہ کہ واجب نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔ اور اگر آدمی یہ عہد کرے کہ اگر اس کی بیوی یا اس کے بیٹے نے فلاں برا کام انجام دیا تو وہ فلاں سختی کرے گا۔ ایسے عہد پر عمل نہ کرنا اور معاف کر دینا بہتر ہے۔ ارشاد ہے وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۲۲) "بلکہ انہیں چاہیے کہ ان کی خطا معاف کر دیں اور درگذر سے کام لیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ خدا تمھاری بھی خطا معاف کر دے!" اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بندے دوسرے بندوں کی خطائیں معاف کریں گے تو خدا بھی ایسے معاف کر دینے والے بندوں کی خطائیں معاف کرے گا۔

جناب ایوبؑ نے اپنی زوجہ کو سو تازیانے مارنے کی قسم کھائی

اگر سختی کرنے یا سزا دینے کا عہد یا وعدہ بہت تاکید کے ساتھ ہو تو بہتر یہ ہے کہ کچھ اس قسم کی علامتی سزا دے دی جائے کہ نہ تو وہ باقاعدہ سزا ہو اور نہ ہی عہد کی خلاف ورزی شمار ہو۔ مثلاً حضرت ایوب پیغمبرؑ نے جب اپنی بیوی کو ان کی مرضی کے خلاف ایک کام کرتے دیکھا تو انھوں نے قسم کھائی

کہ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اسے سو تازیانے ماریں گے۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے تو حکم خدا ہوا کہ: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (سورہ ص ۳۸: آیت نمبر ۴۴) "(اے ایوبؑ) تم اپنے ہاتھوں میں سینکوں کا مٹھا لو (جس میں سو بالیاں ہوں) اور اس سے (اپنی بیوی کو ایک دفعہ) مار دو، اور اس طرح اپنی قسم میں جھوٹے بننے سے بچ جاؤ۔"

بائیسواں گناہ

امانت میں خیانت

بائیسواں گناہ ۔ امانت میں خیانت

بائیسواں ایسا گناہ جس کی نص یعنی محکم آیت یا صحیح اور واضح روایت کے ذریعے صراحت ہوئی ہو کر وہ گناہ کبیرہ ہے، امانت میں خیانت کرنا ہے۔ حضرت عبدالعظیم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے جو صحیح روایت نقل کی ہے اور اسی طرح حضرت امام علی رضا، حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے جو روایتیں نقل ہوئی ہیں، ان سے بھی خیانت کا گناہ کبیرہ ہونا ثابت ہے۔

خیانت خود ایک عربی لفظ ہے۔ اعمش نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت نقل کی ہے اس میں گناہان کبیرہ کی فہرست بتاتے ہوئے "وَالْخِیَانَۃُ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ البتہ خیانت کے معنی میں جو دوسرا لفظ استعمال ہوتا ہے وہ "غُلُوْلٌ" ہے۔ فضل بن شاذان نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے جو روایت نقل کی ہے اس میں لفظ غلول استعمال ہوا ہے جو خیانت کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ غلول ایسے مال غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں جو کافروں سے

ہتھیالیا گیا ہو، مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا ہو لیکن ابھی اس کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن بعض دیگر اہل لغت نے لکھا ہے کہ لفظ غلول ہر قسم کی خیانت کو کہتے ہیں خواہ وہ مال غنیمت میں ہو یا کسی اور مال میں۔

قرآن مجید میں خیانت کار کا عذاب

ارشاد رب العزت ہے کہ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ط (سورہ آل عمران ۳: آیت ۱۶۱، ۱۶۲) اور جو خیانت کرے گا تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن وہی چیز (بعینہ خدا کے سامنے) لانا ہو گا اور پھر شخص اپنے کئے کا پورا بدلہ پائے گا۔ اور ان کی کسی طرح حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا پابند ہو، کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے؟! اور وہ کیا برا ٹھکانہ ہے!"

سورہ تحریم میں ارشاد ہے: فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (سورہ تحریم ۶۶: آیت ۱۰)

"تو ان دونوں (حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں) نے اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی تو ان کے شوہر (نبی ہونے کے باوجود) خدا کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔"

ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (سورہ انفال ۸: آیت ۵۸)

"بے شک خدا خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ اسی طرح ارشاد ہے کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ انفال ۸: آیت نمبر ۲۷)

"اے ایمان لانے والو! نہ تو خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کرو اور نہ ہی تمہارے پاس جو امانتیں ہیں ان میں خیانت کرو، حالانکہ تم تو جانتے ہو (کہ خیانت ایک بڑا گناہ ہے۔)"

اسی طرح ارشاد ہے کہ: فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ (سورہ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۸۳)

"اگر تم میں سے ایک کا دوسرے پر اعتبار ہو تو جس شخص پر اعتبار کیا ہے کہ وہ اعتبار کرنے والے شخص کی امانت پوری کی پوری لوٹا دے اور اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے۔" ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (سورہ نساء ۴: آیت ۵۸) "بے شک خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو امانت والوں تک ضرور لوٹا دو۔"

روایات میں خیانت کی مذمت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ خَانَ اَمَانَةً فِی الدُّنْیَا وَلَمْ یَرُدَّهَا اِلٰی اَهْلِهَا ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ مَاتَ عَلٰی غَیْرِ مِلَّتِی "جو شخص دنیا میں اپنے پاس رکھی ہوئی امانت میں خیانت کرے گا اور اسے اس کے مالک تک نہیں لوٹائے گا اور اسے موت آجائے گی تو وہ میری ملت میں رہتے ہوئے نہیں مرے گا!" یعنی وہ مسلمان کی موت نہیں مرے گا! وَیَلْقَی اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ وَمَنِ اشْتَرٰی خِیَانَةً وَهُوَ یَعْلَمُ فَهُوَ كَالَّذِی خَانَهَا (وسائل الشیعہ، کتاب امانت، باب ۳، صفحہ ۶۴۱) "ایسا شخص جب خدا سے ملاقات کرے گا تو خدا اس پر غضبناک ہوگا! اور جو شخص خیانت کا مال خریدے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ خیانت کا مال ہے تو وہ بھی خیانت کرنے والے شخص کی طرح ہے۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ فَیُؤْمَرُ بِهِ اِلَی النَّارِ فَیُهْوٰی بِهِ فِی شَفِیْرِ جَهَنَّمَ (وسائل الشیعہ، کتاب امانت، باب نمبر ۲) "اور اس کو جہنم میں ڈال دینے کا حکم دیا جائیگا پھر وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے گہرے گڑھے میں پڑا رہے گا!"

آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مَنْ كَانَ مُسْلِمًا فَلَا یَمْكُرْ وَلَا یَخْدَعْ "اگر کوئی شخص مسلمان ہے تو اسے نہ تو مکر سے کام لینا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دھوکا دینا چاہیے!" فَاِنِّی سَمِعْتُ جَبْرَئِیْلَ اَنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدِیْعَةَ

فِی النَّارِ "میں نے جبرئیلؑ سے سنا ہے کہ مکر اور فریب جہنم کی چیزیں ہیں"۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا (ثُمَّ قَالَ) لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِماً، وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ خَانَ مُؤْمِناً (وسائل الشیعہ، کتاب امانت، باب نمبر ۳) "ہم میں سے نہیں ہے جو کسی مسلمان کو فریب دے اور ہم میں سے نہیں ہے جو خدا پر ایمان لانے والے کسی شخص کے ساتھ خیانت کرے!"

اصول کافی میں یہ حدیث ہے کہ "تین خصلتیں ایسی ہیں جو آدمی کے نفاق کی علامت ہیں اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہو اور خود کو سچا مسلمان سمجھتا ہو: جھوٹ، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت۔ یہ حدیث نبویؐ ابھی وعدہ خلافی کے باب میں گزر چکی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اَرْبَعَۃٌ لَا تَدْخُلُ وَاحِدَۃٌ مِنْھُنَّ بَیْتاً اِلَّا خَرِبَ وَلَمْ یُعْمَرْ بِالْبَرَکَۃِ "چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک بھی اگر کسی کے گھر میں داخل ہو جائے تو وہ مالی اعتبار سے تباہ ہو جاتا ہے اور کبھی برکت کے ساتھ وہ گھر آباد نہیں رہتا: اَلْخِیَانَۃُ وَالسَّرِقَۃُ وَشُرْبُ الْخَمْرِ وَالزِّنَا (وسائل الشیعہ) "خیانت، چوری، شرابخوری اور زنا۔" پس جس گھر کے کسی فرد یا افراد میں ان چار برائیوں میں سے کوئی برائی پائی جائے تو اس گھر سے برکت اٹھ جاتی ہے اور وہ گھر مالی اعتبار سے تباہ ہو جاتا ہے یعنی مثلاً چوری کرنے والے کے گھر سے برکت اٹھتی ہے، نہ کہ جہاں چوری کی جائے۔

خیانت باعث فقر وفاقہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلْاَمَانَۃُ تَجْلِبُ الْغِنٰی وَالْخِیَانَۃُ تَجْلِبُ الْفَقْرَ (وسائل الشیعہ۔ کتاب امانت) "امانت کا لحاظ دولتمندی اور مالی پریشانی سے بے نیازی کا موجب ہے۔ جبکہ خیانت مالی پریشانی اور فقر کا سبب ہے!"

راوی کہتے ہیں کہ قُلْتُ لِاَبِی عَبْدِاللّٰہِ: اِمْرَئَۃٌ بِالْمَدِیْنَۃِ کَانَ النَّاسُ یَضَعُوْنَ عِنْدَھَا الْجَوَارِیَ فَیُصْلَحْنَ وَقُلْنَا مَا صُبَّ عَلَیْہَا مِنَ الرِّزْقِ "میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: "مدینہ میں ایک خاتون ہیں جن کے پاس لوگ تربیت کے لئے اپنی بچیاں چھوڑ دیتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس جیسی بے نیاز خاتون نہیں دیکھی گئی جو تھوڑی سی روزی میں بھی بڑے آرام سے گزار لیتی ہے۔ اسے کبھی بھی مالی اعتبار سے پریشان نہیں دیکھا گیا!" امامؑ نے فرمایا (فَقَالَ) اِنَّہَا صَدَقَتِ الْحَدِیْثَ وَاَدَّتِ الْاَمَانَۃَ وَذٰلِکَ یَجْلِبُ الرِّزْقَ (وسائل الشیعہ۔ کتاب امانت، پہلا باب، حدیث نمبر ۵) "اس لئے کہ وہ خاتون سچ بولتی ہیں اور امانت کا لحاظ کرتی ہیں۔ یہ ایسے کام ہیں جو روزی اور کشادہ حالی کا باعث بنتے ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث وسائل الشیعہ میں موجود ہے کہ: کسی شخص کے لمبے لمبے رکوع و سجود کو نہ دیکھو۔ چونکہ ممکن ہے

یہ اس کی عادت ہو ایسی عادت ترک کرنا اس کے لیے سخت مشکل ہو لیکن سچ اور امانت داری کو دیکھو۔" یعنی دو خصلتیں ایسی ہیں جو ایمان کے قوی ہونے اور آدمی کے سعادتمند ہونے کی دلیل ہیں۔

امانت خواہ کسی کی بھی ہو

ہمارے پاس ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن کا موضوع یہ ہے کہ امانت خواہ کسی کی ہو، اس کا لحاظ واجب ہے اور اس میں خیانت حرام ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر، اس کی امانت کی حفاظت واجب ہے۔ یہاں تک کہ ناصبی لوگوں یعنی اہل بیت علیہم السلام سے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کرنے والوں کی امانت کا بھی خیال رکھنا بھی واجب ہے۔ حالانکہ ناصبی لوگ بدترین قسم کے کافر ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاَدُّوا الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکُمْ فَلَوْ اَنَّ قَاتِلَ عَلِیٍّ ائْتَمَنَنِیْ عَلٰی اَمَانَۃٍ لَاَدَّیْتُھَا اِلَیْہِ (وسائل الشیعہ، کتاب امانت، باب نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۲۱) "خدا سے ڈرو! اور جس شخص نے بھی تمہارے پاس امانت رکھائی ہے اس کی امانت بروقت لوٹا دو۔ اگر علیؑ کا قاتل بھی مجھے امین سمجھ کر میرے پاس کوئی امانت رکھتا تو میں ضرور اسے بروقت لوٹاتا!" اسی حدیث میں ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَدُّوا الْاَمَانَۃَ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَبْیَضِ وَاِنْ کَانَ حَرُوْرِیًّا وَاِنْ کَانَ

شامیاً "پس خدا سے ڈرو اور گورے کالے سب کی امانتوں کا خیال رکھو۔ اگرچہ امانت رکھنے والا شخص خوارج (حضرت علیؑ کے دشمنوں) میں سے ہو اور اگرچہ کہ امانت رکھنے والا شخص شام کا رہنے والا ہو (اہل بیتؑ کے خلاف لڑنے والا یا ان سے دشمنی رکھنے والا ہو)۔"

اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِاَبِی عَبْدِاللّٰہِ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اَلنَّاصِبُ یَحِلُّ لِی اِغْتِیَالُہٗ؟ کیا ناصبی (یعنی اہل بیتؑ کے کھلے دشمن) کی امانت میں خیانت میرے لئے جائز ہے؟" قَالَ اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنْ اِئْتَمَنَکَ وَاَرَادَ مِنْکَ النَّصِیْحَۃَ وَلَوْ اِلٰی قَاتِلِ الْحُسَیْنِؑ (وسائل الشیعہ، کتاب امانت، باب ۲، صفحہ ۶۴۱) امامؑ نے جواب دیا: ہر اس شخص کی امانت کا لحاظ کرو جس نے تمہارے پاس امانت رکھائی ہے یا تم سے نیک مشورہ طلب کیا ہے، اگرچہ وہ حسینؑ کا قاتل ہی کیوں نہ ہو!!"

اسی جیسی ایک اور روایت یہ ہے: عَنِ الْحُسَیْنِ الشَّیْبَانِیِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی عَبْدِاللّٰہِ حسین شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا رَجُلٌ مِنْ مَوَالِیْکَ یَسْتَحِلُّ مَالَ بَنِیْ اُمَیَّۃَ وَدِمَائَھُمْ وَاَنَّہٗ وَقَعَ لَھُمْ عِنْدَہٗ وَدِیْعَۃٌ "آپ کے چاہنے والوں میں سے ایک شخص ہے جو بنی امیہ کا مال اور خون اپنے اوپر حلال سمجھتا ہے اور بنی امیہ کے لوگوں کی کچھ امانتیں بھی اس کے پاس ہیں۔" فَقَالَ اَدُّوا الْاَمَانَۃَ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِنْ کَانَ مَجُوْسِیًّا (وسائل الشیعہ) امام علیہ السلام نے فرمایا:

"امانت کو اس کے مالک تک بروقت اور باحفاظت لوٹا دو ، اگرچہ امانت رکھوانے والے مجوسی ہی کیوں نہ ہوں ! "

چھٹے امام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا اِلَّا بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ اِلَى الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ (وسائل الشیعہ) "خدائے تعالیٰ نے کوئی بھی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ سچ بولنے اور نیک و بد ہر قسم کے لوگوں کی امانت کا لحاظ رکھنے کے حکم کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ۔"

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَنْ رَجُلٍ اِسْتَوْدَعَ رَجُلاً مَالاً لَهُ قِيْمَةٌ وَالرَّجُلُ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْمَالُ رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْدِرُ عَلَى اَنْ لَا يُعْطِيَهُ شَيْئًا وَالرَّجُلُ الَّذِىْ اسْتَوْدَعَهُ خَبِيْثٌ خَارِجِيٌّ

محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے دوسرے شخص کے پاس کچھ قیمتی مال امانت کے طور پر رکھایا ہے ۔ امانت کی ذمہ داری قبول کرنے والا شخص عرب ہے اور اتنی طاقت رکھتا ہے کہ امانت میں سے کچھ نہ لوٹائے ۔ جبکہ امانت رکھوانے والا شخص خبیث اور خارجی (اہل بیتؑ کا دشمن) ہے"

قَالَ لِیْ قُلْ لَهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهِ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ (وسائل الشیعہ)

امامؑ نے فرمایا : "اس سے کہو کہ وہ اسے وہ مال لوٹا دے ۔ اس لئے کہ اُس نے اس کے پاس خدا کی امانت رکھائی ہے ! " (یعنی ایسی امانت رکھائی ہے جس کے لحاظ کا خدا نے حکم دیا ہے !)

عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ یَقُوْلُ لِشِیْعَتِہٖ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے شیعوں سے فرماتے ہیں:

عَلَیْکُمْ بِاَدَاءِ الْاَمَانَةِ فَوَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْاَنَّ قَاتِلَ اَبِیَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِئْتَمَنَنِیْ عَلَی السَّیْفِ الَّذِیْ قَتَلَہٗ بِہٖ لَاَدَّیْتُہٗ اِلَیْہِ (وسائل الشیعہ۔ کتاب امانات) ”تمہارا فرض ہے کہ تم امانت کو بروقت ادا کرو اُس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو برحق نبی کے طور پر مبعوث کیا۔ اگر میرے بابا حسینؑ ابن علیؑ کا قاتل بھی میرے پاس وہ تلوار امانت کے طور پر رکھوادے جس سے اس نے اُن کو قتل کیا تھا تو میں ضرور اسے بروقت واپس کرتا!!!

شیطان بہکاتا ہے

ہر وہ کام جو شرعی لحاظ سے اہم ہوتا ہے، جتنا زیادہ اہم ہوتا ہے۔ شیطان اس بارے میں اتنا ہی زیادہ بہکانے کی کوشش کرتا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنِ ائْتُمِنَ عَلٰی اَمَانَةٍ فَاَدَّاهَا فَقَدْ حَلَّ اَلْفَ عُقْدَةٍ مِنْ عُقَدِ النَّارِ۔ ”جس شخص کے پاس امانت رکھائی گئی ہو اور وہ اسے بروقت ادا کردے تو وہ جہنم سے بندھی ہوئی اپنی ایک ہزار گرہوں کو کھول لیتا ہے!“ فَبَادِرُوْا بِالْاَمَانَةِ پس امانت کی ادائیگی کے سلسلے میں سستی نہ کرو“۔ فَاِنَّ

مَنِ ائْتُمِنَ عَلٰی اَمَانَۃٍ وَکَّلَ بِہٖ اِبْلِیْسُ مِأَۃَ شَیْطَانٍ مِنْ مَرَدَۃِ اَعْوَانِہٖ لِیُضِلُّوْہُ وَیُوَسْوِسُوْا اِلَیْہِ حَتّٰی یُھْلِکُوْہُ اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔

"بے شک جس شخص کے پاس امانت رکھائی جاتی ہے ابلیس اپنے سو سرکش اور مددگار شیطانوں کو اس کے پیچھے لگا دیتا ہے تاکہ وہ اسے گمراہ کریں اور اس کے دل میں خیانت کرنے کا وسوسہ پیدا کریں؛ وہ اس وقت تک اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اسے ہلاکت میں نہیں ڈال دیتے۔ بس وہی ان کے شر سے بچا رہتا ہے جس کو خدا بچائے۔"

حضرت محمدؐ کا لقب امین

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے سلسلے میں سب نے نقل کیا ہے کہ اسلام آنے سے قبل کفارِ قریش آنحضرتؐ کو امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپؐ کی امانتداری پر مشرکوں تک کو اتنا بھروسہ تھا کہ وہ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ یہ صرف قبیلۂ قریش کا حال نہیں تھا، بلکہ عرب کے تمام قبیلوں اور علاقوں کے لوگوں کو بھی آنحضرتؐ کی امانتداری پر اعتماد تھا۔ جب وہ حج کے زمانے میں مکہ آتے تھے تو اپنی امانتیں آنحضرتؐ کے سپرد کر جاتے تھے۔ اسلام کے آجانے کے بعد بھی یہی حال رہا۔ ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کو مدینے کی جانب ہجرت کرنی تھی تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو وہ تمام امانتیں سپرد کر دی تھی اور فرمایا تھا: "ہر روز صبح اور شام مکہ میں ندا کرو کہ جس شخص

نے بھی محمدؐ کے پاس کوئی امانت رکھائی تھی ۔ آئے تاکہ میں اسے لوٹا دوں ! "

خیانت کی قسمیں

امانت کی ضد خیانت ہے ۔ اور خیانت کی تین قسمیں ہیں : خدا کے ساتھ خیانت ۔ رسولؐ کے ساتھ خیانت ۔ اور لوگوں کے ساتھ خیانت ۔

۱ ـــ امانتِ خدا

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (سورۂ احزاب ۳۳ : آیت ۷۲)

" ہم نے اپنی امانت کو سارے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا جو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ۔ لیکن انسان نے اسے اٹھایا بے شک انسان اپنے حق میں بڑا ظالم اور نادان ہے ۔ "

یہاں خدا کی امانت سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ امانت نعمتِ عقل ہے ۔ اس امانت کی صحیح حفاظت یہ ہے کہ اس کے ذریعے آدمی اپنے معبود کو پہچانے اور اسی کی راہ پر چلے ۔ بعض کہتے ہیں کہ خداوندِ تعالیٰ نے واجبات اور محرمات کے جو احکام اپنے پیغمبرؐ کے توسط سے بندوں تک پہنچائے ہیں ۔ وہ خدا کی امانت ہیں ۔ اور ان کی پابندی ہی امانت کی

حفاظت ہے۔ ظاہر ہے کہ آسمان و زمین میں اور پہاڑوں میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ایسی امانتوں کی حفاظت کر سکیں اس لئے انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ لیکن انسان ایسی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے اسے قبول کر لیا۔ بے شک انسان ظلوم اور ظالم ہے اپنی غضب والی قوت کو عقل والی قوت پر ترجیح دے دیتا ہے اور امانتِ خدا میں خیانت کر بیٹھتا ہے۔ اور بے شک انسان جہول اور نادان ہے۔ اپنی شہوت والی قوت کی پیروی کر بیٹھتا ہے اور اس کے زور میں امانتِ خدا میں خیانت کرنے کے عذاب سے بے خبر ہو جاتا ہے!

دولت عقل اور امانت داری

عقل بھی خدا کی ایک بڑی امانت ہے اور اس کی امانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہر وقت عقل ہی کا لحاظ کرے۔ کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کرے جو عقل کے حکم یا اذن کے بغیر ہو۔ اگر آدمی عقل کو مغلوب کر کے رکھے اور شہوت یا غضب جیسی قوتوں کی پیروی کرے تو وہ خدا کی اس اہم امانت میں خیانت کر بیٹھے گا۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو جو تکالیف شرعیہ دی ہیں یعنی ان کے لئے حلال و حرام کو بیان فرمایا ہے، ان کی نسبت امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہر ممکن کوشش کر کے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو سمجھے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مسئلے میں یہ تک نہ جانتا ہوں کہ اس بارے میں حکم خدا کیا ہے؟ اپنی تکلیف شرعی کو سمجھ لینے کے بعد اس سلسلہ میں امانتداری کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے

دل کی گہرائی سے قبول کرے اور اس پر مکمل طور سے عمل پیرا ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں (عن الباقرؑ) فَخِيَانَةُ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مَعْصِيَتُهُمَا وَاَمَّا خِيَانَةُ الْاَمَانَةِ فَكُلُّ اِنْسَانٍ مَاْمُوْنٌ عَلٰى مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ (تفسیر صافی) "خدا و رسول کے ساتھ خیانت ان کی نافرمانی ہے اور جہاں تک امانت میں خیانت کا تعلق ہے، ہر انسان خدائے تعالیٰ کے دیئے ہوئے فرائض کا امانتدار ہے۔" یعنی واجبات خدا ہر انسان کے پاس امانت ہیں اور اس امانت کی حفاظت ان کی پابندی ہے۔

اِنَّ عَلِيًّا اِذَا حَضَرَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ يَتَمَلْمَلُ وَيَتَزَلْزَلُ وَيَتَلَوَّنُ۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو بے چین ہو جاتے تھے، لرزنے لگتے تھے، اور ان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہونے لگتا تھا! فَيُقَالُ لَهٗ مَالَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ لوگ ان سے کہتے تھے: "امیر المومنین یہ آپ کا کیا حال ہو رہا ہے؟" فَيَقُوْلُ تو حضرت علیؑ فرماتے تھے: جَاءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ، وَقْتُ اَمَانَةٍ عَرَضَهَا اللّٰهُ عَلَى السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (تفسیر صافی) "نماز کا وقت آگیا! اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا جسے خدا نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا تھا اور اور اس سے خوف محسوس کیا تھا!" البتہ یہ بات صرف نماز سے مخصوص نہیں ہے تمام فرائض الٰہی خدا کی امانت ہیں۔ البتہ نماز ایک انتہائی اہم فریضہ ہے۔

احکام دین دوسروں تک پہنچائیں

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی اکثریت خدا کی امانتوں میں خیانت کر رہی ہے۔ لوگ دنیا، مادہ پرستی حرص اور شہوت میں اتنے مگن ہیں کہ کسی کو احکام دین سیکھنے کی فکر تک نہیں ہوتی، عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ روز بروز دین کے آثار محو ہوتے جا رہے ہیں اور فرائض الٰہی کا لحاظ کم ہوتا جا رہا ہے۔ پس اس زمانے میں پہلے سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگ نہ صرف یہ کہ خود احکامِ دین حاصل کریں، بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائیں خود بھی عمل کے سلسلے میں لاپرواہی نہ کریں۔ اور دوسروں کو بھی عمل کی تاکید کریں۔

۲۔۔۔۔ امانتِ رسول (ص)

شیعہ اور سنی دونوں کے پاس یہ حدیث مسلّم ہے کہ رسول اکرم (ص) نے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا: اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِی (بحار الانوار، جلد نمبر ۶) "میں تم لوگوں کے درمیان دو گراں چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک تو کتابِ خدا ہے اور ایک میری عترت ہیں۔" اس کے بعد کا جملہ تاریخ میں یہ ہے کہ "میں قیامت کے دن تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دونوں کے ساتھ کیا کیا؟"

تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ: قرآن و عترت کو ثِقلَین یا دو گراں چیزیں

اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان کی پیروی بہت گراں گزرتی ہے۔ یہ ایسی امانتیں ہیں جن کا لحاظ بہت بھاری ثابت ہوتا ہے۔ سچا مسلمان وہی ہے جو اتنی بھاری ذمہ داری اٹھا لے۔ قرآن کے احکام پر عمل کرے اور اہل بیت رسولؐ کی پیروی کرے۔ لیکن افسوس کہ امت محمدیؐ نے اتنی اہم امانتوں کا خیال نہیں رکھا ہے۔ وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (سورۂ فرقان ۲۵: آیت ۳۰) اور (قیامت کے دن) رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا!! اے کاش کہ ہم قوم رسولؐ کی اُس اکثریت میں شامل نہ ہوں جس کی رسولؐ، خدا سے شکایت کریں گے۔

اہل بیت رسولؐ امانتدار ہیں

اہل بیت رسولؐ خود رسول خدا کی ایک امانت ہیں جو آنحضرتؐ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ اس امانت کا لحاظ یہ ہے کہ دل میں ان سے محبت و مودت رکھی جائے۔ ان کی حقانیت کو صدق دل سے مانا جائے۔ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ ان کے احکام کو خدا اور رسولؐ کے احکام سمجھا جائے۔ اُن کو خدا کی طرف سے حجت سمجھا جائے۔ خدا نے انھیں بھیج کر ہم پر حجت تمام کی ہے۔ اب ہم یہ عذر نہیں کر سکتے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد ہماری ہدایت کے لئے کوئی نہیں تھا۔ اُن کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ سمجھا جائے۔ سادات کرام کو ان کی نشانی سمجھ کر ان کا احترام کیا جائے۔ سادات کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے تاکہ اس طرح اُن کے

جد کی امانت کا حق ادا ہو سکے۔

ایک طرف اہل بیت علیہم السلام خود رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد سے آج تک اور قیامت تک احکام خدا اور احکام رسولؐ کے امانت دار ہیں اور امین ہیں تو دوسری طرف وہ خود ہمارے حق میں رسولؐ کی ایک گراں امانت ہیں۔ قرآن مجید کی طرح کی امانت ہیں۔ اس امانت کا لحاظ یہ بھی ہے کہ اہل بیتؑ کے غم کو ہم اپنا غم سمجھیں اور اہل بیتؑ کی خوشی کو اپنی خوشی جانیں۔ اگر وہ ظاہری زندگی میں ہوں تو خود ان کی زیارت کریں اور اگر وہ اس دنیا سے جا چکے ہوں تو ان کے روضوں اور مزارات کی زیارت کریں۔

۳ــ لوگوں کی امانت

امانت کی دو قسمیں ہیں: ایک امانتِ ملکی، اور ایک امانتِ شرعی۔ امانتِ ملکی یہ ہے کہ آدمی اپنا مال یا اپنی ملکیت کی چیز کسی دوسرے شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھ لے۔ امانتِ ملکی کی چند قسمیں ہیں۔ کبھی کوئی چیز محض محفوظ کرنے کی نیت سے رکھائی جاتی ہے۔ کبھی کوئی چیز استعمال کی نیت سے دی جاتی ہے تاکہ وہ بعد میں لوٹائی جا سکے۔ اس کو عاریہ یا استعارہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی امانت کی ایک قسم ہے۔ کبھی کوئی چیز دی جاتی ہے لیکن اس کا کرایہ لیا جاتا ہے جیسے کرائے پر مکان دے دیا جاتا ہے یہ بھی ایک قسم کی امانت ملکی ہے۔ کبھی کوئی چیز رہن یا گروی رکھائی جاتی ہے اور اس کی ضمانت پر کچھ مال حاصل کیا جاتا ہے۔

رہن میں رکھی ہوئی چیز بھی ایک امانت ہے۔ اگر اس کی ضمانت پر لیا جانے والا مال لوٹایا نہ جاسکے تو رہن میں رکھی ہوئی چیز کو بیچ کر نقصان پورا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مضاربہ کا مال یعنی سرمایہ کاری کا مال بھی ایک امانت ہوتا ہے جو دوسرے کو تجارت کی غرض سے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرض بھی ایک امانت ہوتا ہے۔ ایسی تمام چیزیں امانتِ ملکی ہیں۔

شرعی امانتیں

امانتِ شرعی یہ ہے کہ شرعی حکم سے کسی شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس امانت شمار ہو۔ خود مالک نے وہ مال امانت کے طور پر نہ رکھا ہو مثلاً ہوا چلی اور ہمسائے کے گھر میں لٹکا ہوا لباس اڑ کر برابر والے گھر میں گر گیا یا کسی کا گمشدہ پالتو جانور کسی دوسرے کے گھر میں پہنچ گیا یا خریدار نے ایک بند پیکٹ خریدا جس کے اندر دوکاندار اپنا کچھ مال رکھ کر بھول گیا تھا۔ یا خریدار بھولے سے دوکاندار کو کچھ زیادہ رقم دے کر چلا گیا ہو۔ یا ایک خطیر رقم آدمی کو راستے میں پڑی مل گئی ہو یا چوری اور غصب وغیرہ کا مال ہاتھ آ گیا ہو۔ تو ایسی تمام چیزیں شرعی طور پر امانت شمار ہوتی ہیں۔ اور ان کے مالک تک پہنچانا واجب ہوتا ہے خود استعمال کا حق نہیں ہوتا۔ امانت شرعی کی ایک اور مثال یہ ہے کہ کسی کا خط کسی کو مل گیا ہو۔ اب جسے ملا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ جس کے نام وہ خط ہے اس تک پہنچائے یا پہنچانے کا انتظام کرے۔ دوسروں کا خط کھولنا اور

اسے پڑھنا حرام ہے۔

لوگوں کے مال میں خیانت

اگر دوسروں کی امانتِ ملکی یا امانتِ شرعی کسی کے پاس ہو تو اس میں خیانت کرنا حرام ہے۔ اور جیسا کہ گزرا، یہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ خیانت تین گناہوں کا مجموعہ ہے: ۱۔ دوسروں پر ظلم ۲۔ تفریط یعنی ایک واجب کے سلسلے میں لاپرواہی۔ اور ۳۔ دوسروں کے مال میں ناجائز تصرف

۱۔ دوسروں کے مال میں بغیر اجازت تصرف

دوسروں کے مال میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا اور اسے استعمال کرنا ظلم ہے۔ اگر آدمی کسی دوسرے کی مرضی کے بغیر اس کا مال اٹھالے، خواہ دوسرے کے علم میں ہو یا نہ ہو، اگرچہ قرض کے طور پر اٹھائے اور واپس دینے کا ارادہ ہو، لیکن چونکہ مالک راضی نہیں ہے اس لئے یہ بھی خیانت اور حرام ہے۔ دوسرے کی چیز اس کی مرضی کے بغیر ایک لحہ بھی اس کی مرضی کے بغیر استعمال کرنا حرام ہے۔ بلکہ دوسرے کی چیز اس کی مرضی کے بغیر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ کوئی عذر شرعی نہ ہونے کی صورت میں رکھ دینا بھی حرام ہے۔ البتہ اگر بالفحویٰ معلوم ہو یعنی اجازت حاصل کئے بغیر معلوم ہو کہ مالک راضی ہوگا تو اس کے مال میں تصرف جائز ہے۔ لیکن

جب تصرف جائز ہو تو اگر استعمال کے دوران وہ مال ضائع ہو گیا یا اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تو استعمال کرنے والا شخص ضامن ہے اور اسے اس کا عوض مالک کو دینا ہو گا۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر امانت دار شخص نے اپنی حد تک امانت کی حفاظت کی ہو، اور اس کے باوجود امانت کی چیز میں نقص پیدا ہو گیا ہو یا وہ ضائع ہو گئی ہو تو امانت دار شخص ضامن نہیں ہے۔ اس کو اس کا عوض دینا نہیں پڑے گا۔ لیکن اگر امانت دار شخص نے لاپرواہی کی ہو تو وہ اس کی تلافی کا ضامن ہو گا۔ اسی طرح مالک کی مرضی کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے والا بھی نقصان کی صورت میں ضامن ہو گا۔ بلکہ اسے تو مال فوراً لوٹا دینا چاہیئے یا اجازت لے لینی چاہیئے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۱ میں ارشاد ہے: مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ یعنی "احسان کرنے والوں پر الزام کا کوئی زور نہیں ہے۔" اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس شخص نے امانت رکھ کر احسان کیا ہو اور اپنی حد تک حفاظت کرنے کے باوجود امانت ضائع ہو گئی ہو تو امانت رکھوانے والا شخص اپنے محسن کے خلاف دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۲۔ امانت کی حفاظت میں لاپرواہی

عرف عام میں اگر کہا جائے کہ آدمی نے امانت کی حفاظت کے سلسلے میں لاپرواہی کی ہے مثلاً اسے محفوظ جگہ پر نہیں رکھا ہے تو وہ ضامن ہو گا،

یعنی اسے اس کی تلافی کرنی پڑے گی۔ امانتدار شخص کو مالک کی مرضی کے بغیر یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کی امانت کسی اور کے پاس بطور امانت رکھ دے کسی اور کے پاس امانت کو منتقل کرنے کے لئے بھی مالک کی اجازت ضروری ہے۔ اگر مالک کی اجازت کے بغیر امانت دار شخص نے منتقل کردی اور وہ دوسرے شخص کے پاس ضائع ہوگئی تو پہلا امانتدار شخص ضامن ہوگا، اور کہا جائے گا کہ جس شخص کے پاس مالک نے امانت رکھوائی تھی اس نے لاپرواہی کی ہے۔ پس اگرچہ اصل امانتدار شخص کسی کو اپنی طرح یا اپنے سے بہتر امین سمجھتا ہو تب بھی امانت کے مالک کی اجازت ضروری ہے۔ اسی طرح امانتدار شخص امانت کو اپنے ہمراہ سفر پر نہیں لے جا سکتا۔ اس کے لئے بھی مالک کی اجازت ضروری ہوگی۔ اگر امانتدار شخص کو سفر پر جانا ہو تو وہ اس کو کسی ایسی جگہ رکھ سکتا ہے جو عام طور پر محفوظ شمار ہو لیکن کسی آدمی کے حوالے کرنے کے لئے مالک کی اجازت لازمی ہوگی۔ ہاں البتہ اگر اندیشہ ہو کہ امانت دار کی غیر موجودگی میں امانت ضائع ہو جائے گی تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ امانت یا تو مالک کو یا مالک کے وکیل (نائب وغیرہ) کو لوٹا دے۔ اگر مالک یا اس کے وکیل موجود نہ ہو تو حاکم شرع (مجتہد یا اس کے وکیل) کے حوالے کر جائے یا اس امانت کی خاطر سفر نہ کرے۔ ہاں اگر سفر امانت کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہو اور مالک، اس کا وکیل، مجتہد، یا اس کا وکیل بھی نہ ملے تو تب وہ کسی قابل اعتماد آدمی کے پاس امانت رکھوا کر جا سکتا ہے، یا اگر چاہے تو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔

اگر ایک شخص کو معلوم ہے کہ وہ امانت کی مناسب حفاظت نہیں کر سکتا تو اس پر واجب ہے کہ وہ امانت قبول نہ کرے۔ اگر ایسے شخص نے امانت لے لی ہے تو اس پر واجب ہے کہ امانت لوٹا دے۔ لیکن اگر امانت رکھوانے والا شخص یعنی مالک پھر بھی اسی کو امین بنانا چاہتا ہو، حالانکہ اس نے اسے بتا دیا ہو کہ وہ امانت کی حفاظت صحیح طرح نہیں کر سکتا، تب وہ امانت قبول کر لینا جائز ہے۔ لیکن اگر ایسے شخص کے ہاتھوں امانت ضائع ہو جائے تو بہر حال اصل مالک ہی کو نقصان ہوگا اور امانتدار شخص کسی صورت میں ضامن نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ عذر پیش کرنے کے باوجود اگر کسی شخص کو امانتدار بننا پڑ گیا ہو تو اس پر اس کی حفاظت واجب نہیں ہوتی۔ پھر بھی اخلاقاً بہتر ہے کہ جہاں تک ہو سکے حفاظت کرے۔

ظاہر ہے کہ امانت ایک ایسا جائز معاملہ ہے جسے طرفین (امانتدار اور مالک) میں سے کوئی بھی جب چاہے ختم کر سکتا ہے۔ یعنی مالک جب چاہے امانتدار سے اپنا مال لے سکتا ہے اسی طرح امانتدار شخص جب چاہے مالک کو مال لوٹا سکتا ہے۔ البتہ جب مالک اپنی چیز مانگے تو امانتدار پر واجب ہے کہ وہ اسے لوٹا دے اسی طرح جب بھی امانتدار شخص امانت لوٹانا چاہے تو مالک کو حق نہیں ہے کہ وہ امانتدار کے پاس امانت باقی رکھنے پر زور دے۔

۳۔ امانت کے لوٹانے میں سستی

اگرچہ امانت رکھوانے والا شخص کافر حربی ہو، اور عام حالات میں اس کے مال پر قبضہ کرنا جائز ہو، تب بھی اگر وہ کچھ مال امانتاً رکھائے تو اس امانت پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ایک چور چوری کا مال امانت کے طور پر رکھائے یا کوئی غاصب اور ظالم شخص غصبی مال امانتاً رکھائے تو واجب ہے کہ وہ مال لے لیا جائے لیکن اس کے اصل مالک یا مالکوں کو دے دیا جائے۔

جس طرح کہ بیان ہوا کہ امانت کا مال اس کے مالک ہی کو لوٹانا چاہیئے اگر وہ نہ ملے تو اس کے وکیل کو مثلاً اس کے گھر کے کسی ذمہ دار فرد کو دے دینا چاہیئے۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو حاکم شرع یعنی مجتہد یا اس کے وکیل کے پاس رکھوا دینی چاہیئے۔ اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو پھر کسی بھی دوسرے قابلِ اعتماد شخص کو امانتدار بنا دینا چاہیئے۔ خاص طور پر جب آدمی مرنے کی علامتیں اپنے اندر پائیں تو اس پر واجب ہے کہ وہ امانت لوٹانے کی فکر کرے۔ اگر اوپر والی ترتیب کے لحاظ سے کوئی نہ مل رہا ہو، حتیٰ کہ کوئی قابلِ اعتماد اور امین شخص بھی نہ مل رہا ہو، تو اس پر واجب ہے کہ وہ وصیت کر جائے اور امانت کے مالک کا نام پتہ لکھوا دے۔

اسی طرح اگر امانت کے مالک کو اطلاع ملے کہ امانتدار شخص مر گیا ہے

تو اس پر بھی واجب ہے کہ وہ جا کر اپنی امانت واپس لے لے ۔ اگر مرحوم کے وارث اسے نہ پہچانتے ہوں تو وہ امانت کی نشانیاں بتا کر لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر امانت کا مالک مرجائے تو امانتدار شخص پر واجب ہے کہ وہ امانت کا مال اس کے وارثوں کو پہنچا دے۔

کرائے پر دینا، عاریتاً دینا، رہن پر دینا اور مضاربہ

جیسا کہ بیان ہوا، کرائے پر لیا ہوا مال، عاریتاً لیا ہوا مال (یعنی کچھ عرصہ استعمال کی خاطر لیا ہوا مال)، رہن میں رکھا یا ہوا مال، اور سرمایہ کاری کی نیت سے لیا گیا مال، ان میں سے ہر ایک امانت ہے۔ جب بھی مال کا مالک مطالبہ کرے تو فوراً واپس لوٹانا واجب ہے۔ ہاں البتہ اگر ایسی امانتوں میں کوئی مدت طے پا گئی ہو تو اس مدت کے اندر مالک اپنے مال کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً مالک مکان اس وقت تک کرائے دار سے اپنا مکان نہیں لے سکتا جب تک کہ طے ہو جانے والی کرائے کی مدت ختم نہ ہو جائے۔ اسی طرح رہن اس وقت تک واپس نہیں لیا جا سکتا جب تک کہ اس کی ضمانت لیا گیا مال نہ لوٹا دیا جائے۔ اسی طرح سرمایہ کاری کے لئے دیا ہوا مال بھی ہے۔ جو مدت مقرر ہوئی ہے، اس سے پہلے مالک نہیں مانگ سکتا۔ ہاں البتہ جب مدت گزر جائے اور معاملہ ختم ہونے لگے تو ایسی امانتوں کے امانتدار شخص پر امانت لوٹا دینا واجب ہے۔ اگرچہ کہ مالک طلب نہ کرے۔ ہاں اگر مالک خود مہلت

دے دے یا اس کے پاس مزید رکھوانا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ عاریہ ایک ایسی چیز ہے کہ مالک طے شدہ مدت سے پہلے ہی مال کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے ایک ہفتے کے لئے کتاب پڑھنے کو لی۔ لیکن کتاب کے مالک نے دو ہی دن میں کتاب مانگ لی تو اس پر واجب ہے کہ وہ کتاب لوٹا دے۔ یہ بالکل امانت کی طرح سے ہے عام طور جسے امانت کہا جاتا ہے، اگرچہ مالک نے کوئی مدت مقرر کی ہو، تب بھی وہ اس مدت سے پہلے اپنی امانت واپس لے سکتا ہے۔

مالک کی تلاش اور اس کی طرف سے صدقہ

یہ تو بات ہوئی امانت ملکی کی۔ اور اگر امانت شرعی کسی کے پاس ہو تو اس کے مالک کو واپس لوٹا دے۔ اگر مالک معلوم نہ ہو تو واجب ہے کہ ایک سال تک اسے تلاش کرے، مثلاً مساجد میں اعلان کروائے۔ ایک سال کے بعد بھی اگر وہ نہ ملے تو اس کی جانب سے وہ پورا مال صدقہ کر دے۔

امانت دینے والا اور لینے والا بالغ و عاقل ہو

امانت کا معاملہ اسی وقت صحیح ہے جبکہ امانت رکھوانے والا اور رکھنے والا، دونوں عاقل اور بالغ ہوں۔ پس کسی دیوانے یا کسی نابالغ بچے کو نہ تو امانت رکھوانے کا حق حاصل ہے اور نہ ان کے پاس امانت رکھنا صحیح

ہے۔ ہاں اگر دیوانے شخص یا نابالغ بچے کا سرپرست اجازت دے دے تو
ایسوں کی امانت رکھنا جائز ہے۔ البتہ خواہ دیوانے شخص یا نابالغ بچے
کی ولی کی اجازت سے امانت رکھی ہو یا ایسے ہی دیوانے یا نابالغ بچے
کا مال رکھ لیا ہو، دونوں صورتوں میں اگر مال ضائع ہو جائے تو مال رکھنے
والا شخص ضامن ہوگا اور دیوانے یا نابالغ بچے کے سرپرست کو مال لوٹائے گا
خود دیوانے یا نابالغ بچے کو نہیں لوٹائے گا۔ اسی طرح اگر مال ضائع نہ ہوا ہو
اور سرپرست کی مرضی کے بغیر لے لیا ہو، تب بھی مال سرپرست ہی کو دینا ہوگا
ہاں البتہ اگر آدمی کسی نابالغ بچے یا دیوانے کے ہاتھ میں کچھ مال دیکھے اور
اندیشہ ہو کہ اس کے ہاتھ سے یہ مال ضائع ہو جائے گا تو وہ لے کر سرپرست
تک پہنچا سکتا ہے اور اگر اس دوران مال تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہے
یہ امانتداری کے کچھ احکام تھے مزید تفصیلات کے لیے فقہی کتابوں
سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ جو چیز اہم ہے وہ امانت داری کی اہمیت کو سمجھنا
اور خیانت جیسے گناہ کی خرابی سے آگاہ ہونا ہے۔ اس سلسلے میں ہم بس
ایک آیت اور چند روایت مزید پیش کر رہے ہیں۔

قرآن میں امانتداروں کا مدح

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا: وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ
بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ

اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (سورہ آل عمران ۳ آیت نمبر ۷۵) "اور اہل کتاب کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کے پاس روپے کے ڈھیر امانت رکھ دو تو بھی اُسے (جب چاہو بعینہ) تمہارے حوالے کر دیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اگر ایک اشرفی بھی امانت رکھو تو جب تک تم برابر (ان کے سر) پر کھڑے نہ رہو گے تمہیں واپس نہ دیں گے ۔ یہ (بدمعاملگی) اس وجہ سے ہے کہ ان کا تو قول ہے کہ (عرب کے) جاہلوں کا (حق مار لینے میں) ہم پر کوئی (الزام کی) راہ ہی نہیں ، اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ جوڑتے ہیں ۔"

اس آیہ شریفہ میں خداوند تعالیٰ ان عیسائیوں کی تعریف کر رہا ہے جو غیر عیسائی لوگوں کی امانت میں بھی خیانت کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ خدا ان یہودیوں کی مذمت فرما رہا ہے جو غیر یہودی لوگوں کے تھوڑے سے مال میں بھی خیانت کو روا رکھتے ہیں اور خدا پر تہمت لگاتے ہیں کہ خدا نے اس کی ان کو اجازت دے رکھی ہے ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب یہ آیہ شریفہ پڑھی تھی تو فرمایا تھا : كَذَبَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ مَا مِنْ شَيْءٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِلَّا وَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ اِلَّا الْاَمَانَةَ فَاِنَّهَا مُؤَدَّاةٌ اِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ (تفسیر مجمع البیان) "خدا کے دشمن جھوٹ بولتے ہیں ! میں نے اسلام سے پہلے کے زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز اور اس کے ہر طریقے کی اصلاح کر دی ہے ۔ ہاں بس

امانت اپنی جگہ باقی ہے۔ امانت خواہ نیک آدمی کی ہو یا فاسق و فاجر کی، بہرحال اسے لوٹانا ہے۔" یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ خیانت کرنے والے لوگ ان یہودیوں کے برابر ہیں جو خیانت کرتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی مسلمان خیانت کرنے کو جائز سمجھے تو وہ خدا کے دشمنوں میں شمار ہوتا ہے۔

امانت رکھے ہوئے مال سے اپنا نقصان پورا کرلینا

آیات و روایات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ امانت میں خیانت کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ کتاب نہایہ میں شیخ طوسی اور بہت سے قدیم مجتہدین نے بھی یہی فرمایا ہے۔

راوی صحیح حدیث نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: عَنِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یَبْعَثُ اِلَی الرَّجُلِ یَقُوْلُ لَہٗ اِبْتَعْ لِیْ ثَوْبًا، فَیَطْلُبُ لَہٗ فِی السُّوْقِ، فَیَکُوْنُ عِنْدَہٗ مِثْلُ مَا یَجِدُ لَہٗ فِی السُّوْقِ فَیُعْطِیْہِ مِنْ عِنْدِہٖ۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا! "ایک شخص نے دوسرے شخص کو یہ کہہ کر بھیجا کہ میرے لئے فلاں کپڑا خرید لاؤ۔ پس اس دوسرے شخص نے بازار میں وہ کپڑا تلاش کیا تو اس نے دیکھا کہ جو کپڑا پہلے شخص کو مطلوب ہے وہ اس کے پاس پڑا ہوا ہے۔ پس آیا وہ دوسرا شخص کچھ بتائے بغیر اپنا کپڑا اسے دے کر اس کے عوض میں بازار سے خریدے ہوئے مال اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟"

قَالَ لَا یَقْرِبَنَّ وَلَا یُدَنِّسْ نَفْسَہٗ یعنی امامؑ نے فرمایا: "اس کو ایسی حرکت کا سوچنا بھی نہیں چاہیئے اور اس طرح اپنے نفس کو آلودہ نہیں کرلینا چاہیئے۔" پھر امامؑ نے سورۂ احزاب کی آیت ۷۲ تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا (قَالَ وَاِنْ کَانَ عِنْدَہٗ خَیْرٌ مِّمَّا یَجِدُ لَہٗ فِی السُّوْقِ فَلَا یُعْطِیَہٗ مِنْ عِنْدِہٖ (تفسیر صافی نقل از "تہذیب") یعنی "اگرچہ کہ اس کے پاس بازار والی چیز سے بہتر چیز ہو تب بھی وہ اپنی طرف سے (یعنی پہلے شخص کو کچھ بتائے بغیر) نہ دے۔" اس لئے کہ اصل معاملہ جو ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرا شخص پہلے شخص کی رقم لے کر بازار سے ایک مخصوص کپڑا لے آئے۔ پس اس معاملے کی ذرا سی بھی خلاف ورزی خیانت ہوگی۔

سلیمان بن خالد کہتے ہیں:

میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: "ایک شخص میرا قرضدار تھا لیکن نہ صرف یہ کہ اس نے قرض ادا نہیں کیا بلکہ جھوٹی قسم بھی کھائی کہ کسی قرض کا سلسلہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنا کچھ مال میرے پاس امانت کے طور پر رکھوایا ہے۔ آیا میں اس کی امانت کو اپنے قرض میں کاٹ کر خود استعمال کرسکتا ہوں؟" قَالَ اِنْ خَانَکَ فَلَا تَخُنْہُ وَتَدْخُلْ فِیْمَا عِبْتَہٗ عَلَیْہِ (کتاب "نہایہ") امامؑ نے جواب دیا: "بے شک جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی لیکن تمہیں اس کے ساتھ خیانت نہیں کرنی چاہیئے۔ ابھی تم نے اس کا جو عیب بتایا اسی کے زمرے میں تمہیں بھی داخل نہیں ہو جانا چاہیئے"

جیسا کہ بیان ہوا، شیخ طوسی اور دیگر قدیم مجتہدین مطلق آیتوں اور ایسی روایتوں کی روشنی میں یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ خیانت کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ لیکن کتاب "ملحقات عروۃ الوثقیٰ" کے قضاوت والے باب میں مرحوم سید کاظم طباطبائی فرماتے ہیں: "مجتہدین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ امانت کے مال سے اپنا جائز حق وصول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" خود مرحوم سید کاظم طباطبائی کا بھی یہی فتویٰ تھا لیکن احتیاط یہ ہے کہ ایسا کام نہ کیا جائے۔

اسی طرح اگر ایک شخص کسی کو کچھ مال دے اور کہے کہ "یہ مال سادات یا غریبوں تک پہنچا دو" اور اتفاق سے جس کو مال دیا گیا ہے وہ خود بھی سید یا غریب ہو، تو وہ مالک کی اجازت کے بغیر خود اس مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ اگر خود وہ تصرف کرے تو بھی مالک راضی ہوگا تو درست ہے۔

خیانت کا بوجھ اور روز قیامت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (قَالَ) اَلَا لَا یَغُلَّنَّ اَحَدُ بَعِیْرًا فَیَاْتِیَ بِہٖ عَلٰی ظَھْرِہٖ رُغَاءٌ

"خبردار! کوئی شخص ایک اونٹ کی بھی خیانت کا مرتکب ہرگز نہ ہو! ورنہ وہ قیامت کے دن اسی اونٹ کے پیٹھ پر بیٹھ کر آئے گا اور اونٹ کی طرح

جلبلا رہا ہوگا!"

اَلَا لَا یَغُلَّنَّ اَحَدٌ فَرَسًا فَیَأْتِیَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی ظَهْرِهٖ لَهٗ حَمْحَمَةٌ۔ "خبردار! کوئی شخص ایک گھوڑے کی بھی خیانت کا ہرگز مرتکب نہ ہو! ورنہ وہ قیامت کے دن اسی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے گا اور ہنہنا رہا ہوگا!" فَیَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ "ایسا خیانت کار شخص مجھے مدد کے لئے پکارے گا، یا محمدؐ! یا محمدؐ!" فَاَقُوْلُ قَدْ بَلَّغْتُ لَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا (کتاب "کافی") آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ: "میں اس سے کہوں گا کہ میں نے تمہیں تبلیغ کردی تھی۔ اب (تمہاری نافرمانی کی صورت میں) تمہارے متعلق خدا کے حضور میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے!"

علامہ مجلسی پیغمبر اکرمؐ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ: رُدُّوا الْخَیْطَ وَالْمَخِیْطَ فَاِنَّ الْغُلُوْلَ عَارٌ وَّشَنَارٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (کتاب شرح کافی") یعنی "حتیٰ دھاگہ اور سوئی تک واپس لوٹا دیا کرو۔ اس لئے کہ خیانت قیامت کے دن بہت ننگ و عار اور رسوائی کا باعث ثابت ہوگی۔

ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ وہ ایک سُوا (بڑی سوئی) بغیر اجازت لے گیا تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے کہا: "میں یہ سُوا لے گیا تھا تاکہ اس سے اپنے لئے پالانِ شتر تیار کرسکوں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر اس سوئے میں میرا حق ہے تو میں نے اسے معاف کیا۔ اور اگر دوسرے مسلمانوں کا حق ہے تو اس کی قیمت تم دے دو تاکہ وہ بیت المال میں شامل ہو اور سب کے درمیان عدل سے تقسیم

ہو!" اس عرب شخص نے کہا: "میں نہیں جانتا تھا کہ یہ اتنا سخت مسئلہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں یہ سوال اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے وہ سوال آنحضرتؐ کو دیا اور چلا گیا۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ سے مراد

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ میدانِ حشر میں خیانت کرنے والے شخص کے کاندھوں پر خیانت کا مال رکھا ہوا ہوگا۔ ہر آدمی کی اسی طرح کوئی نہ کوئی علامت ہوگی جس سے اس آدمی کا گناہ پہچانا جائے گا۔ جو شخص بھی کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے گا اور توبہ کئے بغیر مر جائے گا، خدا قیامت کے دن اس کے ساتھ عدل کا سلوک کرے گا۔ عدل اس حد تک ہوگا کہ جس قسم کا گناہ آدمی نے زیادہ کیا ہو اسی کی مناسبت سے کوئی علامت بھی آدمی کے ساتھ لگی ہوگی۔ مثلاً شرابی کے ہاتھ میں شراب کی ایسی بوتل ہوگی جس کی بدبو سے اہلِ محشر کو تکلیف پہنچ رہی ہوگی۔ اسی طرح گانا بجانے کے آلات، بجانے والے شخص کے ہاتھ میں چپکے ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح جوا کھیلنے والوں کے ہاتھ میں جوئے کے آلات ہوں گے۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ (سورۂ رحمٰن ۵۵: آیت نمبر ۴۱) یعنی "مجرموں کو ان کی پیشانی سے پہچانا جائے گا۔" اس آیہ شریفہ سے یہی مراد ہے۔

رسول اکرمؐ اور امانت

ایک دن مسجد نبوی میں ایک غریب آدمی آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی غربت کا ذکر کرنے لگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ، خدا قادر ہے"۔ اسی طرح ایک اور فقیر آیا۔ آنحضرتؐ نے اُس سے بھی یہی فرمایا پھر ایک تیسرا غریب آدمی آیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے بھی بٹھا دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ اُس نے چار صاع (تقریباً بارہ سیر) گندم زکات کے طور پہ پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے ایک ایک صاع (تقریباً تین تین سیر) گندم تینوں میں سے ہر ایک غریب آدمی کو دیا۔ ایک صاع یعنی تقریباً تین سیر گندم بچ گیا۔ مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد آنحضرتؐ نے خود اعلان فرمایا کہ ایک صاع گندم موجود ہے، جو شخص بھی مستحق ہو آ کر لے لے۔ لیکن کوئی نہیں آیا۔ مجبوراً آنحضرتؐ زکوٰۃ کی وہ امانت اپنے گھر لے گئے۔ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ اس رات آنحضرتؐ فکر مند نظر آ رہے تھے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں آج مر جاؤں اور یہ امانت مستحق تک نہ پہنچے بلکہ میرے پاس رہ جائے!"

نیز مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ پر مرض الموت طاری تھا تو آپؐ کے پاس غریبوں کو دینے کے لئے چھ یا سات دینار کا مال رکھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے اُسے طلب فرمایا۔ اور اس کو گن کر کہا: "ہو سکتا ہے کہ محمدؐ خدا کے حضور پہنچ

جائے اور یہ دینار اُس کے ذمے پڑے رہ جائیں!" پھر آنحضرتؐ نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو یہ دینار فقیروں تک پہنچانے کے لئے دیئے اور فرمایا: "اب مجھے اطمینان ہوگیا!" (ناسخ التواریخ جلد ۲ حالات رسول خداؐ ص۵۴۲)

راز کی باتیں بھی امانت ہیں

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی راز کی بات کسی کے پاس ہوتی ہے، اور وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ کسی اور کو نہ بتائے۔ ایسی بات بھی ایک امانت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی راز کی بات آدمی کو خود بخود معلوم ہو جائے یعنی جس شخص کے متعلق وہ بات ہے، خود اس نے نہ بتائی ہو، لیکن اندازہ ہو کہ وہ شخص پسند نہیں کرے گا کہ وہ بات پھیل جائے۔ ایسی بات بھی شرعی لحاظ سے امانت ہے۔ دیکھی یا سنی ہوئی راز کی بات فاش کر دینا خیانت ہے کتاب "غررالحکم" میں حضرت امیرالمومنینؑ کا یہ قول موجود ہے کہ: اِذاعَةُ سِرٍّ اُوْدِعْتَهُ غَدْرٌ" یعنی "راز کی جو بات تمہیں راز رکھنے کے لئے سنائی گئی ہو، اُسے فاش کر دینا خیانت اور غداری ہے!"

راز کی بات خواہ دوست کی ہو یا دشمن کی، خواہ اچھے آدمی کی ہو یا بُرے آدمی کی، جب وہ امانت کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو بہرحال اُسے فاش کرنا حرام ہے۔

آپس کی باتیں بھی امانت ہیں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ وَلَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقُوْلَ عَنْ اَخِیْہِ الْمُؤْمِنِ قَبِیْحاً (بحار الانوار جلد نمبر ۱۶) یعنی "ایک ساتھ بیٹھنے والے شخص کو امانت کا خیال کرنا چاہیئے کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کی کوئی بری بات فاش کر دے۔"

نبی کریمؐ سے حضرت ابوذر نقل کرتے ہیں (عَنِ النَّبِیِّ) یَا اَبَا ذَرٍّ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ وَاِفْشَاءُ سِرِّ اَخِیْکَ خِیَانَۃٌ فَاجْتَنِبْ ذٰلِکَ (وسائل الشیعہ) "اے ابوذر! ایک ساتھ بیٹھنے والے شخص کو امانت کا خیال کرنا چاہیئے۔ اگر تم اپنے مومن بھائی کا راز فاش کرو گے تو خیانت کر بیٹھو گے۔ پس ایسے کام سے بچو۔"

ایک بیٹھک یا میٹنگ میں جو باتیں بھی ہوتی ہیں وہ اس کے افراد کے پاس امانت ہوتی ہیں۔ جو بات چھپانے کے لائق ہو، اُسے فاش نہیں کرنا چاہیئے۔ روایت میں ہے کہ: اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ اِلَّا ثَلَاثَۃَ مَجَالِسَ مَجْلِسٌ سُفِکَ فِیْہِ دَمٌ حَرَامٌ، وَمَجْلِسٌ اُسْتُحِلَّ فِیْہِ فَرْجٌ حَرَامٌ وَمَجْلِسٌ اُسْتُحِلَّ فِیْہِ مَالٌ حَرَامٌ بِغَیْرِ حَقِّہٖ (بحار الانوار جلد نمبر ۱۶ نقل از امالی مفید)

ایک ساتھ بیٹھنے والے شخص کو امانت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ہاں البتہ تین قسم کی بیٹھکوں میں ہونے والی بات فاش کرنا حرام نہیں ہے۔ ایک وہ جگہ جہاں حرام طریقے سے کسی کی جان لینے کی بات ہو رہی ہو۔ ایک وہ جگہ جہاں زنا کا پروگرام طے پا رہا ہو۔ اور ایک وہ جگہ جہاں ناحق حرام مال کمانے کی بات ہو رہی ہو۔" ایسی جگہوں پر ہونے والی باتیں کسی کا حق ثابت کرنے کے موقع پر قاضی کے سامنے گواہ بن کر پیش کی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض موقعوں پر بات کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ راز فاش نہ کرنا حرام ہوتا ہے۔

سورۂ تحریم میں پروردگار عالم ازواج پیغمبر میں سے بعض (عائشہ اور حفصہ) کو سرزنش کر رہا ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ خیانت کی تھی اور آپ کا راز فاش کر دیا تھا۔ خدا ان دونوں کو توبہ کرنے کی ہدایت دے رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ: اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (سورۂ تحریم ۶۶: آیت نمبر ۴) "اگر تم دونوں توبہ کرو تو بہتر ہے۔ کیونکہ تمہارے دل تاریک ہو گئے ہیں۔"

اسی سورے میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ پیغمبر کی بیویوں کا بھی کچھ یوں ذکر ہے: فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (سورۂ تحریم ۶۶: آیت نمبر ۱۰) "دونوں نے اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی (گھر کے راز فاش کر دیئے) تو ان کے شوہر خدا کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونوں

عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جہنم میں جلنے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ۔"

راز کی باتیں بتا دینا امانت میں خیانت ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سِنَانَ قَالَ قُلْتُ لَہٗ عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: عَوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَرَامٌ؟ مومن کی چھپائی جانے کے لائق چیز مومن پر حرام ہے؟ قَالَ نَعَمْ امامؑ نے جواب دیا: "ہاں۔" قُلْتُ تَعْنِیْ سِفْلَیْہِ میں نے پھر پوچھا: "کیا آپ نے اس سے مراد پیشاب اور پاخانے کے مقامات لئے ہیں؟" قَالَ لَیْسَ حَیْثُ تَذْھَبُ امامؑ نے فرمایا: "وہ بات مراد نہیں ہے جدھر تمہارا دھیان جا رہا ہے۔" اِنَّمَا ھُوَ اِذَاعَۃُ سِرِّہٖ (کتاب "کافی") "(اگرچہ کہ مومن کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے) لیکن میری مراد مومن کا راز فاش کر دینا ہے۔"

امامؑ یہ بھی فرماتے ہیں: مَنْ غَسَّلَ مَیِّتاً مُؤْمِناً فَاَدّٰی فِیْہِ الْاَمَانَۃَ غُفِرَ لَہٗ "جو شخص کسی مومن کی میت کو غسل دے اور اس کے سلسلے میں امانت کا خیال رکھے تو اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں" قِیْلَ وَکَیْفَ یُؤَدِّیْ فِیْہِ الْاَمَانَۃَ؟ پوچھا گیا کہ "کوئی شخص میت کے سلسلے میں امانت کا خیال کس طرح رکھ سکتا ہے؟" قَالَ لَایُخْبِرُ بِمَا یَرٰی (کتاب "امالی") امامؑ نے جواب دیا "وہ میت کے بدن میں جو عیب

دیکھئے، دوسروں کو نہ بتائے۔"

گذشتہ بیان سے معلوم ہوا تھا کہ راز فاش کرنا بطور کلی خیانت ہے۔ خواہ جس شخص کا راز ہو، اس نے خود رازداری کی شرط کے ساتھ بتایا ہو، یا ایسے ہی چلتے پھرتے معلوم ہوگیا ہو۔ بہرحال راز ایک امانت ہے جس میں خیانت جائز نہیں ہے۔ یعنی جس کا راز ہے، اگر وہ اس کے کھل جانے پر ناراض ہوتا ہو تو اسے فاش کرنا خیانت اور حرام ہے۔ اس قسم کی امانت یعنی راز کی امانت کے کچھ درجے ہوتے ہیں اور اس کی کچھ قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض میں خیانت تو چغل خوری یا چغلی کہتے ہیں، اور بعض میں خیانت کو غیبت کہا جاتا ہے۔ انشاء اللہ ان میں سے ہر ایک کا بیان اپنے اپنے مقام پر ہوگا۔

مسلمانوں کے جنگی راز کفار تک پہنچانا

خدا، پیغمبرؐ، اور تمام مسلمانوں سے خیانت کا اپنا اپنا مرتبہ ہوتا ہے ایک قسم کی خیانت یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی خود اپنے ساتھ خیانت کر بیٹھتا ہے ان تمام خیانتوں کا مجموعہ مسلمانوں کے سیاسی رازوں اور فوج کے پوشیدہ امور کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے کافروں سے بیان کر دینا ہے۔ آدمی اس طرح نہ صرف خدا پیغمبرؐ اور تمام مسلمانوں سے خیانت کرتا ہے بلکہ اپنے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ دشمن کی تقویت اور مسلمانوں کی شکست کا

سبب بنتا ہے شاید اسی خیانت کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۂ انفال ۸: آیت نمبر ۲۷) یعنی "اے ایمان لانے والو، نہ تو خدا اور رسولؐ کی خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم سب کچھ سمجھتے بوجھتے ہو۔"

اس آیہ شریفہ کی شان نزول میں جابر ابن عبداللہ سے منقول ہے کہ ایک دن جبرئیلؑ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ ابوسفیان فلاں جگہ مشرکوں کے ایک لشکر کے ساتھ پڑاو کئے ہوئے ہے۔ آپؐ اسے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اس خبر کو پوشیدہ رکھیں تاکہ اچانک ان پر حملہ کر سکیں۔ منافقین میں سے ایک شخص نے یہ خبر لکھی اور ابوسفیان کو مسلمانوں کے اچانک حملہ کرنے والے پروگرام سے آگاہ کر دیا۔ اس کے علاوہ اسی آیت کے ذیل میں ابولبابہ اسی شخص کی خیانت اور اس کی توبہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

امانتدار پر اللہ کی رحمت کا سایہ

رازداری البتہ ایک مشکل کام ہے۔ جن لوگوں کا نفس پاکیزہ ہوتا ہے، جو لوگ عالی ہمت اور زبردست غیرت کے حامل ہوتے ہیں وہ آسانی اس مشکل کام کو انجام دے دیتے ہیں اور راز فاش نہیں کرتے۔ راز کو راز رکھنا بہت ثواب کی

بات ہے۔ اتنے ثواب کی بات ہے کہ بہت گنے چنے فرائض پر اتنا ثواب ملتا ہے
آدمی قیامت کے دن خوف سے محفوظ رہتا ہے محشر میں امانتدار شخص محفوظ رہے
اور بہترین جگہ عرش خدا اور رحمت خدا کے سائے میں رہتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: ثَلَاثَةٌ يَسْتَظِلُّونَ بِظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ، یعنی: "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جو قیامت کے دن جبکہ عرش خدا کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا، عرش کے سائے میں ہوں گے۔" رَجُلٌ زَوَّجَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ اَوْ اَخْدَمَهُ اَوْ كَتَمَ سِرًّا، (کتاب "خصال") یعنی: "ایک وہ شخص جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی شادی کرائی ہو، ایک وہ شخص جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو خادم فراہم کیا ہو، اور ایک وہ شخص جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کا راز چھپایا ہو۔

اپنی راز کی باتیں مت بیان کرو

احادیث سے یہ حکم ثابت ہے کہ ہمیں اپنے راز کی باتیں دوسروں کو نہیں بتانی چاہئیں، خواہ وہ دوسرے لوگ قریب ترین اور عزیز ترین افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ ممکن ہے ان کی دوستی برقرار نہ رہے اور ایک دن وہ ہم سے دشمنی کرنے لگیں۔ ایسا ایمان بہت کم ہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے دشمن کا راز فاش کرنے سے باز رہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

اپنے اصحاب میں سے کسی کو حکم دیتے ہیں کہ: لَا تُطْلِعْ صَدِيقَكَ مِنْ سِرِّكَ اِلَّا عَلٰى مَا لَوِ اطَّلَعَ عَدُوُّكَ لَمْ يَضُرَّكَ، فَاِنَّ الصَّدِيقَ قَدْ يَكُوْنُ عَدُوَّكَ يَوْمًا (بحار الانوار نقل از کتاب امالی) یعنی: "اپنے دوست کو بھی اپنا راز مت بتاؤ۔ ہاں البتہ ایسی باتیں بتادو کہ اگر تمہارے دشمن کو بھی اس کا علم ہو جائے تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس لیے کہ دوست بھی کسی دن دشمن بن جاتا ہے۔"

ایک متقی پرہیزگار شخص یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ جب خود انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہی تو ان سے پوچھا گیا: "آپ نے اس میں ایسا کون عیب دیکھا ہے جس کی بنا پر آپ اسے طلاق دینا چاہتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "عاقل شخص کبھی بھی اپنی بیوی کا پردہ چاک نہیں کرتا اور اس کا راز فاش نہیں کرتا۔" آخر کار طلاق ہو گئی اور اس کی عدت بھی گزر گئی۔ ایسے میں لوگوں نے پھر ان صاحب سے پوچھا: "اب تو وہ آپ کی بیوی نہیں ہے۔ آخر کار اس میں کیا عیب تھا کہ آپ نے اسے طلاق دی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "مجھے دوسروں کی عورتوں سے کیا کام؟" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا حق یہ ہے کہ وہ اس کا راز فاش نہ کرے حتیٰ کہ طلاق اور جدائی کے بعد بھی یہ حق باقی ہے۔

راز فاش کرنا ایک قسم کی خیانت ہے اور ہر قسم کے لوگ اسے برا سمجھتے ہیں۔ کتاب "عِقْدُ الْفَرِيْد" میں لکھا ہے کہ ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ جیسے خبیث

شخص نے بھی عمر ابن سعد کو سرزنش کی تھی کہ اس نے کیوں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی وصیت اور ان کے راز کو فاش کر دیا؟ ابن زیاد نے خط میں لکھا تھا کہ "اے عمر بن سعد! چونکہ خود تو نے حسینؑ کے کوفہ کی طرف آنے کا راز فاش کر دیا ہے، پس اب خود تجھے ان سے جنگ کرنے کے لئے بھی جانا پڑے گا!"

کتاب "نفس المہموم" اور دیگر مقاتل کی کتابوں میں نقل ہے کہ جب ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو گرفتار کروالیا تو مسلمؑ نے ابن زیاد سے فرمایا: "کیا تو مجھے قتل کر دے گا؟" اس نے جواب دیا: ہاں! "فرمایا "پس مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اپنوں میں سے کسی کو کوئی وصیت کر دوں۔" اس ملعون نے اجازت دے دی۔ مسلمؑ نے دربار میں نظر دوڑائی اور عمر ابن سعد کو دیکھ کر اس سے فرمایا: اے عمر! میرے اور تیرے درمیان قرابتداری ہے۔ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں۔ تجھ پر واجب ہے کہ میری حاجت پوری کرے اور یہ حاجت ایک راز ہے جسے میں سب کو نہیں بتا سکتا۔

عمر ابن سعد نے بات ماننے اور سننے سے پہلو بچانا چاہا تو ابن زیاد نے اس سے کہا: "پہلو مت بچاؤ اور دیکھو کہ تمہارے چچا کا بیٹا کیا حاجت رکھتا ہے!" پس عمر ابن سعد حضرت مسلم ابن عقیل کے ساتھ دربار کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ مسلمؑ نے فرمایا: "میری گردن پر کچھ قرض ہے۔ جب میں کوفہ پہنچا تھا تو میں نے سات سو درہم قرض لیا تھا۔ تو میری زرہ بیچ کر وہ قرض ادا کر دے اور جب مجھے قتل کر دیا جائے تو میرا لاشہ ابن زیاد

سے لے کر باقاعدہ دفن کر دے اور کسی کو امام حسینؑ کی طرف بھیج دے تاکہ وہ انہیں کوفہ آنے سے روک سکے۔ میں نے جو ان کو لکھا ہے کہ لوگ ان کے ہمراہ ہیں تو یقیناً انہوں نے کوفہ کی جانب کوچ فرمایا ہوگا۔ ان کو میرے گرفتار ہونے اور قتل ہونے کی خبر دے دے تاکہ وہ کوفہ آئے بغیر واپس لوٹ جائے۔"

عمر ابن سعد ملعون نے اسی وقت مسلم ابن عقیلؑ کی تینوں باتیں : (قرض کی، لاش کو لے کر دفنا دینے کی، اور قاصد بھیج کر امام حسینؑ کو باخبر کرنے کی باتیں) ابن زیاد کو بتا دیں۔ ابن زیاد نے مسلم سے کہا: "مَا خَانَكَ الْاَمِيْنُ وَلٰكِنْ اِئْتَمَنْتَ الْخَائِنَ" (اے مسلم ابن عقیلؑ) کوئی امین شخص آپ کے ساتھ خیانت نہیں کر سکتا۔ مگر بات یہ ہے کہ آپ نے خیانت کرنے والے ایک شخص کو امین بنا دیا ہے۔"

ایک مثالی رازدار

امانتداری کی ایک کامل مثال اس موضوع کے آخر میں پیش کر دینا مناسب ہے۔ جب حضرت امام حسینؑ بطن رمہ سے حاجز کے مقام تک پہنچے تو انہوں نے وہاں سے حضرت مسلم ابن عقیلؑ اور کوفہ کے شیعوں کے نام ایک خط لکھا۔ وہ خط کچھ یوں تھا:

"حسینؑ ابن علیؑ کی جانب سے اپنے مومن و مسلم بھائیوں کے نام

تم لوگوں پر سلام ہو ۔ میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اما بعد: مسلم کا خط مجھ تک پہنچا ۔ انہوں نے مجھے ایک اچھی خبر سنائی کہ تم سب لوگ ہماری مدد کے لئے متحد ہو اور ہمارے حق کا مطالبہ کرتے ہو ۔ میں خدا سے دعا گو ہوں کہ تمہارا انجام بخیر فرمائے اور تم لوگوں کے اس اقدام پر اچھی جزا دے ۔ میں نے منگل آٹھ ذی الحج کو مکہ سے نکل کر تم لوگوں کی طرف حرکت کی ہے ۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس آئے تو اپنے کام میں سرعت اور سنجیدگی پیدا کر لو ۔ میں کچھ ہی دنوں میں انشاء اللہ تمہارے پاس آجاؤں گا ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔"

یہ خط امام حسین علیہ السلام نے قیس ابن مسہر صیداوی کو دیا اور وہ اسے لے کر کوفے کی سرحد پر پہنچ گئے ۔ وہاں پر جب ابن زیاد کے لشکر کے ایک سردار حصین ابن تمیم نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو فوراً انہوں نے امامؑ کا خط پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔ ان کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا ۔ ابن زیاد نے وہ خط مانگا تو انہوں نے فرمایا : "میں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا !" ابن زیاد نے کہا کیوں ؟ " فرمایا : " اس لئے کہ تو نہ جان سکے کہ اس کے اندر کیا لکھا تھا !" ابن زیاد نے پوچھا : "خط کس کے نام تھا ؟" فرمایا : "کچھ ایسے لوگوں کے نام تھا جن کو میں نہیں پہچانتا ۔" ابن زیاد نے حکم دیا : " اگر تم مجھے نہیں بتاؤ گے تو تمہیں منبر پر جانا پڑے گا اور وہاں سے جھوٹے پر لعنت بھیجنی ہو گی !! " (ابن زیاد لعین کی مراد امام حسینؑ کی

ذات تھی۔)

قیس ابن مسہر منبر پر گئے اور فرمایا: "اے لوگو! حسینؑ ابن علیؑ خدا کی بہترین مخلوق ہیں اور رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہؑ کے فرزند ہیں۔ میں ان کا قاصد ہوں۔ میں انہیں حاجز نامی مقام پر چھوڑا ہے۔ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ لوگ ان کی آواز پر لبیک کہیں اور ان کی طرف بصد شوق بڑھیں۔" پھر قیس نے ابن زیاد پر اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور امیر المؤمنین حضرت علیؑ پر بہت درود و سلام بھیجا!

ابن زیادؒ نے حکم دیا، قیس کو محل کی دیوار پر لے جایا جائے اور وہاں سے پھینک دیا جائے۔ جب قیس کو بلندی پر سے پھینکا گیا تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ ابھی ان کی رمق باقی تھی کہ عبدالملک ابن عمیر نے ان کا سر قلم کر لیا!۔

جب حضرت امام حسینؑ کو قیس کے حالات کا اور ان کے قتل ہونے کا علم ہوا تو امامؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے یہ آیہ شریفہ تلاوت فرمائی: فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ (سورہ احزاب ۳۳: آیت نمبر ۲۳) یعنی: "مومنین میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے۔ اور ان میں سے بعض منتظر بیٹھے ہیں۔"

امانتداری کے موضوع پر ایک دلچسپ واقعہ کتاب "ریاض الحکایات" میں کچھ یوں نقل ہے۔

ایک شخص کے پاس تھیلی میں ایک ہزار تومان تھے۔ وہ صبح سویرے نہانے کے ارادے سے عمومی حمام کی طرف نکلا۔ راستے میں اسے ایک دوست ملا۔ وہ بھی اسی طرف کو جا رہا تھا۔ جب ایک دوراہا آیا تو وہ دوست اس شخص کو اطلاع دیئے بغیر الگ ہو گیا۔ اتفاق سے پیچھے پیچھے ایک چور آ رہا تھا۔ وہ رقم سے بھری ہوئی اس تھیلی کو اڑانے کی فکر میں تھا وہ شخص حمام پہنچا تو اس کے پیچھے پیچھے چور بھی پہنچ گیا۔ اس شخص نے رقم سے بھری ہوئی تھیلی حمام والے کے سپرد کی اور نہانے اندر چلا گیا اتفاق سے خود حمام والے کو بھی نہانے کا خیال آ گیا۔ اس نے سمجھا کہ یہ چور اس تھیلی والے شخص کا دوست ہے۔ یہ سمجھ کر اس نے وہ تھیلی چور کو دے دی اور کہا: "جب تک میں حمام سے باہر نہ آؤں تم یہ امانت رکھو۔"

چور وہیں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حمام والا باہر آیا۔ چور نے وہ تھیلی واپس کی۔ جب معلوم ہوا کہ چور تھیلی کے مالک شخص کا دوست نہیں ہے تو حمام والے نے اس سے پوچھا کہ "تم کون ہو"؟ اس نے جواب دیا: "میں ایک چور ہوں" حمام والے نے پوچھا کہ "پھر تم نے یہ تھیلی چرا کیوں نہیں لی؟" چور نے جواب دیا: "ٹھیک ہے میں ایک چور ہوں لیکن امانت میں خیانت کرنا جوانمردی کے خلاف ہے! میں امانت کی حفاظت میں اس وقت کہیں اور چوری سے بھی باز رہا ہوں!" تھیلی کا مالک اتنا متاثر ہوا کہ اس نے تھیلی کھول کر اس میں سے کچھ رقم چور کو دے دی۔

کے ضمن میں چوری کی مذمت بھی ان میں ہے۔ چوری خواہ کم مال کی ہو یا زیادہ مال کی، بہر حال حرام ہے۔ یہاں تک کہ ایک سوئی اور ایک سی کی چوری بھی حرام ہے البتہ چور کا ہاتھ اس وقت کاٹا جاتا ہے جب دیگر شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی پائی جائے کہ چوری کا مال پاؤ مثقال سونے کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا فِیْ کَمْ یُقْطَعُ یَدُ السَّارِقِ؟ "چور کا ہاتھ کتنے مال کی چوری پر کاٹا جاتا ہے؟" فَقَالَ فِیْ رُبُعِ دِیْنَارٍ "امام نے جواب دیا "چوتھائی دینار کے مال کی چوری پر" قَالَ قُلْتُ لَهٗ فِیْ دِرْهَمَیْنِ؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امامؑ سے پوچھا "اور دو درہم کے مال پر۔" فَقَالَ فِیْ رُبُعِ دِیْنَارٍ بَلَغَ دِیْنَارٌ مَا بَلَغَ۔ امام نے فرمایا "ایک چوتھائی دینار میں جتنے بھی دینار بڑھتے جائیں بہر صورت ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

فَقُلْتُ لَهٗ اَرَاَیْتَ مَنْ سَرَقَ اَقَلَّ مِنْ رُبُعِ دِیْنَارٍ هَلْ یَقَعُ عَلَیْهِ اسْمُ السَّارِقِ؟ (محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ) پھر میں نے امامؑ سے پوچھا "دیکھئے، اگر کوئی شخص ایک چوتھائی دینار سے کم کا مال چراتا ہے تو کیا اسے چور کہا جائے گا؟" فَقَالَ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

تیئسواں گناہ

چوری

تئیسواں گناہ۔ چوری

تئیسواں گناہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے، چوری کرنا ہے۔ فضل بن شاذان والی روایت میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اسے گناہان کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ اعمش راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ حدیث نبوی نقل فرمائی کہ "لَا یَزْنِی الزَّانِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ" (وسائل الشیعہ) یعنی "کوئی شخص مومن ہوتے ہوئے زنا نہیں کر سکتا اور کوئی شخص مومن ہوتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ پس زنا کرنے والا شخص اور چوری کرنے والا شخص مومن نہیں ہوتا۔ ایسے آدمی میں ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ ایسے آدمی کو خدا اور روز جزا پر مناسب حد تک ایمان نہیں ہوتا۔ ایسا آدمی اگر توبہ کئے بغیر مر جائے تو مومن کی موت نہیں مرتا۔ بعض آیتیں اور روایتیں ایسی ہیں جو خیانت کی مذمت میں ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اس

كُلُّ مَنْ سَرَقَ مِنْ مُسْلِمٍ شَيْئًا قَدْ حَوَاهُ وَأَحْرَزَهُ فَهُوَ يَقَعُ عَلَيْهِ اِسْمُ السَّارِقِ وَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَارِقٌ۔

"ہر وہ شخص چور کہلائے گا اور خدا کی نظر میں چور ہوگا جو کسی مسلمان کا ایسا مال چرالے جس کو اس نے اپنی ملکیت بنالیا ہو اور جس کو اس نے اپنے لئے رکھ لیا ہو۔" (یعنی خداوند تعالیٰ اسے وہی عذاب دے گا جو چور کے لئے اس دنیوی زندگی کے بعد معین ہے۔)

وَلٰكِنْ لَا تُقْطَعُ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ أَوْ أَكْثَرَ "لیکن (دنیا میں) اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے ہاں اگر وہ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کا مال چرائے تو کاٹا جاتا ہے۔" وَلَوْ قُطِعَتْ يَدُ السَّارِقِ فِيمَا هُوَ أَقَلُّ مِنْ رُبْعِ دِينَارٍ لَأَلْفَيْتَ عَامَّةَ النَّاسِ مُقَطَّعِينَ (کتاب "تہذیب") "اگر چوتھائی دینار سے کم پر ہاتھ کاٹے جائیں تو تم اکثر لوگوں کا ہاتھ کٹا ہوا پاؤ گے!

چوری کی سزا

سورہ مائدہ میں ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورہ مائدہ ۵

(آیت نمبر ۳۸ اور ۳۹)

"اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، تم ان کے کرتوت کی سزا میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ اُن کی سزا خدا کی طرف سے ہے۔ اور خدا تو بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ ہاں جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اپنے چال چلن درست کر لے تو بے شک خدا بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یقیناً خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

کتاب "برہانِ قرآن" کے صفحہ ۱۷۰ پر کچھ یوں لکھا ہے:

"اسلام دشمن افراد نے جن موارد پر اسلام کے خلاف ہنگامہ اور معرکہ کھڑا کیا ہے اُن میں سے ایک سزاؤں کا اسلامی قانون ہے۔ دشمن ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیسویں صدی میں ایسی سزائیں شائستہ نہیں ہیں۔ خاص طور پر دشمنوں نے چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے اور زنا کی سزا میں سنگسار کر دینے پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ وہ اپنا فلسفہ بگھارتے ہوئے کہتے ہیں کہ جرائم ایک طرح کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں ہیں پس ان کا علاج سزاؤں سے نہیں بلکہ درسِ اخلاق دے کر اور نفسیاتی طریقوں سے ہونا چاہیئے۔"

ہم کہتے ہیں کہ ہم درسِ اخلاق اور روحانی علاج کے منکر نہیں ہیں۔ بے شک درس و نصیحت کا معاشرے کے افراد پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ ہم اس بات سے بھی انکار نہیں کرتے کہ اکثر جرائم اخلاقی خرابیوں اور بیمار روح کے باعث واقع ہوتے ہیں۔

اسلام نے درس ونصیحت کا اور اخلاق وعادات کی اصلاح کا پہلو نظرانداز نہیں کیا ہے۔ لیکن ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر درس و نصیحت کے باوجود آدمی سرکشی کرے اور اپنی خواہشات کو بے لگام چھوڑ دے تو ایسے آدمی کی اصلاح سزا کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ چھوٹے تین چار سال کے بچے کو بھی خدا نے اپنے اوپر قابو پانے کی صلاحیت دی ہے۔ مثلاً یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ پیشاب آئے تو روک لے اور بستر پر نہ کرے۔ اس کے باوجود اور والدین کی نصیحت کے باوجود اگر بچہ لاپرواہی کرتا ہے تو والدین کو سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے نفسیاتی اور اخلاقی علاج کو کافی قرار دینے والے حضرات کے ممالک میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ مجرموں کو محض درس و نصیحت کر کے پیار سے چھوڑ دیا جائے، بلکہ وہاں بھی ان کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے اور انہیں مختلف سزائیں دی جاتی ہیں۔

ہم اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ اقتصادی بدحالی بھی بہت سے جرائم کا سبب ہو جاتی ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ غربت اور افلاس کے باعث آدمی بداخلاق ہو جاتا ہے۔ کینہ اور معاشرے سے دشمنی کے جراثیم اس کے اندر پروان چڑھتے چڑھتے رہتے ہیں۔ خودغرضی دوسروں کے حقوق چھین لینے پر اکساتی رہتی ہے۔ غربت کے باعث خیانت اور چوری کا رجحان بڑھتا رہتا ہے۔ کسی بھی محرومی کے باعث آدمی جرم کر کے بھی وہ محرومی دور کرنے کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ صرف غربت اور محرومی ہی جرائم کا سبب ہے۔ ہم ایسے

بہت سے لوگوں کو پہچانتے ہیں جو غربت اور محرومیوں کا شکار ہونے کے باوجود ظلم و جرم سے باز رہتے ہیں۔ انتہائی پرہیزگاری اور قناعت کا ثبوت دیتے ہیں، اور بڑے خلوص کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جن ممالک اور علاقوں میں معاشی بدحالی نہیں ہے وہاں بھی جرائم و مظالم بکثرت ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ سوویٹ یونین میں کمیونزم کی وجہ سے چونکہ طبقاتی فرق مٹ چکا ہے، اس لئے وہاں کوئی ظلم و جرم نہ ہوتا ہو۔ وہاں کی جیلیں گواہ ہیں کہ وہاں بھی طرح طرح کے جرائم ہوتے ہیں۔

اسلام کے سخت قوانین پر اعتراض کرنے والے اور انہیں وحشیانہ قرار دینے والے لوگ خود کو بھول جاتے ہیں۔ آزادی اور انسان دوستی کا نعرہ لگانے والے لوگ خود اپنے جرائم و مظالم کیوں بھول جاتے ہیں ؟! شمالی افریقہ میں چالیس ہزار عوام کو محض اپنے بنیادی حقوق کا مطالبہ کرنے کے جرم میں مشین گنوں کے ذریعے قتل کر دیا گیا۔ کیا یہ وحشیانہ نہیں ہے ؟! ۱۴ ر اپریل ۱۹۶۰ء کے روزنامہ کیہان (تہران) میں لکھا ہے کہ : "چھ سال کی اس مدت میں الجزائر کے حریت پسند اور مجاہد عوام نے بڑی دلیری سے فرانس کی ظالم حکومت کی غلامی سے نجات پانے کے لئے جد و جہد کی ہے۔ اب تک الجزائر کے دس ملین (ایک کروڑ) میں سے ایک ملین (دس لاکھ) افراد اپنے بنیادی حقوق کے دفاع کے جرم میں قتل کئے جا چکے ہیں !!"

بہر حال ہم اصل موضوع پر آتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام نے ہر پہلو

کو مدنظر رکھا ہے۔ جہاں اسلام سخت سزاؤں کا حکم دیتا ہے وہاں اخلاقی، روحانی خرابیوں کو دور کرنے اور معاشی بدحالی کے خاتمے کے احکام بھی صادر کرتا ہے۔ اسلام ہر راہ سے کوشش کرتا ہے کہ جرم کے امکانات کم سے کم ہو جائیں۔ حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ کوئی جرم معاشرہ میں پھیلنے نہ پائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص سرکشی کرتا ہے اور جرم کرتا ہے تو سزا کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ اسلام جرم کرنے والے کے عذر کو بھی دیکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص معاشی بدحالی سے اور بھوک سے پریشان ہو کر چوری کر بیٹھے تو اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جاتا، بلکہ سزا سے آزاد رہتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑی بہت تعزیر اور تنبیہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ آئندہ وہ ایسا نہ کرے۔

یہ اسلامی حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ملک کے ہر فرد کو مناسب روزگار کی راہ پر لگا دے۔ اگر کوئی شخص اس کے باوجود بے روزگار رہ جاتا ہے تو بیت المال سے اس کو بارزوگار ہونے تک وظیفہ ملتا ہے۔ جب ایسا ہے تو اسلامی حکومت میں چوری کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیئے، اور اس کے باوجود چوری کرنے والے کو واقعی سزا ملنی چاہیئے، اسی طرح یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ کسی کے دباؤ میں آکر چوری تو نہیں کر بیٹھا ہے۔ اگر واقعی آدمی کسی طرح مجبور ہو تو اسے سزا نہیں ملتی۔ ویسے بھی ظاہر ہے کہ کسی غیر اسلامی حکومت میں اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوتے۔ پس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اسلامی حکومت کے دور میں بھی تاریخ گواہ ہے کہ چار سو

سال میں صرف چھ بار چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹا گیا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے جس وحشیانہ انداز میں لڑائی کی ہے اس کے نتیجہ میں ۳۵ ملین (تین کروڑ پچاس لاکھ) افراد قتل ہوئے۔ بیس ملین (دو کروڑ) افراد ہاتھ پاؤں سے محروم ہوگئے۔ سترہ ملین لیٹر (ایک کروڑ ستر لاکھ لیٹر) خالص انسانی خون زمین پر بہہ گیا۔ اور بارہ ملین (ایک کروڑ بیس لاکھ) حمل ضائع ہوگئے!! کیا وہ جنگ انتہائی وحشیانہ نہیں تھی؟ پھر چار سو سال میں اگر صرف چھ بار بے ضمیر چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے ہوں تو اسے وحشیانہ کہنے کا کیا جواز ہے؟ جب کہ شیعہ فقہ کے لحاظ سے سیدھے ہاتھ کی چار انگلیاں ہی کاٹنے کا حکم ہے۔ ہتھیلی اور انگوٹھا پھر بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ پہلے کے لوگوں کا شعور اعلیٰ سطح کا نہیں تھا اور ان کو قابو میں رکھنے کے لئے ایسی سخت سزائیں مناسب تھیں، لیکن اب تو لوگوں کا شعور بڑھ گیا ہے، اب ایسی سزائیں مناسب نہیں ہیں۔ ہم کہیں گے کہ ایسی باتیں سادہ لوح افراد کو دھوکا دینے کے لئے ہیں۔ اگر شعور اعلیٰ درجے کا ہے تو ترقی یافتہ اور مغربی ممالک میں جرائم کی اتنی بہتات کیوں ہے؟! بات یہی ہے کہ سزا سخت نہیں رکھی گئی ہے اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہیں گے کہ سخت اسلامی سزا کا تصور خود شعور کی سطح کو بلند کرتا ہے۔ آدمی فساد اور تباہی سے بچا رہتا ہے اور فضیلت کے منازل طے کرتا ہے آدمی کے ذہن میں خود بخود یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ واقعی مثلاً چوری بہت بُرا کام ہے۔

ظاہر ہے کہ چوری کی سزا بیان کرنے والی مذکورہ آیات میں پوری تفصیل نہیں ہے کہ چوری کیسی ہو کر ہاتھ کاٹا جائے اور کتنا ہاتھ اور کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور یہ بھی ظاہر ہے یہ سب تفصیل ہمیں احادیث ہی سے مل سکتی ہے۔ اس موضوع پر بہت سی احادیث موجود ہیں اور ان کی روشنی میں چوری کی حد اور سزا کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں سامنے آتی ہیں :-

چوری کی حد جاری کرنے کی شرطیں

چور کا ہاتھ کاٹنے سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جاتا ہے اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

۱ــــ ایک شرط یہ ہے کہ چور بالغ ہو۔ بالغ ہونے کی شرعی علامتیں یہ ہیں کہ اگر لڑکا ہے تو چاند کے حساب سے پندرہ سال کا ہو چکا ہو اور اگر لڑکی ہو تو چاند کے حساب سے نو سال کی ہو چکی ہو۔ بالغ ہونے کی ایک اور علامت یہ ہے کہ زیر ناف شرمگاہ کے اوپر اگنے والے بال سخت اور چبھنے والے ہو گئے ہوں۔ بالغ ہونے کی تیسری علامت یہ ہے کہ احتلام ہو جائے یا کسی طرح منی نکل آئے ان تینوں میں سے کوئی بھی علامت پائے جائے تو آدمی بالغ شمار ہوتا ہے۔ پس اگر چوری کرتے وقت چور نابالغ ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ قاضی جہاں تک مناسب ہو بچے کو تعزیر

اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے چھوڑ دیتا ہے تاکہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔

عبداللہ ابن سنان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ: "جب نابالغ بچہ چوری کرے تو پہلی اور دوسری مرتبہ کی چوری میں اسے معاف کر دینا چاہیئے۔ تیسری مرتبہ بھی وہ اگر چوری کرے تو اس کو چوری سے روکنے کے لئے ڈانٹنا مارنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد بھی بچہ چوری کرے تو اس کی انگلیوں کے تھوڑے تھوڑے کونے کاٹ دینے چاہئیں۔ اگر پھر بھی بچہ چوری کرتا رہے تو مزید تھوڑی تھوڑی انگلیاں کاٹی جاتی رہیں۔

۲۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ چور عاقل ہو۔ پس اگر دیوانہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور اگر مفید اور مؤثر ہو تو مناسب ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے۔

۳۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ آدمی نے کسی کی دھمکی میں آکر یا کسی اور مجبوری کے تحت چوری نہ کی ہو۔ اگر مجبوری ہو تو شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

۴۔ جو چیز چرائی گئی ہو وہ شرعاً مال اور ملکیت کے قابل سمجھی جاتی ہے۔ پس اگر آزادی سلب کر لی جائے تو یہ چوری نہیں کہلاتی۔

۵۔ جو چیز چرائی گئی ہو اس کی قیمت ایک چوتھائی شرعی مثقال خالص سونے سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔ ایک شرعی مثقال اٹھارہ چنے

کے دانوں کے برابر ہوتا ہے جس کا چوتھائی وزن ساڑھے چار چنے کے دانوں کے برابر ہے۔

۶۔۔۔ چوری کا مال بیٹے یا غلام کا نہیں ہونا چاہیئے۔ پس اگر باپ اپنے بیٹے یا بیٹی کا مال چرا لے تو اس کو شرعی سزا نہیں دی جاتی لیکن اس کے برعکس اگر بیٹا یا بیٹی اپنے باپ یا اپنی ماں کا مال چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہی بات غلام کے سلسلے میں بھی ہے کہ اگر آقا اپنے غلام کا مال چرا لے تو کوئی سزا نہیں ہوتی اگرچہ لکھا پڑھی ہو چکی ہو کہ غلام اتنا مال کما کر دے دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ البتہ اگر غلام اپنے آقا کا مال چرائے تو اس پر حد جاری ہوتی ہے یا نہیں، اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

بعض مجتہدین نے فرمایا ہے کہ اگر کاریگر یا ملازم اپنے مالک اور دفتر کے سربراہ کا مال چرا لے سو اس پر شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔ لیکن مشہور فتویٰ یہ ہے کہ کاریگر، ملازم اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے اور شرعی سزا ملے گی اور اگر مہمان میزبان کا مال چرا لے تو بھی علماء کے فتووں میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ مہمان کو سزا ہوگی۔

۷۔۔۔ چوری کا مال قحط کے زمانے میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے

فرمایا: "قحط اور بھوک کے دور میں روٹی، گوشت وغیرہ جیسی خوراک چرالینے پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔"

۸۔۔۔۔ اگر سپاہی نے مال غنیمت دشمن سے حاصل کرنے میں شرکت کی ہو اور ابھی وہ تقسیم نہیں ہوا ہو۔ تو اگر ایسے میں وہ سپاہی مال غنیمت میں سے کچھ چرالے تو وہ شرعی سزا سے معاف ہے۔

۹۔۔۔۔ کسی معاملے میں باہمی شرکت کرنے والا ایک شریک اپنے دوسرے شریک کا مال چرالے اور یہ دعویٰ کرے کہ یہ اسکا حصہ اور حق ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔

۱۰۔۔۔۔ جس شخص پر چوری کا الزام لگایا گیا ہو لیکن ابھی قاضی کے سامنے اس کا چور ہونا ثابت نہ ہوا ہو۔ اگر ثابت ہونے سے پہلے وہ شخص چوری کا مال مالک سے خرید لے اور اس کی قیمت ادا کر دے تو چوری ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حد بھی جاری نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر چوری کا الزام ثابت ہو مثلاً بیٹے نے باپ کا مال چرایا ہو، لیکن چوری ثابت ہونے سے پہلے باپ کا انتقال ہو گیا ہو اور وہ چوری کا مال بیٹے کو میراث میں مل گیا ہو تو چوری کی سزا نہیں ہوگی۔

۱۱۔۔۔۔ اگر چرائی ہوئی چیز کا استعمال حرام ہو، مثلاً وہ شراب یا سور کا گوشت ہو تو چوری کی سزا نہیں ملتی۔

۱۲۔۔۔۔ چوری کا ملزم اگر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے مال چوری کی نیت

سے نہیں اٹھایا تھا، اور قرائنی کسی اور نیت کا احتمال معقول سمجھے
تو حد جاری نہیں ہوتی۔

۱۳۔۔۔ شرعی سزا کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس جگہ چوری
ہوئی ہو وہاں جانے کے لئے اس کے مالک کی اجازت ضروری ہو
پس اگر مسجد، عمومی حمام یا کسی اور عمومی جگہ سے چوری ہو تو سزا
نہیں ملتی۔

۱۴۔۔۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ مال کو اس کی محفوظ جگہ سے چرایا گیا
ہو۔ اگر مال کو حفاظت سے نہ رکھا گیا ہو اور کھلا چھوڑ دیا گیا ہو تو اس
کی چوری سزا کی موجب نہیں ہوتی۔ مثلاً زیورات محفوظ جگہ مقفل بکج
چاہیں۔ پھل درخت پر سے توڑ کر نہ چرائے گئے ہوں بلکہ باغ کے
اندر جمع کئے ہوئے ذخیرے یا پھلوں کے ٹوکرے سے چرائے گئے ہوں
چوپائے اصطبل سے چرائے گئے ہوں۔ بیچنے کا سامان دوکان کے اندر
سے چوری ہو گیا ہو۔ ایسی جیب سے چرایا گیا ہو جو اندر کی طرف ہو
اور باہر لٹک نہ رہی ہو۔ جیسے مثلاً تجوری یا محفوظ جگہ سے چرائے گئے
ہوں۔ اسی طرح کفن قبر کے اندر سے چرایا گیا ہو۔

۱۵۔۔۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ چور خود چوری کا مال محفوظ جگہ
سے نکال کر لے جائے۔ اب مثلاً ایک آدمی مال کو اس کی محفوظ
جگہ سے نکال دے اور دوسرا آدمی اسے لے جائے تو دونوں میں سے

کسی پر چوری کی حد جاری نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جس شخص نے محفوظ جگہ سے مال کو نکال کر غیر محفوظ کر دیا اُس نے چوری نہیں کی۔ اور جس شخص نے مال چرایا وہ غیر محفوظ جگہ سے چرایا۔ اور ابھی چودھویں شرط بتائی گئی کہ غیر محفوظ جگہ سے چرانے پر چوری کی سزا نہیں ملتی۔ صرف ایسے شخص کو سزا ملتی ہے جو محفوظ جگہ سے نکالے بھی اور چرا کر لے جائے بھی۔ اور اگر محفوظ جگہ سے مال چرا کر لے جانے میں ایک سے زیادہ آدمی شریک ہوں تو ہر چور کا حصہ اگر ایک چوتھائی مثقال سونے کی قیمت کے برابر ہو تو ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ورنہ جس کا حصہ اس مقدار کا ہو، اس کا ہاتھ کٹے گا۔ اور اگر کسی کا حصہ اتنا نہیں بنتا ہو تو کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اگر چور محفوظ جگہ سے مال نکال کر اپنے چوپائے پر لاد دے۔ یا اپنے نابالغ بچے کو یا کسی دیوانے کو دے دے۔ اور وہ جانور، نابالغ بچہ، یا دیوانہ اُس مال کو لے جائے تو بھی چور شرعی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اس لئے کہ جانور، نابالغ بچہ یا دیوانہ یہاں محض سواری کے حکم میں ہے۔

۱۶۔۔۔ چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ یعنی چھپ کر آدمی مال چرائے اور اس کے لے جانے کے بعد سمجھ میں آئے کہ چوری ہو گیا ہے۔ پس اگر آدمی ڈاکا ڈالے، یعنی زبردستی مالک سے مال

چھین کر لے جائے تو اس پر چوری کی حد جاری نہیں ہوتی ۔ ڈاکا ڈالنے پر تعزیر ہوتی ہے ۔ یعنی اتنا ڈانٹا یا مارا جاتا ہے کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے ۔ ہاں اگر ڈاکو نے اسلحے کے زور پر ڈاکا ڈالا ہو تو اس کی شرعی سزا محارب یعنی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے کی سزا ہے ۔ (سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں وہ سزا مذکور ہے کہ یا تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے یا سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے یا ایک طرف کا ہاتھ تو دوسری طرف کی ٹانگ کاٹ دی جاتی ہے یا پھر جلا وطن کر دیا جاتا ہے ۔ ان میں سے کسی ایک سزا کا قاضی کو اختیار ہے ۔)

۱۷ ـــــ اگر چوری ثابت ہونے سے پہلے ہی چور شرعی قاضی کے پاس جا کر آئندہ چوری کرنے سے توبہ کر لے تو اس پر حد جاری نہیں ہوتی ۔ لیکن چوری ثابت ہونے کے بعد توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی ۔

۱۸ ـــــ چوری ثابت ہونے کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ چور کو چراتے ہوئے دو عادل شخص اپنی آنکھوں سے دیکھیں ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عادل آدمی چوروں کی چشم دید گواہی دے اور چوری ہو جانے والے مال کا مالک بھی قاضی کے سامنے قسم کھائے کہ فلاں نے وہ مال چرایا ہے ۔ اگر چور خود دو مرتبہ اپنی چوری کا اعتراف قاضی کے سامنے کر لے تو بھی وہ شرعی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ اگر چور ایک مرتبہ

اقرار کرے لیکن دوسری مرتبہ اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو جتنے مال کی چوری کا اُس نے پہلے اقرار کیا تھا اتنا مال اُس سے لے کر مالک کو دے دیا جاتا ہے لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

۱۹۔۔۔۔ چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا اس وقت دی جاتی ہے جب چوری ہو جانے والے مال کا مالک خود قاضی سے سزا کا مطالبہ کرے۔ پس اگر مالک قاضی کے پاس مسئلہ پہنچنے سے اور شرعاً چوری ثابت ہونے سے پہلے چوری کا مال چور کو بخش دے یا چور سے خود واپس لے لے اور اس کی سزا کے سلسلے کو نظرانداز کر دے تو سزا نہیں ہوتی۔ البتہ جب شرعاً قاضی کے پاس چوری ثابت ہو جائے تو مال کا مالک چور کو سزا سے نہیں بچا سکتا۔

بعض مجتہدین نے فرمایا ہے کہ اگر چوری دو عادل گواہوں کی گواہی سے نہیں، بلکہ خود چور کے دو مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوئی ہو تو حاکم شرع اور قاضی کو حق ہے کہ اگر مصلحت سمجھے تو چور کو شرعی سزا سے معاف کر دے۔ کتاب "تہذیب" میں یہ روایت ہے کہ ایک شخص امیرالمومنین حضرت علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اس نے اپنی چوری کا اقرار کر لیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: "آیا قرآن میں سے کچھ زبانی سنا سکتے ہو؟" اس نے کہا "جی ہاں، سورۂ بقرہ" حضرتؑ نے فرمایا، "میں نے تمہارے ہاتھ کو سورۂ بقرہ کے طفیل

چھوڑ دیا۔ "اشعث نے کہا: یا علیؑ! کیا آپ حدودِ خدا کو نظر انداز کر رہے ہیں؟ "فرمایا" تم کیا جانتے ہو؟! حد جاری کرنا اس وقت لازمی ہے جب بیّنہ (دو عادل آدمیوں کی گواہی) سے جرم ثابت ہو۔ اور اگر اقرار سے ثابت ہو تو امام مجرم کو معاف کر سکتا ہے۔"

مذکورہ شرائط اگر موجود ہوں تو چور کا ہاتھ کاٹنے کا فرض صرف حاکم شرع (قاضی) انجام دے سکتا ہے۔ شرعی قاضی کے علاوہ کسی کو حد جاری کرنے اور سزا دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ حد جاری کرنے کے علاوہ چوری کا مال چور سے لے کر واپس اس مالک کو دے۔ اگر وہ مال خرچ یا ضائع ہو چکا ہو تو اُسی جیسا اور اسی مقدار یا تعداد کا دوسرا مال چور کو دینا پڑتا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ مال کی واپسی کا یہ حکم دونوں صورتوں میں ہے، خواہ چوری شرعاً ثابت ہوئی ہو یا ثابت نہ ہوئی ہو۔ اگر دوسرے کا مال لیا ہے تو لوٹانا پڑے گا۔

بعض ایسی صورتیں ہیں کہ چوری ثابت تو نہیں ہوتی مگر حاکم شرع دوسرے کا مال اٹھانے والے کو تعزیر کرتا ہے اور اس حد تک ڈانٹتا مارتا ہے کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ تعزیر کی مقدار اور کیفیت خود قاضی کی مرضی اور رائے کے مطابق ہوتی ہے۔ مثلاً مال اگر غیر محفوظ جگہ سے چرایا گیا ہو، یا ڈاکو محض مال چھین کر لے گیا ہو، یا جعلساز نے جعلی چیک یا جعلی دستخط کی مدد سے دوسرے دوسرے کا مال ہتھیا لیا ہو۔ ایسی صورتوں میں مال اصل مالک کو لوٹانا واجب

ہوتا ہے اور تعزیر بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح کفن چوری کرنے کی نیت سے اگر آدمی ایسی قبر کھول دے جس میں مردہ موجود ہو لیکن اس نے کفن چرایا نہ ہو، تو اس کو بھی تعزیر کی جاتی ہے اور اگر وہ کفن بھی چرالے تو اگر کفن کی قیمت چوتھائی مثقال سونے کے برابر ہو تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا ہے۔

مال اور آبرو کی حفاظت

اگر چور نظر آجائے تو وہ محارب یعنی ڈاکو کے حکم میں آجاتا ہے۔ آدمی اپنے مال کی حفاظت میں اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر ایسی صورت میں ڈاکو مارا جائے تو اس کا خون معاف ہے اور کوئی قصاص وغیرہ بھی نہیں دینا پڑتا اسی طرح جان اور ناموس کا دفاع کرتے ہوئے بھی آدمی حملہ آور شخص کو ہلاک کر سکتا ہے۔ البتہ اصل مقصد دفاع ہونا چاہئے۔ اگر قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل کرنا حرام ہے۔ جس حد کی جدوجہد میں دفاع ہو جاتا ہو اسی حد پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

چوری سے متعلق احکام بہت ہیں اور مذکورہ شرائط میں مجتہدین کی کی رائے بھی کہیں کہیں مختلف ہے۔ اس کتاب کی گنجائش کا لحاظ کرتے ہوئے ہم اسی مقدار پر اکتفا کر رہے ہیں۔

کس طرح حد جاری کی جائے؟

حاکم شرع چوری کی شرائط حاصل ہونے کی صورت میں چور کے داہنے ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ دیتا ہے ہاتھ کے انگوٹھے اور ہتھیلی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اگر چور کی چوری کئی مرتبہ کی ایک ساتھ ثابت ہوگئی ہو اور اس سے پہلے ہاتھ نہیں کاٹا گیا ہو تو بھی یہی حد جاری ہوگی۔ اگر ایک دفعہ چور کی چار انگلیاں کاٹی جا چکی ہوں اور اس کے بعد وہ پھر چوری کر بیٹھے اور چوری تمام شرائط سے ثابت ہو جائے تو چور کے بائیں قدم کو انگلیوں سمیت آدھا کاٹ دیا جاتا ہے۔ باقی آدھا ایڑھی والا قدم کا حصہ پیدل چلنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر چور تیسری مرتبہ بھی چوری کرے اور اس کی چوری ثابت ہو جائے تو اسے عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ اگر قید خانے میں بھی وہ چوری کر بیٹھے تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔

جس ہاتھ کو دعا اور بندگی خدا کے اظہار میں اٹھانا چاہیئے، جس ہاتھ کو بندگان خدا کی مشکلات دور کرنے کے لئے بڑھانا چاہئے، یتیموں اور بے کسوں کی مدد کے لئے حرکت کرنی چاہئے۔ دشمنان دین پہ حملے کے لئے اٹھنا چاہیئے اگر وہ مسلمان بھائیوں کا مال چرانے کے لئے بڑھے گا اور اتنی ساری شرائط کے باوجود ثابت ہو جائے گا تو اس کو کاٹ دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس طرح معاشرہ کو تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔

دِیہ

اگر ہاتھ بغیر کسی جرم کے کاٹ دیا جائے تو پانچ سو مثقال سونا ہاتھ کاٹنے والے سے لے کر اس کو دے دیا جاتا ہے جس کا ہاتھ کٹا ہے۔ جب کہ ایک چوتھائی مثقال سونا چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے مال کو امانت نہ سمجھنے والا اور اس میں خیانت کر بیٹھنے والا شخص خدائے تعالیٰ کی نظر میں بغیر کسی جرم کے دوسرے کا ہاتھ کاٹ دینے والے شخص سے کئی گنا زیادہ ذلیل اور گنہگار ہے۔ یہاں سے امانت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

چوبیسواں گناہ

ناپ تول میں کمی

چوبیسواں گناہ ۔ ناپ تول میں کمی کرنا

گناہانِ کبیرہ میں سے چوبیسواں گناہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے ۔ ناپ تول میں کمی کرنا ہے ۔ اس کا حرام ہونا قرآن مجید ، احادیث اجماع ، اور عقل سے ثابت ہے ۔ اعمش کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور فضل بن شاذان کی روایت میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اسے بھی گناہانِ کبیرہ کی فہرست میں شامل فرمایا ہے ۔ فرمایا ہے کہ اَلْبَخْسُ فِی الْمِکْیَالِ وَ الْمِیْزَانِ یعنی "ناپ تول میں کمی کرنا (بھی گناہِ کبیرہ ہے)"۔ بیچنے والا مقررہ مقدار سے کم چیز دے یا دَین (قرض یا کوئی اور مالی ذمہ داری) ادا کرنے والا شخص مقررہ مقدار ظاہر کر کے کم مقدار دے ۔ یہ سب حرام ہیں

قرآن مجید میں شدید ترین بیان کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرنے کا سخت عذاب مذکور ہوا ہے ۔ قرآن مجید کا ایک سورہ پورا اسی موضوع سے مخصوص ہے ۔ اس میں ارشاد ہے کہ :

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓٮِٕكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (سورہ تطفیف ۸۳ : آیات نمبر ۱ تا ۶)

"ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے وَیْل ہو (وَیل، دوزخ کے ایک کنویں کا نام ہے۔ اس کے علاوہ تمام برائیوں کے مجموعے کو ویل کہتے ہیں۔ یعنی تمام قسم کے عذاب وعتاب ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہیں۔) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ لیکن جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں خیال کرتے کہ ایک بڑے سخت دن قیامت میں ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ جس دن تمام لوگ سارے جہاں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

اعمال سجین میں ہوں گے

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا سِجِّيۡنٌ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ (سورہ تطفیف ۸۳ : آیات ۷ تا ۹)

"ان کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ بدکاروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہیں۔ اور تم کو کیا معلوم کہ سجین کیا چیز ہے؟ ایک لکھا ہوا دفتر (رجسٹر) ہے

سجین یا تو اس دفتر (رجسٹر) کا نام ہے جس میں کافروں اور فاسقوں کے نامہ اعمال لکھے جاتے ہیں اور یکجا رکھے جاتے ہیں۔ یا پھر سجین بھی جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے جس میں فاسق و فاجر لوگ جائیں گے۔ ایسی صورت میں ان آیتوں کا ترجمہ یوں ہوگا کہ: "ان لوگوں کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ بدکاروں کے لئے سجین میں جانا لکھا ہے۔ اور تم کو کیا معلوم کہ سجین کیا چیز ہے؟ اس کے بارے میں تو لکھا جا چکا ہے (اور فیصلہ ہو چکا ہے جو تبدیل نہیں ہوگا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کچھ یوں ہدایت فرمائی تھی:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ. وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

(سورۂ ہود ۱۱، آیت نمبر ۸۴ اور ۸۵)۔

"اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تو تم کو آسودگی میں دیکھ رہا ہوں (پھر گھٹانے کی کیا ضرورت ہے) اور میں تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو دن سب کو گھیر لے گا۔ اور اے میری قوم پیمانہ اور ترازو انصاف کے ساتھ پورے پورے رکھا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور روئے زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔" ظاہر ہے کہ کم ناپنے تولنے کی وجہ سے معاشرے کا نظام فاسد اور خراب ہو جاتا ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنے والا مومن نہیں

آیات قرآنی سے استفادہ ہوتا ہے کہ کم اپنے تولنے والا آخرت اور روزِ جزا پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر وہ قیامت کا ایمان ویقین رکھتا ہوتا، بلکہ گمان بھی رکھتا ہوتا تو اسے احساس ہوتا کہ جتنا مال اُس نے بے ایمانی کر کے کم دیا ہے اس کا قیامت کے دن حساب ہوگا۔ اس مال کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر یہ احساس ہوتا تو وہ کبھی ایسی خیانت نہ کرتا اگر ایمان ہو تو وہ یہ خیال رکھتا کہ اگرچہ وہ حقدار کو غافل کر کے اسے مطلوبہ مال سے کم دے سکتا ہے، مگر رب العالمین تو حاضر وناظر ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بت پرست قسائی ہمیشہ لوگوں کو تول اور وزن سے کچھ زیادہ ہی دیتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اوپر کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے اوپر ایک بت رکھا دیکھا۔ قصائی نے کہا "میں اس کی خاطر زیادہ دے دیتا ہوں!" ایک اور بت پرست دوکاندار کا واقعہ ہے کہ جب بھی وہ وزن کرنا چاہتا تھا تو تولنے سے پہلے وہ اپنے بت کو دیکھ لیا کرتا تھا کہ کم نہ تولے۔ حضرت یوسف اور زلیخا ایک کمرے میں تنہا تھے تو زلیخا نے کمرے میں رکھے ہوئے بت پر اپنا مقنع ڈال دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "آپ نے ایسا کیوں کیا؟" اس نے کہا: "مجھے اس سے حیا آتی ہے!" حضرت یوسف علیہ السلام

نے کہا: آپ ایک ایسے بت سے حیا کر رہی ہیں جس میں کچھ شعور نہیں ہے اور جو انسان کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے پس کیوں کہ میں اس خدائے سمیع و بصیر سے حیا نہ کروں جو حاضر و ناظر ہے!" یہ فرما کر وہ وہاں سے بھاگے اور گناہ میں آلودہ نہ ہوئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بت پرست لوگوں کو تو بے شعور پتھر کے بتوں کے سامنے گناہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن افسوس، مسلمانوں کو خدائے حاضر و ناظر سے شرم نہیں آتی!

پانچ گناہ اور پانچ مصیبتیں

تفسیر منہج الصادقین میں یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ گناہوں کے نتیجے میں پانچ قسم کی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ ہر گناہ کے نتیجے میں ایک خاص مصیبت ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ:۔

مَا نَقَضَ قَوْمٌ نِ الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ ۔

"کسی قوم کے لوگ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کرتے ہیں تو خدا ضرور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔"

وَمَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْفَقْرُ ۔

"لوگ جب خدا کے نازل کیے حکم کے برخلاف حکم دیتے ہیں تو ضرور ان میں غربت عام ہو جاتی ہے۔"

وَمَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَۃُ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الْمَوْتُ۔ "فحاشی جب پھیلے عام ہو جاتی ہے تو ضرور شرح اموات بڑھ جاتی ہے۔"

وَلَا طَفَّفُوا الْکَیْلَ اِلَّا مَنَعُوا النَّبَاتَ وَاُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ "لوگ جب ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو ضرور نباتات اور زراعت میں کمی ہو جاتی ہے اور رزق کی فراوانی رک جاتی ہے۔"

وَلَا مَنَعُوا الزَّکٰوۃَ اِلَّا حُبِسَ عَنْھُمُ الْقَطْرُ۔ "اور لوگ جب ناپ تول میں کمی کر دیتے ہیں تو بارش نہیں ہوتی۔"

کاروبار کرنے والوں کو امیرالمومنینؑ کی نصیحت

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جب حکومت کے کاموں سے فارغ ہوتے تھے تو بازار کوفہ میں جا کر فرماتے تھے: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰہَ وَاَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۔

"اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ پورا پورا انصاف کے ساتھ ناپا تولا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"

ایک دن حضرت علیؑ نے بازار کوفہ میں ایک شخص کو دیکھا جو زعفران بیچ رہا تھا وہ یہ چالاکی کر رہا تھا کہ اپنا ہاتھ تیل سے چکنا کر کے ترازو کے اس پلڑے پر لگاتا رہتا تھا جس میں زعفران رکھی جاتی تھی۔ حضرت علی علیہ

السلام نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ترازو درست نہیں ہے تو ترازو میں سے زعفران کو اٹھالیا۔ پھر فرمایا :۔

اَقِمِ الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ثُمَّ اَرْجِحْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَاشِئْتَ "پہلے ترازو کو برابر کر کے ٹھیک کرو، پھر اگر چاہو تو اس کے بعد کچھ زیادہ دے دیا کرو۔"

آگ کے پہاڑوں کے درمیان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ : "جو شخص اپنے تولنے میں خیانت کرے گا اس کو دوزخ کے نچلے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا جہاں اس کی جگہ آگ کے دو پہاڑوں کے درمیان ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا کہ ان پہاڑوں کا وزن کرو ! وہ ہمیشہ اس عمل میں مشغول رہے گا۔

تفسیر منہج الصادقین میں یہ بھی لکھا ہے کہ مالک نامی ایک شخص کا ہمسایہ جب بیمار ہوا تو وہ اس کی عیادت کے لئے گیا۔ مالک کہتا ہے کہ : میں نے اس کو نزع کے عالم میں دیکھا۔ اس عالم میں وہ چلا رہا تھا کہ : "آگ کے دو پہاڑ مجھ پر گرنے والے ہیں !" میں نے اس سے کہا : "یہ تمہارا محض خیال ہے۔" اس نے کہا : "نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ حق ہے۔ اس لئے کہ میرے پاس دو قسم کے ترازو تھے۔ ایک سے میں کم تول کر لوگوں کو دیتا تھا اور ایک سے زیادہ تول کر خود رکھ لیتا تھا۔ یہ اسی کی سزا

کم گن کر دینا بھی حرام ہے

جس طرح ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے اسی طرح کم گن کر دینا بھی حرام ہے۔ وہ چیز جو ناپ کر بیچی جاتی ہیں جیسے کپڑا اور زمین وغیرہ اگر ایک سینٹی میٹر بھی اس میں کمی کی گئی تو یہ بھی گناہ اور حرام ہے۔ بالکل اسی طرح وہ چیزیں جنہیں گن کر بیچا جاتا ہے جیسے انڈا اور بعض پھل وغیرہ اگر اسے کم دیا گیا اور لینے والا نہ سمجھ سکا تو ایسا کرنے والے کو بھی ناپ تول میں کمی کرنے والا کہا جائے گا۔ یہی شیخ انصاری نے کتاب "مکاسب محرمہ" میں لکھا ہے۔

کم بیچنے والا خریدار کا مقروض ہے

جتنے مال کی بیچنے والے نے کمی کی ہو اتنا مال اس کے ذمے باقی رہتا ہے۔ یا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اتنا مال بھی خریدار کو دے دے اور یہ واجب ہے۔ اور اگر خریدار مر چکا ہو۔ تو خریدار کے وارثوں کو دے دے اور اگر خریدار کو وہ پہچانتا نہ ہو تو (حاکم شرع سے احتیاطاً اجازت لے کر اس مال کے اصل حقدار (خریدار) کی جانب سے اتنا مال صدقہ دیدے۔
اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مال میں کتنی کمی ہوئی ہے تو بیچنے والے کو چاہیئے کہ خریدنے والے سے مصالحت کرلے اور اسے کچھ مال دے کر یا ایسے ہی

راضی کرلے۔ اگر خریدار فوت ہو چکا ہو تو اس کے وارثوں کو راضی کرلے۔ اور اگر خریدار کا پتہ نہ ہو تو حاکم شرع کو راضی کرلے۔

دھوکہ بازی بھی کم فروشی ہے

کم بیچنے کی حقیقت یہ ہے کہ جتنے مال کا معاملہ ہوا ہے آدمی وہ پورا مال خریدار کو نہ دے۔ بلکہ کم دے۔ اسی طرح دھوکہ بازی کرنا بھی ہے جب آدمی کم دیتا ہے تو بھی خریدار کو معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کم دیا گیا ہے۔ اسی طرح جب آدمی اچھی چیز کے ساتھ کچھ بری چیز ملا کر دھوکے سے بیچ دیتا ہے تو بھی خریدار کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے دھوکہ بازی میں اگرچہ وزن برابر ہو، لیکن چونکہ دھوکہ کیا گیا ہے اس لئے حرام ہے۔ مثلاً دوکاندار نے ایک سو کلو گندم بیچنے کا معاہدہ کیا لیکن اس نے ۵ کلو مٹی ملا کر کل سو کلو تول دیا اس طرح اس نے گویا ۹۵ کلو گندم بیچا اور ۵ کلو گندم کم دیا۔ اسی طرح دوکاندار نے ایک من دودھ میں ۵ سیر پانی ملا دیا تو یہ بھی دھوکہ بازی ہے۔ اسی طرح اگر دوکاندار نے ۱۰ کلو گھی دینے کی بجائے پونے دس کلو دیا اور گھی کی تہہ میں ایک پاؤ کے وزن کا پتھر ڈال دیا تو یہ بھی دھوکا بازی ہے۔

اسی طرح گوشت والے نے معمول سے زیادہ ہڈی شامل کردی تو یہ بھی دھوکہ بازی ہے۔ اسی طرح سبزی وغیرہ میں وزن بڑھانے کے لئے

کافی پانی ملا دینا بھی دھوکہ بازی ہے۔ ایسے تمام کام کم بیچنے کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور گناہ کبیرہ ہیں اگرچہ دوکاندار نے برابر تولا ہو۔

ملاوٹ حرام ہے

اسی طرح بڑھیا مال کی جگہ گھٹیا مال دھوکے سے بیچ دینا حرام ہے۔ پس اعلیٰ گندم کی جگہ درمیانی درجے کا گندم دے دینا یا اعلیٰ گندم میں دوسرے قسم کا گندم بھی ملا کر دے دینا بھی دھوکہ بازی ہے۔ اسی طرح خالص گھی کی تہ میں عام گھی ڈال کر دے دینا بھی حرام ہے۔

شیخ انصاری "مکاسب محرمہ" میں فرماتے ہیں:

ملاوٹ کے حرام ہونے کے سلسلے میں جو روایات موجود ہیں وہ متواتر ہیں۔ مثلاً شیخ صدوق نے رسولؐ خدا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: مَنْ غَشَّ مُسْلِماً فِي بَيْعٍ اَوْ شِرَاءٍ فَلَيْسَ مِنَّا وَيُحْشَرُ مَعَ الْيَهُوْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لِاَنَّهُ مَنْ غَشَّ النَّاسَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ یعنی "جو شخص بیچنے یا خریدنے میں کسی مسلمان کو ملاوٹ کا مال دے گا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس لئے کہ جو شخص لوگوں کو ملاوٹ کر کے مال دیتا ہو وہ مسلمان نہیں ہے!

یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَمَنْ غَشَّنَا

فَلَیْسَ مِنَّا " جو شخص ہمیں ملاوٹ کر کے مال دے گا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا ! " قالھا ثلاثاً آنحضرتؐ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ پھر فرمایا :

وَمَنْ غَشَّ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ نَزَعَ اللّٰہُ بَرَکَۃَ رِزْقِہٖ وَاَفْسَدَ مَعِیْشَتَہٗ وَوَکَلَہٗ اِلٰی نَفْسِہٖ (کتاب " عقاب الاعمال ") " اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاوٹ کا معاملہ کرے گا خدا تعالیٰ اس کے رزق سے برکت ہٹالے گا ، اس کی معاشی حالت تباہ کردے گا ، اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا ! "

آقائے عراقی کی کتاب " دار السلام " کے صفحہ نمبر ۲۰۹ پر یہ عبرتناک قصہ موجود ہے کہ :۔

مجھے ثقہ اور عادل شخص آقائے ملا عبد الحسین خوانساری نے یہ واقعہ سنایا کہ کربلا کا ایک معتبر عطر فروش بیمار ہوگیا۔ اس نے شہر کے تمام طبیبوں سے علاج کروا ڈالا مگر سب اس کے علاج سے عاجز ہوگئے۔ اس نے اپنا تمام مال اپنے علاج میں خرچ کر دیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن میں اس کی عیادت کے لئے گیا۔ اس کو بہت پریشان دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ وہ چیز بھی بیچدو اور خرچ چلاؤ ! یعنی وہ ایک ایک کر کے گھر کا سامان بیچنے پر بھی مجبور ہوگیا۔ وہ کہہ رہا تھا " سب بیچ دو " مجھے کچھ نہیں چاہیئے یا تو میں

مر جاؤں گا یا ٹھیک ہو جاؤں گا!" میں نے اس سے کہا کہ: "آخر اس کا مطلب کیا ہے؟" اس نے ایک سرد آہ لی اور کہا: "ابتدا میں میرے پاس معقول سرمایہ نہیں تھا۔ میرے پاس اتنا جو سرمایہ جمع ہو گیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ کئی سال پہلے کربلا میں ایک خاص قسم کا بخار یا زکام وبا کی شکل میں پھیل گیا تھا جس کا علاج طبیبوں نے لیموں کا خالص رس تجویز کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کربلا میں لیموں کا رس کم پڑنے لگا اور مہنگا ہونے لگا۔ میں نے لیموں کے رس میں چھاچھ کی ملاوٹ شروع کر دی اور مہنگی قیمت پر اسے بیچا۔ پھر یہ حال ہوا کہ کربلا کے دیگر دوکانوں میں لیموں کا رس ختم ہو گیا لیکن ملاوٹ کی وجہ سے میرے پاس باقی رہا۔ شہر کے دوکاندار اس سلسلے میں لوگوں کو میرے پاس بھیجنے لگے پھر میں نے چھاچھ ہی میں رنگ اور کھٹائی ملا کر اسے لیموں کا رس ظاہر کیا اور بیچنے لگا۔ اسی ملاوٹ ہی کے سبب سے میں کافی مالدار ہو گیا تھا اب یہ حال ہو گیا ہے کہ میرا تمام سرمایہ ختم ہو چکا ہے۔ اور گھر میں بیچنے کے قابل کوئی اور چیز باقی بھی نہیں رہی ہے۔ میں گھر کی تمام چیزیں بھی نکال رہا ہوں کہ سب حرام کی کمائی کا اثر ہے۔ شاید حرام مال میرے پاس نہ ہے تو میں اس بیماری سے نجات پا جاؤں!"

اس بات کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ شخص دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی گردن درحقیقت ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی جن کے ساتھ

اس نے ملاوٹ کا معاملہ کیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک گندم فروش سے آنحضرت (ص) نے فرمایا: "تمہارے اچھا گندم ہے" پھر آنحضرتؐ نے گندم کے اندر ہاتھ ڈالا تو اندر سے خراب قسم کا گندم نمودار ہوگیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا: "مَا اَرٰىكَ اِلَّا وَقَدْ جَمَعْتَ خِيَانَةً وَغِشًّا۔ (کتاب "عقاب الاعمال") یعنی: "میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ تم نے خیانت اور ملاوٹ کا سامان کرلیا ہے!"

علامہ حلی یہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: "ایک شخص کے پاس دو قسم کا مال ہے۔ ایک مہنگا اور اچھا، جبکہ دوسرا گھٹیا اور سستا۔ اگر وہ ان دونوں کو مخلوط کرلے اور ایک خاص قیمت مقرر کرکے بیچے تو کیسا ہے؟" حضرت نے فرمایا (فَقَالَ) لَا يَصْلَحُ لَهُ اَنْ يَغِشَّ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يُبَيِّنَهُ (کتاب "عقاب الاعمال") "اس کے لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ملاوٹ والا مال بیچے۔ ہاں اگر وہ بتا دے کہ اس میں ملاوٹ ہے، تو صحیح ہے۔"

داؤد ابن سرحان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: "میرے پاس دو قسم کی مشک تھی۔ ایک گیلی اور دوسری خشک۔ میں نے گیلی اور تازہ مشک

بیچ دی گئی ہے لیکن لوگ سوکھی مُشک اسی قیمت پر نہیں خریدتے ہیں۔ آیا جائز ہے کہ میں اس کو تر کروں تا کہ وہ بک جائے؟" امامؑ نے فرمایا: "جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر تم خریدار کو بتا دو کہ تم نے تر کیا ہے تو اور بات ہے۔"

خدا اور رسولؐ کے حق میں کمی

آدمی کو چاہیئے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ اور ملاوٹ یا ناپ تول میں کمی کرے، بلکہ خدا ورسولؐ، ائمہ اور تمام مخلوقِ خدا کے حقوق کا پورا خیال کرے اور کسی قسم کے فرض میں کمی اور کوتاہی نہ کرے۔

خدائے تعالیٰ نے اپنے ذمّے بندے کا جو حق لیا ہے اس میں وہ کوتاہی نہیں کر رہا ہے۔ مثلاً خدا بندے کو روزی دے رہا۔ بے شمار قسم کی نعمتیں اسے عطا کر رہا ہے۔ اُس کی فریاد کو سُن رہا ہے اور بندے ہی کی مصلحت دیکھ کر اس کی دعا قبول کر رہا ہے تو بندے کو بھی چاہیئے کہ وہ خدا کا حق ادا کرے۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لائے۔ اس کی نافرمانی نہ کرے اور تمام فرائض بخوبی انجام دے۔ پس شیطان اور نفسانی خواہشات کو خدا کا شریک قرار دینے والا اور خدا کی نافرمانی سے منہ نہ موڑنے والا شخص خدا کا حق ادا نہیں کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسے توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ "یا اللہ" کہے گا تو فوراً خدا "لبیک" کہے گا۔ جب دعا قبول ہونے میں تاخیر ہونے لگتی ہے تو بعض لوگ خدا سے ناراض ہونے لگتے ہیں اور یہ نہیں

دیکھئے کہ وہ خود خدا کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں جبکہ خداوند تعالٰی بندوں سے فرماتا ہے: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۴۰) "تم لوگ مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو اگر تم ایسا کرو گے تو میں بھی تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا!" اگر اس کے باوجود خدا عطا کرے تو یہ اس کا فضل ہے۔

دعائے ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَدْعُوْهُ فَيُجِيْبُنِيْ وَاِنْ كُنْتُ بَطِيْئًا حِيْنَ يَدْعُوْنِيْ۔ "تمام تعریف ہے اس خدا کی جس کو میں پکارتا ہوں تو وہ مجھے جواب دے دیتا ہے، اگرچہ جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دینے میں سستی کرتا ہوں۔" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَسْئَلُهُ فَيُعْطِيْنِيْ وَاِنْ كُنْتُ بَخِيْلًا حِيْنَ يَسْتَقْرِضُنِيْ. تمام تعریف ہے اس خدا کی جس سے میں مانگتا ہوں تو وہ مجھے عطا کر دیتا ہے اگرچہ وہ مجھ سے قرض مانگتا ہے تو میں کنجوسی کرتا ہوں!" (تمام فرائض قرض ہیں۔ اور اس قرض کی ادائیگی خدا آخرت میں کرے گا۔)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَحْلُمُ عَنِّيْ حَتّٰى كَاَنِّيْ لَا ذَنْبَ لِيْ "اور تمام تعریف ہے اس خدا کی جو میرے گناہ دیکھ کر بھی حلم اور بردباری سے کام لیتا ہے (اسی وقت عذاب نازل نہیں فرماتا)۔ اتنے حلم سے

کام لیتا ہے جیسے میرا کوئی گناہ ہی نہیں ہوا۔"

جو اپنے لئے چاہتے ہو

سعدی شیرازی کہتے ہیں کہ:

بہ بری مالِ مسلمان وچو مالت ببرند

بانگ و فریاد بر آری کہ مسلمانی نیست

(تم مسلمانوں کے مال ہتھیا لیتے ہو، مگر جب تمہارا مال ہتھیا لیا جاتا ہے تو واویلا اور فریاد کرنے لگتے ہو کہ کوئی مسلمان ہی نہیں ہے!)

آدمی جب یہ پسند نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ خیانت، دھوکہ بازی اور ملاوٹ یا ناپ تول میں کمی سے کام لیا جائے تو اُسے بھی چاہیئے کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ ایسی حرکتیں کرنے کو پسند نہ کرے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے اور روایتوں کی رو سے انصاف یہی ہے کہ آدمی دوسروں کے لئے بھی وہی چاہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہو۔

عدل و انصاف سب سے بہتر ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ:۔

سَیِّدُ الْاَعْمَالِ ثَلَاثَۃٌ "بہترین کام تین ہیں:۔"

اِنصَافُكَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ حَتّٰی لَا تَرْضٰی بِشَیْءٍ اِلَّا رَضِیْتَ لَهُمْ مِثْلَهٗ؛ "تمہاری طرف سے لوگوں کو پورا انصاف ملنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ اپنے لئے جو کچھ تم پسند کرتے ہو وہی تم دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔"

وَمُوَاسَاتُ الْاَخِ فِی الْمَالِ "تمہیں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہیئے۔"

وَذِکْرُ اللّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، لَیْسَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَقَطْ وَلٰکِنْ اِذَا وَرَدَ عَلَیْكَ شَیْءٌ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَخَذْتَ بِهٖ وَاِذَا وَرَدَ عَلَیْكَ شَیْءٌ نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ تَرَکْتَهٗ (کتاب کافی)

"اور ہر حال میں تمہیں خدا کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے۔ وہ ذکر فقط سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہیں ہے بلکہ (ذکر سے مراد خدا کو ہر حال میں یاد رکھنا ہے) جب تمہارے سامنے کوئی ایسا کام آجائے جس کا خدا نے حکم دیا ہے تو تمہیں وہ کام کرلینا چاہیئے اور جب تمہارے سامنے کوئی ایسا کام آجائے جس سے خدا نے منع فرمایا ہے تو تمہیں وہ کام ترک کردینا چاہیئے۔"

انصاف کا ترازو

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے فرزند حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام

کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَا بُنَیَّ اجْعَلْ نَفْسَکَ مِیْزَاناً فِیْمَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ غَیْرِکَ، فَاَحِبَّ لِغَیْرِکَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَاکْرَہْ لَہٗ مَا تَکْرَہُ لَھَا۔ "اے میرے بیٹے اپنی ذات کو اپنے اور دوسرے کے درمیان انصاف کرنے کے لئے ترازو قرار دے دو۔ پس دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے وہی ناپسند کرو جو تم اپنی ذات کے لئے ناپسند کرتے ہو۔"

وَلَا تَظْلِمْ کَمَا لَا تُحِبُّ اَنْ تُظْلَمَ۔ "دوسروں پر ظلم مت کرو جس طرح کہ تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم پر ظلم کیا جائے۔

وَاَحْسِنْ کَمَا تُحِبُّ اَنْ یُحْسَنَ اِلَیْکَ، وَاسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِکَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَیْرِکَ، وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاہُ لَھُمْ مِنْ نَفْسِکَ (نہج البلاغہ) "دوسروں کے ساتھ ایسا ہی نیک سلوک کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے۔

دوسروں کے حق میں اپنے اس کام کو برا سمجھو جس کو تم دوسروں کی جانب سے اپنے حق میں برا سمجھتے ہو۔ اور لوگوں کی ہر ایسی بات پر راضی رہو جیسی بات تم اپنی جانب سے دوسروں کے ساتھ کر کے راضی رہتے ہو۔"

ہر چیز کا پیمانہ ہوا کرتا ہے۔

سورۂ حدید میں ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (سورہ حدید ۵۷: آیت نمبر ۲۵) "ہم نے یقیناً اپنے پیغمبروں کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کی ترازو نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔" عدل و انصاف کو خداوند تعالیٰ نے ترازو کہا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے یہ ترازو یا پیمانہ ہر چیز کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ انسان کے اعتقادات اور حق و باطل کو بھی اسی کے ذریعے پر رکھا جاتا ہے۔ اچھے اور برے اخلاق، بھلی بری صفات اور اچھے یا برے کاموں کے درمیان تمیز بھی انصاف کے پیمانے سے دی جاتی ہے قول و فعل اور اعتقاد و عمل کے ہر سلسلے میں اگر آدمی انصاف سے کام لے تو عدل حقیقی حاصل ہو جاتا ہے

علیؑ میزان اعمال ہیں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ایک زیارت میں ہم پڑھتے ہیں کہ: اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْزَانِ الْاَعْمَالِ (مفاتیح الجنان) "اعمال کے

میزان اور ترازو پر سلام ہو! "حق اور باطل کے درمیان تمیز دینے خیر اور شر کے درمیان فرق کرنے اور اچھے اور بُرے اخلاق اور کاموں کو پہچاننے کا وسیلہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد قرآن و عترت طاہرین علیہم السّلام، خصوصاً حضرت علی علیہ السّلام اس تمیز اور پہچان کا وسیلہ ہیں۔ اہل بیت کے قول و فعل اور اخلاق و کردار کو دیکھ کر ہم بھلے بُرے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے عقائد و اعمال اِن کے مطابق ہیں تو درست ہیں، اور اگر مطابق نہیں ہیں تو غلط ہیں۔

عدل و انصاف کی میزان یہ ہے کہ آدمی نہ تو افراط کرے، نہ تفریط۔ نہ تو حد سے بڑھ جائے اور نہ ہی حد سے پیچھے رہ جائے۔ عدل کی میزان بہت دقیق ہے اور بال سے زیادہ باریک حساب بھی بتا دیتی ہے۔ عدل کی راہ تشخیص دینے کے بعد عدل پر برقرار رہنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ پس جو شخص عدل کی راہ دیکھ لینے کے بعد اس پر ثابت قدم رہتا ہے، خدا اس کی مدد کرتا ہے اور عدل پر قائم رہنے کی توفیق دیتا ہے۔ ایسا ہی شخص قیامت میں قائم ہونے والی میزان اور ترازو کے مطابق اچھا ثابت ہوگا اور پُل صراط جیسے دشوار راستے سے جلدی اور آسانی گزر جائے گا۔ جبکہ دنیا میں میدان عدل کا لحاظ نہ کرنے والا شخص آخرت میں بھی بُرا ثابت ہوگا اور پلِ صراط پر لرزے گا اور دوزخ

میں گر پڑے گا۔ ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔ (سورہ مریم ۱۹: آیت نمبر ۷۱ اور ۷۲) "اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے (کیونکہ پل صراط اسی پر ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کا حتمی فیصلہ اور لازمی طور پر پورا ہونے والا وعدہ ہے پھر ہم پرہیز گاروں کو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی جہنم میں گھٹنے کے بل چھوڑ دیں گے!)۔

خدا ہم سب کو عدل وانصاف کی توفیق دے، ہمیں پرہیزگاروں میں شامل کرے اور ہمیں جہنم میں گرنے سے بچنے کے قابل کردے

پچیسواں گناہ

حرام خوری

پچیسواں گناہ ۔ حرام خوری

پچیسواں گناہ حرام خوری ہے جس کے گناہِ کبیرہ ہونے پر نصِ قرآن و حدیث ہے ۔ کتاب "عیون الاخبار" میں امام علی رضا علیہ السلام سے جو روایت نقل ہے اسی طرح اعمش نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اس کی وضاحت موجود ہے ۔ سورۂ مائدہ میں حرام خوری کو یہودیوں کی صفت بتایا گیا ہے ۔ ارشاد ہوا :۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔ (سورۂ مائدہ ۵ : آیت نمبر ۶۲، ۶۳)

یعنی (اے رسولؐ) تم ان (یہودیوں میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ گناہ و سرکشی اور حرام خوری کی طرف دوڑ پڑتے ہیں ، جو کام یہ

لوگ کرتے تھے وہ یقیناً بہت ہی بُرا ہے۔ ان کو اللہ والے اور علماء جھوٹ بولنے اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے؟ جو (درگزر) یہ لوگ کرتے رہے یقیناً بہت ہی بُرا ہے۔"

آکلِ سُحت جسے گناہانِ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے، سے مراد مالِ حرام کھانا ہے۔ مالِ حرام کھانے کا مطلب اس میں تصرف کرنا ہے، خواہ یہ تصرف کسی طرح بھی کیا جائے۔ یعنی خواہ اسے کھایا پیا جائے یا اس حرام مال سے لباس تیار کیا جائے یا مکان وغیرہ تعمیر کیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مالِ حرام کو صرف اپنے پاس رکھے اور اسے اس کے مالک تک نہ پہنچائے تب بھی یہ مالِ حرام میں تصرف ہوگا اور کہا جائے گا کہ اس نے حرام کا مال کھایا ہے! یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ سود کھانے اور یتیم کا مال کھانے سے مراد اس میں ہر طرح کا تصرف کرنا ہے، صرف کھانا ہی حرام نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ مالِ حرام میں کسی طرح کا بھی تصرف جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مالِ حرام کو آیت میں "سُحت" کہا گیا ہے۔ سُحت کے لغوی معنی زائل ہونے اور دور ہوجانے کے ہیں اور مالِ مسحوت کے معنی ہلاک شدہ مال یا تلف شدہ مال ہیں اب چونکہ حرام کے مال میں برکت نہیں ہوتی اور اس میں تصرف کرنے والا فائدہ نہیں اٹھا سکتا لہٰذا اسی مناسبت سے حرام خوری

کو قرآن نے : اَکْلُ السُّحْتِ کہا ہے ۔ لفظ سحت سے مراد ہر قسم کا مال حرام ہے ۔ یعنی ہر وہ مال جس کو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے اور اس میں تصرف کیا جائے اَکْلُ السُّحْتِ ہے ۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کتاب " اسلام و مشکلاتِ اقتصادی " میں لکھتے ہیں کہ : " اسلام انسان کو اس کی اپنی مرضی کے مطابق ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کا حق دیتا ہے ۔ وہ اپنی روزی حاصل کرنے اور کسبِ معاش میں آزاد ہے اپنی زندگی گزارنے کے لئے ضرورت کے چیزوں کے انتخاب میں بھی آزاد ہے ۔ لیکن اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ وسائل زندگی حاصل کرنے کے لئے ایسا راستہ اختیار کرے جس سے اخلاق خراب ہوں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے ، یا معاشرے اور انسانی ثقافت کو نقصان پہنچے ۔ اسلامی قانون کی رو سے نہ صرف کہ یہ شراب ، نشہ آور چیزیں اور فحاشی و بے ہودگی حرام ہیں بلکہ وہ تمام کام جس کے نتیجے میں یہ چیزیں وجود میں آتی ہیں حرام ہیں ۔ مثلاً شراب کے لئے یا کسی نشہ آور چیز کے لئے کاشت کرنا ۔ اس کا بنانا ، اسے لے جانا ، اس کی خرید و فروخت ، اسے اٹھا کر دینا اور استعمال کرنا یہ سب بھی حرام ہیں اسلام ہرگز زنا اور فحاشی کو انسانی فعل نہیں سمجھتا ، رقص کو حرام پیشہ قرار دیتا ہے ۔ گانا گانے اور موسیقی بجا کر کمانے کو صحیح نہیں سمجھتا اسلام ہر وہ کام جس میں کسی ایک کا فائدہ ہو لیکن اس سے دوسرے کو

خواہ مخواہ نقصان اٹھانا پڑے یا اس سے معاشرہ تباہ ہو جائے ایسے کام کو جرم اور گناہ قرار دیتا ہے۔ اس قسم کے جرم کی دنیا میں سخت سزا کا اور آخرت کے سخت عذاب کا اعلان کرتا ہے جیسے رشوت، چوری جوا سود ہر ایسا معاملہ جس میں ملاوٹ اور دھوکہ کیا گیا ہو، کھانے پینے کی اور عام ضرورت کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی اس خیال سے کرنا کہ ان کی قیمت بڑھ جائے اگرچہ اس سے غریبوں کی زندگی گزارنا مشکل ہو جائے اسی طرح ہر وہ کام جس کے نتیجے میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہو جائے اور ایسا کام کہ جس میں کسی طرح کی کوشش اور جد و جہد نہ کرنی پڑے اور قسمت سے دولت مل جائے (جیسے انعامی ٹکٹ) یہ سب حرام ہیں۔

مال حرام میں تصرف کرنا گناہ ہے۔ البتہ بعض تصرفات میں گناہ دوسرے گناہوں سے زیادہ ہے۔ سود کھانے والے کو تو خدا و رسول سے جنگ کرنے والا کہا گیا ہے! رشوت کھانے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے! چنانچہ شیخ صدوق نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مَنْ غَلَّ مِنَ الْاِمَامِ فَهُوَ سُحْتٌ وَالسُّحْتُ اَنْوَاعٌ كَثِيْرَةٌ۔ "یعنی" ہر وہ چیز جس میں امام سے خیانت کی جائے سُحت ہے اور سحت کی بہت سی قسمیں ہیں: مِنْهَا مَا اُصِيْبَ مِنْ اَعْمَالِ الْوُلَاةِ الظَّلَمَةِ۔ "ان میں سے ایک وہ مال ہے جو ظلم و ستم

کے ساتھ حکم کرنے والوں سے ملے۔ "وَمِنْهَا أُجُورُ الْقُضَاةِ وَأُجُورُ الْفَوَاجِرِ وَثَمَنُ الْخَمْرِ وَالنَّبِيذِ الْمُسْكِرِ وَالرِّبٰوا بَعْدَ الْبَيِّنَةِ" اور اسی میں قاضیوں کی اجرت، بدکار عورتوں کی اُجرت، شراب کی قیمت، اس نبیذ (جوکی شراب) کی قیمت جو نشہ کرنے والی ہو، اور سود کھانا بھی شامل ہیں یعنی یہ سب بھی سحت اور حرام ہیں جب سے شریعت نے ان کو حرام ظاہر کیا ہے۔ "أَمَّا الرِّشَا فِي الْأَحْكَامِ فَهُوَ الْكُفْرُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ (کتاب "خصال") "اور قاضی کا فیصلہ کرتے وقت رشوت لینا۔ خدائے بزرگ و برتر سے انکار اور کفر ہے!"

کتاب "کافی" میں اسی طرح کی ایک روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ: اَلسُّحْتُ ثَمَنُ الْمَيْتَةِ وَثَمَنُ الْكَلْبِ وَثَمَنُ الْخَمْرِ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ وَالرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَأَجْرُ الْكَاهِنِ۔ (وسائل الشیعہ کتاب التجارۃ، باب نمبر ۳۲) یعنی: "سحت سے مراد مُردار، غیر شکاری کتے اور شراب کی قیمت ہے اسی طرح زناکار عورت کی زنا کرانے پر اجرت اور عدالتی حکم دینے میں رشوت لینا اور جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتا کر اجرت لینا بھی سحت ہے۔"

ان احادیث سے اور ایسی ہی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا مالِ حرام کھانا سحت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض کو بڑی

شدت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کا عذاب انتہائی شدید ہے ۔ ان میں سب سے بدتر رشوت کھانا ہے ۔ رشوت کھانے والا کافر کے حکم میں ہے اور رسولؐ نے اس پر لعنت کی ہے ۔

رشوت کی قسمیں

رشوت کی تین قسمیں ہیں : قاضی کا حکم صادر کرنے کے لئے رشوت ، حرام کام کے لئے رشوت ، مباح کام کے لئے رشوت ۔

پہلی قسم کی رشوت یہ ہے کہ قاضی / جج کو مال دیا جائے تاکہ وہ اس کے حق میں حکم صادر کرے یا دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنے کا طریقہ بتائے ۔ ایسا کرنا حرام ہے اگرچہ کہ رشوت دینے والا حق پر ہی کیوں نہ ہو اور قاضی برحق فیصلہ ہی کیوں نہ صادر کرے ! لہٰذا ایسی رشوت لینا اور دینا بھی حرام ہے ، اس میں تصرف بھی حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے ! ایسی رشوت دینے لینے اور دلانے والا خدا کی لعنت کا سزاوار ہے ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں : لَعَنَ اللّٰہُ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالْمَاشِیَ بَیْنَھُمَا ۔ (سفینۃ البحار ، جلد ۱ صفحہ نمبر ۵۲۳) یعنی : " خدا رشوت دینے والے ، رشوت لینے والے اور جو بھی ان کے درمیان واسطے اور رابطے کا کام کرے اس پر لعنت کرتا ہے ۔ " ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا : اِیَّاکُمْ وَالرِّشْوَۃَ

فَاِنَّهَا مَحْضُ الْکُفْرِ وَلَا یَشُمُّ صَاحِبُ الرِّشْوَةِ رِیْحَ الْجَنَّةِ
(سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ نمبر ۵۲۳) یعنی: "اپنے آپ کو رشوت سے بچاؤ! کیوں کہ یہ کفر کے علاوہ اور کچھ نہیں! رشوت میں ملوث آدمی بہشت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا۔ رشوت دینا گناہ ہونے کے علاوہ اعانتِ اثم۔ یعنی گناہ کرنے میں مدد بھی ہے۔ ہاں البتہ اگر مجبور ہو اور رشوت دیئے بغیر اپنا حق حاصل نہ کر سکتا ہو تو رشوت دینا جائز ہے اگرچہ کہ رشوت لینے والے کیلئے حرام ہے اسی طرح رشوت لے کر دوسرے تک پہنچانا بھی حرام ہے اور بیچ میں پڑ کر رشوت کی رقم کو کم یا زیادہ کروانا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

ایسی رشوت بہر حال حرام ہے خواہ وہ نقد رقم کی صورت میں ہو مکان یا دوکان کا نفع ہو یا کوئی کام ہو مثلاً قاضی کے لئے کپڑے سی کر دے یا اس کا مکان تعمیر کرے کبھی زبان سے بھی رشوت دی جاسکتی، مثلاً قاضی کی تعریف کرے تاکہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کے حق میں فیصلہ دے دے۔ ان تمام قسموں کی رشوت کے حرام ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

خمس اور ہدیہ کے نام پر رشوت

اگر خمس اور ہدیہ کے نام پر رشوت دی جائے تو وہ بھی حرام ہے مثلاً

رشوت کی نیت سے کوئی ہدیہ دے یا صلح کے عنوان سے کوئی مال کسی کو دے اور دل میں رشوت کا ارادہ ہو، یعنی اس نیت سے دے کہ ایسا کرنے سے میری مرضی کے کام ہو جائے گا تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے واجبات یعنی خمس و زکات کو رشوت کی نیت سے دے تو یہ بھی حرام ہے اور اس کا خمس اور زکات ادا نہیں ہو گا۔ ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ خمس و زکات ادا کرے کیونکہ ان کی ادائیگی کے لئے قصد قربت (یعنی حکم خداوندی کی بجا آوری کا ارادہ) ضروری ہے۔ حدیث میں قرب قیامت کی ایک نشانی کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: "ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگ رشوت کو ہدیہ کہہ کر حلال قرار دیں گے! "یعنی رشوت لیں گے اور اسے ہدیہ قرار دیں گے۔

رشوت کی دوسری قسم حرام کام کے لئے رشوت ہے یعنی کسی حاکم کو یا کسی ظالم اور غنڈے شخص کو کوئی رشوت دے تاکہ اس کے ذریعے کسی شخص پر ظلم کرے یا کوئی اور گناہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی رشوت بھی حرام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ یہ: اَكْلُ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ ہے یعنی: مال کو باطل طریقے سے کھانا ہے آیت میں یہ بات بڑے واضح طور پر ذکر ہے کہ: وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ بقرہ ۲: آیت نمبر

۱۸۸) یعنی: "اور آپس میں ایکدوسرے کا مال نہ کھا جاؤ اور (نہ) مال کو رشوت میں حکام کے ہاں جھونک دو تاکہ لوگوں کے مال میں سے (جو) کچھ ہاتھ لگے ناحق خورد برد کر جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔" اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ جب تک کوئی مال شرعاً جائز نہ ہو اسے استعمال نہ کیا جائے۔ جیسے چوری کا مال امانت میں خیانت کر کے کسی کے مال کو غصب کر لینا وغیرہ۔ دوسری بات یہ کہ اپنا مال ومتاع بھی اس مقصد سے ظالم حکام کو نہیں دیا جائے کہ اس کی وجہ سے ظالم حکام دوسروں کا مال ناحق چھین کر کھانے میں اس کی مدد کریں۔

اپنا حق حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا

رشوت کی تیسری قسم مباح کام کے لئے رشوت دینا ہے۔ اور اس سے مُراد یہ ہے کہ اپنا مال کسی شخص کو دے تاکہ اس کی حمایت سے اپنا حق حاصل کرے یا اپنے آپ سے کسی ظالم کو دور کرے یا کسی مباح کام کو انجام دے سکے۔ رشوت کی یہ تیسری قسم حلال ہے۔

محمد ابن مسلم یہ صحیح روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (عَنْ مُحَمَّدْبنِ مُسْلِمٍ قَالَ:) سَئَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَنِ الرَّجُلِ يَرْشُوْهُ الرَّجُلُ عَلٰى اَنْ يَتَحَوَّلَ مِنْ مَنْزِلِهِ فَيَسْكُنَهُ " میں نے حضرت

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس کو آدمی اس نے رشوت دے تاکہ وہ اس کا مکان خالی کردے (قبضہ چھوڑ دے) اور تاکہ وہ خود اس مکان میں رہ سکے۔ "قَالَ لَابَأْسَ۔ امامؑ نے فرمایا" اس (رشوت دینے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔" البتہ اس حدیث میں مکان سے مراد سوال کرنے والے کا ذاتی مکان نہیں ہے بلکہ مشترک مکان اور وقف شدہ جگہ کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔ جیسے مسجد، مدرسہ، گلی کوچہ، بازار اور اس طرح کی جگہ۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مسجد یا حرم امامؑ میں کسی جگہ بیٹھا ہو یا طالب علم اپنے کمرے میں رہتا ہو اور انہیں کچھ رقم دے کر وہ جگہ ان سے حاصل کرلی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حفص الاعور نے امام علی النقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ: بادشاہ اپنے کارندے معین کرتا ہے تاکہ وہ ہم سے اجناس خرید کر لے جائیں۔ کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ان کارندوں کو ہم رشوت دیں تاکہ ہم بادشاہ کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں؟ " (فَقَالَ) امامؑ نے جواب میں فرمایا: لَا بَأْسَ بِمَا تُصْلِحُ بِهِ مَالَكَ۔ "کوئی حرج نہیں" تم جتنا دینے میں اپنی صلحت سمجھتے ہو دے دو۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا: (قال) اِذَا اَنْتَ رَشَوْتَهُ يَأْخُذُ مِنْكَ اَقَلَّ مِنَ الشَّرْطِ؟ "جب تم بادشاہ کے کارندے کو رشوت دیدیتے ہو تو کیا اس صورت میں تمہیں بادشاہ کو کم مال دینا پڑتا ہے؟ سوال کرنے والے نے کہا "ہاں" (قُلْتُ نَعَمْ) امامؑ نے فرمایا: (قال)

فَسَدَتْ رِشْوَتُکَ" (وسائل الشیعہ، کتاب تجارت، باب نمبر ۳۷) "تم نے رشوت ہی کو فاسد کردیا! " حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا صحیح اور جائز ہے۔ لیکن دوسرے کا حق حاصل کرنے یا کسی پر ظلم کرنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے

جائز کام کے لئے رشوت لینا

یہاں پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ تیسری قسم کی رشوت جو لینے حق حاصل کرنے یا کسی مباح کام کو انجام دینے کے لئے ہدیہ کے طور پر دی جا سکتی ہے لیکن اس جائز کام کے لئے رشوت لینا کراہیت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا ہدیہ ہے جو رشوت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اگر ایسا بھی ہوتا ہے جائز کام کے لئے رشوت دینے کی سہولت اور عادت آدمی کو ناجائز کام کے لئے بھی رشوت دینے پر آکساتی ہے، اور آدمی حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پرہیز گار آدمی اگر حلال۔ لیکن مکروہ قسم کی رشوت دینے سے بچے گا تو یقیناً حرام قسم کی رشوت دینے سے بھی بچا رہے گا، احادیث سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے،

اَکّٰالُوْنَ لِلسُّحْتِ (سورۂ مائدہ) ۵: آیت نمبر ۴۲) "جو لوگ حرام مال بہت کھاتے ہیں (خدا ان کے دلوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا)"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اس آیہ شریفہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (قَالَ) هُوَالرَّجُلُ یَقْضِیْ لِاَخِیْهِ حَاجَتَهُ ثُمَّ یَقْبَلُ هَدِیَّتَهُ (کتاب عیون اخبار الرضا) یعنی: "یہ ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے مگر اس کے مقابلے میں کوئی تحفہ لیتا ہے!" شیخ انصاری نے کتاب مکاسب میں فرمایا ہے کہ:

اس حدیث شریف کے کئی مطلب نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ ضرورتمند لوگوں سے تحفہ قبول کرنے سے آدمی کو سخت پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ وہ کسی دن حرام رشوت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

حرام خور کی پہچان

حرام خور کی پہچان یہ ہے کہ اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: مَنْ كَسَبَ مَالًا مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ سُلِّطَ عَلَيْهِ الْبِنَاءُ وَالطِّيْنُ وَالْمَاءُ (بحار الانوار، جلد نمبر ۲۳۔ او سفینۃ البحار جلد اول، ص نمبر ۲۹۸) یعنی: "جو شخص ناجائز طریقے سے مال کماتا ہو اس کے سر میں عمارت، مٹی اور پانی کا سودا سمایا رہتا ہے۔"

یعنی حرام مال کمانے والے شخص کو ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ وہ اپنا مال عمارت بنانے اور اس کو وسیع کرنے میں لگاتا رہے تاکہ وہ

مال ضائع نہ ہو جائے۔ پانی اور مٹی کی آمیزش سے بننے والی عمارت آدمی کو نہ تو دنیا میں مطلوبہ سکون فراہم کرتی ہے اور نہ ہی آخرت میں مفید ثابت ہوتی ہے وہ زمین کے ایک ٹکڑے پر اپنا پورا مال صرف کر ڈالتا ہے۔ گویا خداوند تعالیٰ زمین کے اس ٹکڑے کو حکم دیتا ہے کہ اس کا سارا حرام مال نگل لے۔

حرام مال میں ایک طرف زیادتی اعتبار سے برکت نہیں ہوتی تو دوسری طرف حرام مال کھانا عبادتوں کے قبول ہونے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اِذَا وَقَعَتِ اللُّقْمَةُ مِنْ حَرَامٍ فِي جَوْفِ الْعَبْدِ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سفینۃ البحار جلد اول، صفحہ نمبر ۲۹۵) یعنی: "جب کسی بندے کی پیٹ میں حرام مال کا ایک لقمہ چلا جاتا ہے اور بدن کا جزو بن جاتا ہے تو آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں!"

آنحضرت کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: اَلْعِبَادَةُ مَعَ اَكْلِ الْحَرَامِ كَالْبِنَاءِ عَلَى الرَّمْلِ (سفینۃ البحار، جلد اول، صفحہ نمبر ۲۹۹) یعنی: "حرام خوری کے ساتھ کی جانے والی عبادت بھر بھری مٹی پر تعمیر ہونے والی عمارت کی طرح ہے!" یعنی بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ایسی عمارت یا تو قائم ہی نہیں ہوتی، یا جلد منہدم ہو جاتی ہے۔

حرام خور کی دُعا قبول نہیں ہوتی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے : مَنْ اَکَلَ لُقْمَةً حَرَامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلاةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً وَلَمْ تُسْتَجَبْ لَهٗ دَعْوَةٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ۔ "جو شخص حرام مال کا ایک لقمہ بھی کھائے گا اس کی چالیس دن کی نمازیں بھی قبول نہیں ہوں گی اور ان چالیس دنوں میں اس کی کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوگی ۔" وَکُلُّ لَحْمٍ یُنْبِتُهُ الْحَرَامُ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ ، وَاِنَّ اللُّقْمَةَ الْوَاحِدَةَ تُنْبِتُ اللَّحْمَ (سفینۃ البحار ، جلد اول صفحہ نمبر ۲۴) "اور ہر وہ گوشت جو حرام مال کھانے کی وجہ سے نشو ونما پایا ہو جہنم کی آگ میں جلنے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے ۔ اور بے شک ایک لقمہ بھی کچھ نہ کچھ گوشت کی نشو ونما کر دیتا ہے !"

آنحضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُسْتَجَابَ دُعَاؤُهٗ فَلْیُطِیْبْ مَطْعَمَهٗ وَمَکْسَبَهٗ (کتاب عدة الداعی) یعنی "جو شخص یہ چاہتے ہو کہ اس کی دعا قبول ہو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی خوراک اور اپنے ذرائع معاش کو حرام سے پاک رکھے !"

ایک شخص نے آنحضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا :

اُحِبُّ اَنْ یُسْتَجَابَ دُعَائِیْ "میں چاہتا ہوں کہ میری دُعا مستجاب اور قبول ہو ۔" قَالَ طَهِّرْ مَاکَلَكَ وَلَا تُدْخِلْ بَطْنَكَ

الحرام (کتاب "عدۃ الداعی")۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: "اپنی خوراک کو حرام سے پاک کرو اور اپنے پیٹ میں کوئی حرام چیز جانے نہ دو۔"

خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو وحی فرمائی: قُلْ لِظَلَمَةِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا تَدْعُوْنِیْ وَالسُّحْتُ تَحْتَ اَقْدَامِکُمْ (کتاب "عدۃ الداعی")۔ "بنی اسرائیل میں جو لوگ ظالم ہیں ان سے کہدو کہ وہ مجھے اس وقت تک نہ پکاریں اور اس وقت تک دعا نہ مانگیں جب تک کہ حرام مال ان کے تصرف میں ہے!" اس کے بعد یہ کہنے کا حکم ملا کہ: "اور اگر اسی حالت میں لوگ مجھے پکاریں گے یا مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان پر لعنت کروں گا!!"

حرام خور سنگدل ہو جاتا ہے

انسان جو خوراک کھاتا ہے وہ زمین میں بوئے جانے والے بیج کی طرح ہوتی ہے۔ اگر اچھا بیج زمین میں بویا جائے تو اس کا اچھا پھل نکلتا ہے اور اگر کڑوی اور زہر آلود چیزوں کا بیج بویا جائے تو پھل بھی کڑوا اور زہر آلود ہوتا ہے۔ یہی حال انسان کی غذا کا بھی ہے۔ اگر وہ پاکیزہ اور حلال ہوتی ہے تو اس کا اچھا اثر دل کی سرزمین پر ہوتا ہے۔ دل گندگی اور خباثت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے اعضاء و جوارح سے خیر اور نیکی کے پھل حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آدمی حرام مال سے حاصل

کی گئی غذا کھاتا ہے تو اس کا دل سخت تاریک ہو جاتا ہے۔ سنگدلی کے اثرات نمودار ہو جاتے ہیں۔ جب دل پتھر کا ہو جاتا ہے تو نصیحت اس پر اثر نہیں کرتی اور وہ انتہائی سخت ظلم دیکھ کر بھی متاثر نہیں ہوتا خیر کی کوئی امید نظر نہیں آتی تاریک دل سے نیکی کی کوئی کرن نہیں پھوٹتی یہی وہ بات ہے جو حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے ابن سعد کے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ فرمایا تھا:

فَقَدْ مُلِئَتْ بُطُوْنُكُمْ مِنَ الْحَرَامِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيْلَكُمْ اَلَا تُنْصِفُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ (کتاب "نفس المہموم") یعنی "تمہارے پیٹ حرام مال سے بھر چکے ہیں، اور تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، اب تم حق کو قبول نہیں کرو گے۔ تم انصاف سے کام کیوں نہیں لیتے؟! تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟!" خلاصہ یہ کہ جب حرام مال کھانے کی وجہ سے دل سخت اور تاریک ہو جاتا ہے تو آدمی حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے کسی نصیحت سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ بڑے سے بڑا جرم بھی کر بیٹھتا ہے۔ واقعہ کربلا اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

عباسی بادشاہ مہدی کے زمانے میں شریک بن عبداللہ نامی ایک قاضی ہوا کرتا تھا جب تک بادشاہ نے اُسے اپنے پاس نہیں بلایا تھا وہ ایک متقی مجتہد تھا لیکن مہدی عباسی نے اسے بلا کر مجبور کر دیا کہ

وہ تین کاموں میں سے کوئی ایک کام اختیار کرے یا تو بادشاہ کا قاضی بن جائے.
یا بادشاہ کے بچوں کی تعلیم وتربیت کرے ، یا پھر بادشاہ کے ساتھ ایک مرتبہ
بیٹھ کر کھانا کھالے !

قاضی شریک نے خیال کیا کہ ایک مرتبہ شاہی طعام کھالینا سب سے آسان ہے ۔ اس خیال خام کے تحت اس نے کھانا کھانے پر رضامندی ظاہر کی بادشاہ نے اپنے خاص باورچی کو حکم دیا کہ وہ انواع واقسام کے انتہائی لذیذ کھانے تیار کرے ۔ قاضی شریک نے جب بادشاہ کے ساتھ کھانا کھالیا تو بادشاہ کے خاص باورچی نے اپنے لوگوں سے کہا : " اب قاضی شریک نجات نہیں پائیں گے ! "

ہوا بھی یہی ۔ حرام غذا نے قاضی پر اتنا برا اثر ڈالا کہ اس نے باقی دو کام بھی قبول کر لئے ، بادشاہ کا خاص قاضی بھی بن گیا ، اور بادشاہ کے بچوں کا معلم بھی ۔ کہتے ہیں کہ قاضی شریک کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا اور وہ اپنا وظیفہ شاہی خزانچی سے حاصل کرنے میں بہت سختی سے کام لیتا تھا ۔ ایک دن خزانچی نے شریک سے کہا : " آپ نے مجھے کوئی گندم تو نہیں بیچا ہے جس کی قیمت وصول کرنے میں آپ اتنی سختی کر رہے ہیں " قاضی شریک نے جواب دیا تھا : " ہاں ، میں نے گندم سے زیادہ قیمتی چیز بیچ دی ہے ! میں نے اپنا دین بیچ دیا ہے !! "

ایک دن ہارون رشید کی جانب سے بہلول دانا کے پاس شاہی طعام

سے بھرا ہوا ایک خوان بھیجا گیا۔ انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ بادشاہ کے آدمیوں نے کہا: "خلیفہ کا عطا کردہ ہدیہ واپس نہیں لوٹایا جا سکتا!" بہلول دانا نے آس پاس کے کتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ان کے سامنے رکھ دو" بادشاہ کے آدمیوں کو سخت غصہ آگیا اور وہ تیزی میں آکر کہنے لگا: "تم نے خلیفہ کے تحفے کی توہین کردی ہے!!" بہلول دانا نے ان کو چپ کراتے ہوئے فرمایا: "آہستہ بولو۔ اگر کتوں نے سمجھ لیا کہ یہ خلیفہ کا طعام ہے تو وہ بھی نہیں کھائیں گے!!"

لقمہ حلال

حرام خوری ہر قسم کے شر اور فساد کا سرچشمہ ہے۔ جبکہ لقمہ حلال ہر قسم کے نیکیوں اور خوبیوں کا باعث ہے۔ اکل حلال یعنی حلال روزی کھانے کی فضیلت میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْءاً اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ (سفینۃ البحار، جلد اول: صفحہ نمبر ۲۹۸) "عبادت کی ستر اقسام ہیں ان میں سب سے افضل قسم کی عبادت حلال روزی کمانا ہے!"

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ: مَنْ اَكَلَ الْحَلَالَ قَامَ عَلٰى رَاْسِهٖ مَلَكٌ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ اَكْلِهٖ (سفینۃ البحار، جلد اول، ص ۲۹۹) "جو شخص حلال خوراک کھاتا ہے ایک فرشتہ اس کے سر پر

کھڑے ہو کر اس وقت تک اس کے لئے مغفرت کرتا رہتا ہے جب تک وہ کھانے سے فارغ نہیں ہو جاتا۔"

آنحضرتؐ یہ بھی فرماتے ہیں: مَنْ بَاتَ کَالّاً مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ بَاتَ مَغْفُوْراً۔ (سفینۃ البحار، جلد اوّل، صفحہ ۲۹۸) "جو شخص رزقِ حلال کمانے میں صبح سے رات کر دے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔"

وَقَالَ النَّبِیُّ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ لَمْ یُبَالِیْ مِنْ اَیِّ بَابٍ اَکْتَسَبَ الدِّیْنَارَ وَالدِّرْھَمَ لَمْ اُبَالِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ النَّارِ اَدْخَلْتُہٗ۔ (بحار الانوار، جلد ۲۳، صفحہ نمبر ۶) یعنی: "نبی کریمؐ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ (حلال یا حرام) کس دروازے سے وہ دینار و درہم کما رہا ہے تو قیامت کے دن میں بھی پرواہ نہیں کروں گا کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کروں!

عَنِ النَّبِیِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: لَا یَکْتَسِبُ الْعَبْدُ مَالاً حَرَاماً فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُوْجَرُ عَلَیْہِ "کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو اس کا کوئی اجر نہیں ملتا۔" وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ "بندہ حرام مال میں سے کچھ راہ خدا میں بھی خرچ کرتا ہے تو اس کے مال میں برکت پیدا نہیں ہوتی!"

وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ (بحار الانوار، جلد

نمبر ۲۳، صفحہ نمبر ۷) "بندہ اپنے پیٹھ پیچھے حرام مال چھوڑ جاتا ہے تو وہ اسے مزید جہنم کی طرف ہی لے جاتا ہے۔

خدا، حرام روزی نہیں دیتا

ہوسکتا ہے کہ حرام کمائی سے پرہیز نہ کرنے والے لوگ یہ خیال کرتے ہوں کہ اگر وہ حرام مال کو نظر انداز کردے اور حاصل نہ کریں تو ان کے معاشی حالت تباہ ہو جائے گی اور وہ تنگدست ہو جائیں گے۔ یہ محض ایک خیال خام ہے۔ یہ شیطان کا وسوسہ اور نفس کی پڑھائی ہوئی بات ہوتی ہے۔ یہ بات نہ صرف یہ کہ قطعاً عقل کے خلاف ہے، بلکہ قرآن مجید میں بارہا دہرائے گئے رزق حلال کے الٰہی وعدے کے بھی خلاف ہے اور اہل بیت علیہم السلام کی بہت سی صریح روایتوں کے بھی برعکس ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہر ذی روح مخلوق کو حلال رزق فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ خدا کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ بس خدا بندوں سے امتحان لیتا ہے کہ وہ حلال کمائی کی راہ میں صبر و قناعت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں یا بے صبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مقدر میں جو حلال رزق لکھا ہوتا ہے۔ وہ تو مل کر رہتا ہے۔ بس یہ لوگوں کی بے صبری اور ان کے ایمان کی کمزوری ہے کہ وہ حلال روزی کی راہ کو چھوڑ کر حرام کمائی کے راستے پر چل دیتا ہے۔ جب بندہ ایسا کرتا ہے تو امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ایسی صورت میں بندے کو اس رزقِ حلال سے محروم کر دیتا

ہے جو اس کے مقدر میں اس نے لکھا تھا ایسا نہیں ہے کہ ابتدا میں خدا نے کسی کے مقدر میں حرام کمائی لکھی ہو۔

انسان اپنا رزق مکمل طور پر حاصل کئے بغیر نہیں مرتا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسجد الحرام (خانہ کعبہ کی مسجد) میں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اَلَا اِنَّ رُوْحَ الْاَمِیْنِ نَفَثَ فِی رُوْعِی اَنَّہٗ لَا تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰی یَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا۔ "آگاہ ہو جاؤ کہ میری روح پر روح الامین (جبرئیل) نے یہ وحی لائی ہے کہ کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اس کا رزق پورا اسے نہیں مل جاتا۔"

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ۔ "پس خدا سے ڈرو اور روزی کی طلب میں حرص نہ کرو۔"

وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اِسْتِبْطَاءُ شَیْءٍ مِنَ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ "اگر رزق کی فراہمی میں کچھ تاخیر ہو جائے تو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ تم خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی طلب پر لگ جاؤ۔"

فَاِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ الْاَرْزَاقَ بَیْنَ خَلْقِہٖ حَلَالًا وَلَمْ یَقْسِمْھَا حَرَامًا "بے شک خدائے تعالیٰ نے ہر مخلوق کی روزی حلال ہی تقسیم کی ہے اور کسی کی قسمت میں حرام روزی نہیں لکھی ہے۔"

فَمَنِ اتَّقَىٰ وَصَبَرَ اٰتَاهُ اللّٰهُ بِرِزْقِهِ مِنْ حِلِّهِ، وَمَنْ هَتَكَ حِجَابَ السِّتْرِ وَعَجَّلَ اَخَذَهُ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ قُصَّ بِهِ مِنْ رِزْقِهِ الْحَلَالِ "پس جو شخص خدا سے ڈرے گا اور صبر سے کام لے گا تو خدا حلال طریقہ سے اسے رزق فراہم کر دے گا۔ لیکن جو شخص اپنی پاکیزگی کا دامن چاک کرے گا اور جلدی میں ناجائز طریقے اپنالے گا تو اس کے حلال رزق میں سے اتنا رزق کاٹ لیا جائے گا۔"

وَحُوْسِبَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا وَنَهَى اللّٰهُ عَنْهُ بِقَوْلِهِ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ بِاَنْ تَعْجِلُوا الْحَرَامَ قَبْلَ اَنْ يَاْتِيَكُمُ الرِّزْقُ الْحَلَالُ الَّذِىْ قَدَّرَ لَكُمْ (عُدَّةُ الدَّاعِي) "قیامت کے دن اس حرام کمائی کا اس سے حساب لیا جائے گا۔ خداوند تعالیٰ نے یہ کہہ کر اس سے منع فرمایا ہے کہ: وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (سورۂ نساء، آیت نمبر ۲) "یعنی پاکیزہ چیز کے بدلے خبیث اور بری چیز نہ لو! ایسا نہ ہو کہ حرام روزی کے سلسلے میں عجلت کر بیٹھو اس سے پہلے کہ خداوند تعالیٰ اس رزق حلال میں سے تمہیں عطا کرے جو اس نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔"

چور رزق حلال سے محروم ہو گیا

ایک روز حضرت علیؑ اپنے سواری کے جانور سے مسجد کے دروازے

کے قریب اترے۔ آپ نے خچر ایک شخص کے حوالے کیا اور خود مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس شخص نے خچر کی لگام کھینچ کر نکال لی۔ خچر کو یوں ہی چھوڑ دیا اور لگام لے کر فرار ہو گیا۔ جب حضرت علیہ السلام مسجد سے باہر تشریف لائے تو دو درہم ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ دو درہم اس شخص کو دیں جسے آپ نے خچر کی حفاظت کے لئے معین فرمایا تھا۔ خچر کو بغیر لگام کے پایا۔ گھر پہنچ کر وہ دو درہم اپنے غلام کو دیئے تاکہ وہ لگام خرید لائے۔ غلام بازار گیا۔ اس نے وہی لگام ایک شخص کے ہاتھ میں دیکھی معلوم ہوا کہ چور نے اسے دو درہم میں بیچا اور اسے اس کے قسمت کے وہی دو درہم ملے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام اسے خود بھی عطا فرمانا چاہتے تھے۔ جب غلام نے یہ سارا ماجرا حضرت کو سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْعَبْدَ لَیَحْرِمُ نَفْسَہُ الرِّزْقَ الْحَلَالَ بِتَرْکِ الصَّبْرِ وَلَا یَزْدَادُ عَلٰی مَا قُدِّرَ لَہٗ (کتاب لئالی الاخبار۔ صفحہ نمبر ۱۵۱)

یعنی: "بندہ خود دامنِ صبر کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اور جلد بازی کی وجہ سے اپنے رزقِ حلال کو حرام کر لیتا ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس کی قسمت میں لکھا ہوا ہوتا ہے اس سے زیادہ وہ نہیں پاتا"

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

عنقریب شائع ہونے والی کتابیں

گناہانِ کبیرہ

جلد چہارم . جلد پنجم . جلد ششم . جلد ہفتم

تالیف

شہید محراب آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبدالحسین دستغیب (رح)

مترجم

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

ناشر

حسن علی بکڈپو

کھارادر۔ کراچی

قَالَ الْاِمَامُ الْخُمَیْنِیُّ

فِیْ مُقَدِّمَةِ الْکِتَابِ (اَلذُّنُوْبُ الْکَبِیْرَة)

اِنَّ آیَةَ اللهِ دَسْتَغَیْب کَانَ مُعَلِّمًا لِّلْاَخْلَاقِ

وَمُهَذِّبَ النُّفُوْسِ۔

امام خمینی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مقدمہ کتاب

(ذنوب کبیرہ) میں فرمایا:

بے شک آیت اللہ دستغیب معلّمِ اخلاق و

مہذبِ نفوس تھے۔

جامعۃ الزہراؑ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ تعلیمی نصاب کی بنیاد فقہ، اخلاق اور عقائد کے علاوہ عربی، فارسی اور انگلش کلاسز رکھی گئی ہیں۔

۲۔ کلاسز دو نشستوں پر مشتمل ہوں گی۔ پہلی صبح ۸ سے ۱۰ اور دوسری ۲ بجے دوپہر سے شام ۵ بجے تک۔

۳۔ کسی قسم کی فیس یا معاوضہ نہیں لیا جاتا بلکہ کاپی پنسل تھیلی درسی کتب اور مطالعہ کی کتابیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

۴۔ داخلہ لینے والی طالبات کے لئے مڈل پاس اور ذہین ہونا ضروری ہے۔

۵۔ ہر سال یکم جنوری سے فروری کے آخر تک داخلے دیئے جاتے ہیں۔

۶۔ طالبات کے لئے شرعی احکام اور خصوصاً حجاب کی پابندی نہایت ضروری ہے۔

۷۔ طالبات کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک سالہ کورس کرنے کے بعد مدرسہ چھوڑ دیں یا دوسرے سال کا کورس بھی مکمل کریں۔

۸۔ مذکورہ کورس مکمل کرنے کے بعد حوزہ علمیہ قم جانا منظور ہو تو کراچی سے قم تک کے مصارف جامعہ برداشت کرے گا اور وہاں داخلے کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔

۹۔ رضویہ سوسائٹی کے علاوہ ابی سینا لائن میں مدارس زہراؑ قائم ہیں

آخر میں میری دعا ہے کہ پروردگار دو عالم ہم سب کو چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سیرت طیبہ پر چلنے اور خصوصاً ہماری ماؤں بہنوں کو ام الائمہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور ناموس کبریٰ حضرت زینب علیہا السلام کے نقش قدم پر چلنے کی عملاً توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم علوم آل محمدؐ

سید محمد علی الحسینی

موسس و مدیر جامعۃ الزہراء

سی-۳۳- رضویہ سوسائٹی - کراچی ۱۸ (پاکستان)

جامعۃ الزہراؑ کی معیاری مطبوعات

گناہان کبیرہ	جلد اوّل
گناہان کبیرہ	جلد دوئم
گناہان کبیرہ	جلد سوئم
گناہان کبیرہ	جلد چہارم
گناہان کبیرہ	جلد پنجم
گناہان کبیرہ	جلد ششم
گناہان کبیرہ	جلد ہفتم
قلب سلیم	جلد اوّل
قلب سلیم	جلد دوئم
قلب سلیم	جلد سوئم
نوادر الاخبار	۵ جلدیں